

هذَا بِصَارِبُ الْنَّاسِ وَهُدًى لِرَحْمَةِ الْقَوْمِ يُوْقِنُونَ

# بَصِيرَتٌ

حَسَنَةُ اُولٰئِكَ

علام سید محمود احمد  
رضوی مدیر رضوان کے تحریر  
کردہ تفسیری فقیٰ مذهبی اخلاقی  
اصلاحی مضامین کا ایمان افروز  
باطل سوز مجموعہ

مکتبہ رضوان، گنج نگش، ڈلاہوڑہ

## ابتداء

بصیرت۔ یہ سے ائمہ مصاہیں کام مرود بستے جو ۱۹۵۳ء میں رضا خان کے خاص بزر کی صورت میں شان  
ہوئے تھے۔ اب دوسرا بار یہ تجھے مصاہیں حضرت حامی سنت ماجی ہوتے شیخ طربت بدالکھا، صرف  
محمد صفیف خان صاحب چشتی نیازی دہلوی مظلوم العالمی کی زیر پرستی منتظر عام پر آ رہا ہے، حضرت موصوف حضرت  
قطیب عالم نیازی بے نیاز شاہ نیاز احمد قادری چشتی قدس سرہ العزیز کے فیض دبر کات کے ایمان میں اور  
سلک۔ اب سنت و جماعت کی اپنے رنگ میں پُر خرص تبلیغ فرماتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا  
سایہ تادیر قائم کئے اور ان کی دینی و تبلیغی خدمات کو قبول فرمائے۔ امین۔



نام کتاب --- بصیرت

مولف --- علامہ شیخ محمد حسن فروزی

ناشر --- کتبہ زیوان المأمور

طبیع --- المعارف گنجش روڈ لاہور

قیمت ---

باراول۔ ذکرہ خدا۔ روح امکیں مہزار

طبع ساد مصطفیٰ محمود الحمد رہنمائی ۱۹۷۴ء

مکتبہ لامہ

marfat.com

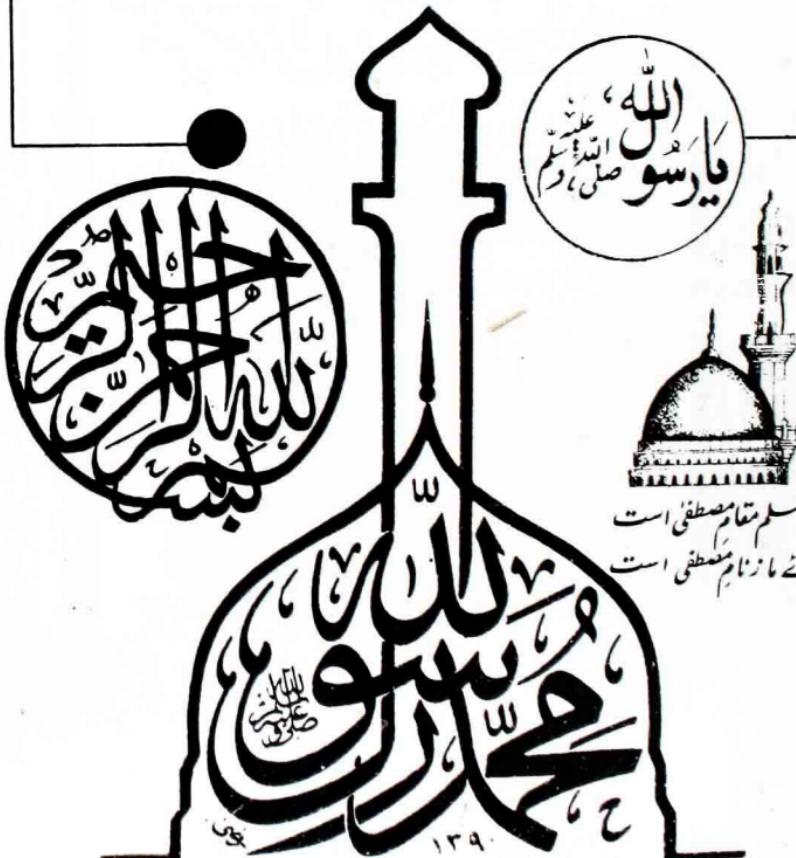
## ہدست (۷)

۱۰۶	بُر مکل بخت	جو حسرہ پاے	۸۸
۹۹	خائز جنت	مزدور کی مزدوری	۹۹
۹۹	ہوں کار و جو شام	نماز وقت میں ادا کرنا	۵۰
۹۱	حضر کے فرانش بوت	کیا مال اسکی منی کے بغیر لینا	۵۱
۹۸	جیجی عابد کا واقع	کی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا	۹
۹۹	درود شریف کے فضائل	صدقہ فی سبیل اللہ	۱۲
۱۰	بلا صوت سوال کرنا چہزے	حقوق والدین	۱۴
۱۰۳	عذاب قبرحی ہے	اچھی بات کی ابتداء کرنا	۱۶
۱۰۷	قبیر ملنکر نکر آتا اور	محبت و محبت روای	۱۷
۱۰۶	مسئلہ سماع موئی	رزق دوسرا کی برکتی	۲۵
۱۰۸	عذاب قبر کی کیفیت	استقامت	۳۱
۱۰۹	مردہ سنتا ہوتا ہے	عمل پر غدر	۳۲
۱۱۱	گناہ کبیر اور پیشتاب سے نہ پہنچے کی سزا	فتول سے پہنچے	۳۳
۱۱۳	ہر چیز اتنی تسبیح کر لے ہے	نیک اعمال میں محبت	۳۴
۱۱۴	قبیر پھول ڈالنا جائیے	نایاک معاشرہ	۳۵
۱۱۵	قبکے پاس تلاوت قرآن	نکھنر و غور کی رانعت	۳۶
-	ہماز ہے۔	اللٹک رحمت سے درلوگ	۳۷
۱۱۸	انیلے کرہ کے حواس کی کیفیت	زندگو اسکی پوری ہر دلیلیتی	۴۰
۱۱۹	قبیر محنوں کے متعلق سوال ہو گا	دو افراد جن پر بعنت	۴۵
"	کیا قبریں کافر سے بھی سوال	حضر کی فرمائی کی	۴۶
۱۲۰	وحی اور اس کی خصیبۃ	ترہیت اولاد	۴۷
۱۲۰	وحی کی شدت اور حالت	دعا اور اس کی اہمیت	۴۸
۱۲۲	وحی کے لغوی معنی	خوشحالی میں دعا	۴۹
۱۲۳	وحی کے شرعی معنی	وقات شد و سماون پر کیلئے	۵۰
۱۲۴	دین کے سچائی کا ایجاد	حق میں دعا	۵۱
۱۲۵	بزرگانی دین کے امراض	کیا برد عاقیل ہوتی ہے؟	۵۲
۱۲۶	دین کی شرکا مجاہدہ	آیت تہہیر	۵۳
۱۲۷	پیش کی گھنک کا کھانا منزد ہے	دل کا فتوتے	۵۴
۱۲۸	کار ساز ما	مکافات عمل	۵۵
۱۲۹	روح و علم کا علم حسن کے علم کا	دیانت سچائی کا ایجاد	۵۶
۱۳۰	اکست طرف ہے	بزرگانی دین کی تعریف	۵۷
۱۳۱	قرآن کی تفسیر کا حق عرض حسن کرے	دین دلہامیں فرق	۵۸
۱۳۲	حیات و نزول سیلیلیم	فضائل در کرات قرآن	۵۹

۱۶۹	امام علم حضور کا سمجھو مسائل شریعت	کاظم و حجی کی مدت
۱۷۰	امام علم حضور کا سمجھو گناہ پر اصرار کے معنی	کاظم و حجی کی تسمیں
۱۷۱	برکت حاصل کرنا یوم نزول نعمت کو یاد رکھنا	کوشا خواب نبوت کا جزو
۱۷۲	برکت کے لئے کعن میں بڑوگل کے استعمال شدہ	جزو ہے
۱۷۳	کپڑے ملا دیتا کسی متبرک جگد فن ہونے	غیر بُری کے خواب کا حکم
۱۷۴	کپڑے ملا دیتا کی آرزو کرنا	غادر ہر جا میں جبریل کی آمد
۱۷۵	بڑوگل کے مزار کے قرب مسجد بنانا	جبریل بنکل بشرت کے
۱۷۶	مسجد بنانا	تفیر و دربک فیکبر
۱۷۷	دن کے بعد میت کو نخل کر دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	اصحاب صد
۱۷۸	دن کے بعد میت کو نخل کر نماز میں تکبیر تحریر قرآن ہے	مال کو ضالع کرنے کو صریح
۱۷۹	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	ہرودی یا انفرانی ہونے کی قسم
۱۸۰	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	کھانا منی ہے
۱۸۱	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	سوگ کا مطلب
۱۸۲	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	ادا کے نہت
۱۸۳	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	حضر کا سیز مران
۱۸۴	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	علم درفتان
۱۸۵	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	قرآن مجید
۱۸۶	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	نزوں فرمان
۱۸۷	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دینی و مکنی آیات
۱۸۸	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	تفسیر الاعتراف
۱۸۹	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	علم تفسیر
۱۹۰	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	تعریف غیر بُری بخوبی کی تعریف
۱۹۱	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	رسول علی و بشمری
۱۹۲	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	علم حدیث
۱۹۳	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	حدیث کا فستمیں
۱۹۴	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	حدیث کی اصلاحیں
۱۹۵	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	صحابی کی تعریف
۱۹۶	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۱۹۷	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۱۹۸	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۱۹۹	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۲۰۰	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۲۰۱	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۲۰۲	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۲۰۳	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۲۰۴	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۲۰۵	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں
۲۰۶	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں	دوسری بجھد فن کرنا جائز ہے یا نہیں

۲۹۱	رسول ارشد	۲۵۴	حضر کافور خدا کے نور
۲۹۵	نبوت طبیان	۲۵۸	سے پیدا ہوا
۲۹۶	نبوت محمدی	۲۶۲	علم عین پر مکمل بخش

لَمْ يَكُن لِّلشَّتْرَةِ نَارٌ كَمَا كَانَ حَقَّهُ  
 بَعْدَ أَزْخَادُ بُرْزَكَ تُؤْتَى قِصْمُتُهُ



در دلِ مسلم تمامِ مصطفی است  
 آبروئے مازنامہ مصطفی است

لَلَّهُ أَكْبَرُ سُوَالِلَّهُ مُحَمَّدُ



شاهنشاہزاد و بن العلی بکماله  
صفیر خ او و ای کشم الدین بکماله

قرآن خلاص ایه عنست مع خدا  
صد قاعده نیارا خاصت لیه و آله

خوب یوسف دم تیزی یه بیضاواری

آنچه خوبان ہر دارند تو نہ لواری

# یا صاحبِ بھال و یا سیدِ الہبیر

اُد کر ذکر حُسن شہرِ بھال و بُر کریں  
 جو سے بخیر دیں، شبِ غم کی سمر کریں  
 مل کر بیانِ حُسن خیرِ الہبیر کریں  
 عشقِ نجاستے کی آگ کو کچھ تیز تر کریں  
 جو حُسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اُسے  
 جو سے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں  
 وہ چاہیں تو صدق کو در بے بہ ملے  
 وہ چاہیں تو خوف کو حسین گھر کریں  
 فرمائیں تو طرع ہو غبیر سے آفتاب  
 چاہیں تو اک اشارے سے شق قر کریں،  
 کونیعے کو عیط ہے سرکار کا کرم،  
 سرکار! اپ ہم پر کرم کی نظر کریں

حافظہ سعید الدین



زوجاً بن نبی همزبان بر  
جان شان علات پلاکموں سلام  
سایہِ مصطفیٰ مایہِ اصطوف  
عواد نازِ مخلاف پلاکموں سلام



دولتِ عیش عسرت پلاکموں سلام  
زدیج دلوں غفتہ پلاکموں سلام  
یعنی عثمان صاحبِ شیعی بدی  
عند پوش شہادت پلاکموں سلام



مرتضی شیرخیث اربع الشعین  
ساتی شیر و شیرت پلاکموں سلام  
شیر شیرین شاونیزیر شکن  
پروردست قدرت پلاکموں سلام  
ماجنی فرض و تغفیل و نسبت خروج  
ماں دین و منست پلاکموں سلام



علیہ کفاف

# ایمان کفر سے متعلق چند ضروری باتیں

اللہ اسلام نے ایمان کی تعریف یوں فرمائی۔

**هُوَ الْتَّصْدِيقُ بِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى أَيْ تَصْدِيقٌ**  
 ایمان ان امور کی تصدیق کا نام ہے جو  
 اللہ کی طرف سے آئے یعنی حلال طور  
 پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے  
 تصدیق کرنا ہر اس چیز میں جو آپ اللہ  
 کی طرف سے لائے ہجں کا ثبوت اپ  
 کے طبقی طور پر ہو۔

**ثبوت قطعی ضروری و بالضرورة** | لا، ثبوت قطعی: یعنی وہ امور جو حضور علیہ السلام سے ہم تک  
 بطریق تواتر پہنچے اس کا ثبوت قطعی ہے جیسے تعداد  
**و ضروریات دین کی تعریف** | رکعات، زکوٰۃ کی تعداد، قرآن حکیم وغیرہ۔ تواتر کے معنی  
 یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام سے لے کر ہم تک ہر قرن اور سر زماد میں دنیا کے مختلف خطلوں میں اس  
 بات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے اتنی تعداد میں رہے ہوں کہ ان سب  
 کا عملی یا کذب پیش نہ جانا عقولاً محال ہے۔

۱ - ضروری و بالضرورة: عرف فقہاء تسلیمین میں ضروری و بالضرورة کا مطلب یہ ہے کہ تواتر  
 کے ساتھ ساتھ اس بات کی شہرت تمام خاص و عام مسلمانوں میں اس درجہ کی ہو جائے کہ عوام بھک  
 اس سے دائعت ہوں جیسے نماز، روزہ، رح۔ زکوٰۃ کا فرض ہونا۔ ثبوت پر حضور علیہ السلام پر ختم  
 ہنا وغیرہ۔

۲ - ضروریات: ہر امور حضور علیہ السلام سے بذریغ تواتر اس درجہ شہرت و براہست کے  
 ساتھ ثابت ہوں کہ ہر خاص و عام اس سے باخبر ہوں کہ فقہاء حکیمین کی مصلحہ میں ضروریات  
 دین سے موسم کیا جاتی ہے۔

**هُوَ مَا يَعْرِفُ الْحَوْاضِنَ وَالْعَوَانِيْمُ**  
**أَدَمٌ هُنَّ الَّذِيْنَ لَوْجُوبٌ إِلَيْهِمْ**  
**الْتَّوْحِيدُ فَالرِّسَالَةُ وَالشَّلَوَاتُ**  
**الْخَنْبُرُ وَأَخْوَاتِهَا يَكْفُرُ بِمُنْكَرِهِ**  
**(رسالات المختار مفتاح) جلد ا)**

ضروریاتِ دین کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول تو وہ ہے جس کا دینی ضروری ہونا خواص کو معلوم ہوتا ہے اور ان عوام کو بھی معلوم ہوتا ہے تو مسلمان بے ربط و مبینہ رکھتے ہیں۔ قسم اول کا انکار خواہ عوام کریں یا خواص بہر حال یقینی ہے اور دوسری قسم وہ ہے کہ جس کا ضروری دینی ہونا بعض عوام پر مخفی ہوتا ہے تو اگر عوام میں سے کوئی انکار کر دے تو اسے کافر قرار نہیں دیں گے بلکن جبکہ علاوہ اس کو بتا دیں کہ یہ سند بھی ضروری وظیعی ہے اور اس پر بھی وہ از راه عناد انکار پاڑا رہے تو اس کا تکفیر کی جائے گی۔

ضروریاتِ دین پر ایمان کے لئے ان کی پرتوی تفضیل کا معلوم ہونا ضروری نہیں۔ نفس ایمان کے لئے اجمالي تسمیت بھی کافی ہے۔

**کفر کی تعریف اور اس کی اقسام** کفر شریعت میں ایمان کی ضد بے یعنی ایسے لحاظ  
کے ساتھ کہ شریعہ جو ہم کو قطعی اور یقینی طور پر حضور نبی عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچے ہیں انہیں نہ مانا گرفتے ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ کفر نہ  
تکذیب رسول کا نامہ سے پھر تکذیب کی جائے گا تو یہیں ہیں۔

۱۱) صراحتاً حضور علیٰ اسلام کو اللہ کا رسول ہی تسلیم نہ کرنا یعنی چند سکھ و میسانی تسلیم نہیں کرتے  
۱۲) رسول تسلیم کرنے کے باوجود داپ کے کسی قول کو صراحتاً غلط یا محبوث قرار دینا۔ یعنی آپ  
کی بعض مایات کو بانداز بعض کی تکذیب کرنا۔

۱۳۔ یہ کسی قطعی التشریت قول فعل کو یہ کہ کر رکونا کہ یہ حضور علیہ السلام کا قول یا فعل نہیں ہے۔

۱۴۔ یہ قول فعل رسول کو تسلیم کرتے ہوئے قرآن و حدیث میں ایسی تاویلات باطل کرنا بجا ان

کے اجتماعی مفہوم کو بدل دیں اور امت کے اجتماعی عقائد کے خلاف کوئی نیا مفہوم ان سے پیدا ہو۔ اسی تاریخی تکنیق پر رسول (علیہ السلام) ہی کے حکم میں ہے۔

**واضح ہو کہ کفر اور اتماد صورت میں عامد ہوتا ہے  
کفر اور اتماد کا معیار کیا ہے؟**

بجکہ حکم قطعی سے انکار کر دے۔ مثلاً یہ کہے کہ نماز فرض نہیں ہے جنت کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ یا کوئی شخص پانچ وقت کی نماز کا نوشترت سے پابند ہے مگر فرض واجب نہیں مانتا تو یہ بھی کفر ہے اور دوسرا شخص جو غفتہ کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا مگر نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ مسلمان ہے اگر فاجرو فاسق اور سخت گنگا رکار ہے دوسری کہ ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ تمام اقسام کا حکم ایک نہیں ہے۔ تو کفر و اتماد صرف ان احکام کے انکار سے عامد ہوتا ہے جو قطعی الشیوں اور قطعی الدلالات بھی ہوں۔

**قطعی الشیوں کے معنی**

کام طلب یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے حضور علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر زمان، ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہر و مدن کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پراتفاق کر لینا محال ہے۔ اسی کو اصطلاح حدیث متواریہ تواریخ ایسی حدیث کو احادیث متواریہ کہتے ہیں۔

**قطعی الدلالات کے معنی**

جو حکم دست آن مجید کی آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا ہر یادہ بات حدیث متواریہ سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم مراد کو صاف ظاہر کرتی ہو کہ اس میں کسی قسم کا الجھاؤ اور ابہام نہ ہو۔ پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر عدم دعویٰ میں مشہور و معروف ہوں جیسے نماز، روزہ، حج، زکۃ کا فرض ہونا، جوہا، شراب اور زنا کا گناہ ہونا۔ حضور علیہ السلام کا خاتم الانبیاء ہر نا وغیرہ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریاتِ دین سے موسوم کرتے ہیں اور جو اس درج مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں۔

## ضروریاتِ دین اور قطعیات کے حکم میں کیا فرق ہے

فرق ہے کہ ضرورتِ دین کا انکار باجمع امت مطلقاً کفر ہے۔ نادقیت دجہالت کو اس میں عنده تقدیر دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیاتِ محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچے۔ تو تخفیر کے زدیک اس میں تحسیں یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی بوجنتا واقفیت اور جہالت کے انکار کرنے میٹھے قابو بھی اس کے لفڑا نہدار کا حکمہ کیا جائے گا۔ بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الشیوه اور قطعی الدلالت احکام سے ہے۔ اس کا انکار کفر ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر فاقم رہے تب حکم کفر دیا جائے گا۔ شامی ج ۲ ص ۷۳

## ضروریاتِ دین میں تاویل نہیں مانی جاتی

واضح ہو کہ تاویل دہان معتبر ہے جہاں کوئی استباہ ہو اور قواعد عربیت و قواعد شریعت میں اس کی واقعی گنجائش ہو یعنی وہ تاویل کتاب و سنت اور جماعت امت کے خلاف ہے۔ اور جو حکم شرعی ایسی دلیل سے ثابت ہو جو کہ قطعی الشیوه اور قطعی الدلالت ہو اس میں تاویل معتبر نہیں ہے۔ بلکہ ایسے امور میں تاویل کفر ہے۔ شلاکوئی میں نصف النہار کے وقت جبکہ ابر و غبار بھی نہ ہو اور دھوپ نکل بری ہو ری ہے اس وقت دن نہیں بلکہ رات ہے کیونکہ ممکن ہے آسمان پر کوئی بکل کو صدر ہی ہو اور یہ روزشنا اسی کی ہو جسے لوگ دھوپ سمجھ رہے ہیں تو کیوں عاقل اس تاویل کو تاویل کہے گا؟ بلکہ یہ اسی کہا جائے گا کہ یہ عسوں اور شاہد کا انکار کر رہا ہے۔ لہذا ضروریاتِ دین میں ایسی تاویل میں معتبر نہیں ہوں گی۔ کیونکہ اگر اس طرح کی تاویل میں معتبران لی جائیں تو پھر توبہ کو مسلمان ہی کہنا پڑے گا کیونکہ مکہن و حیدر سالحد دہر پتک بھی کسی دلیل و تاویل کے سماں سے ہی اسلام کی ضروری باقی کا انکار کرتے ہیں۔

## قویٰ تکفیر میں احتیاط نہایت ضروری ہے

خوب یاد رکھے کہ تکفیر میں کبھی عجلت

نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اس سند

میں کامل غور و فکر سے کام لینا چاہیتے۔ اور جب تک کسی کا کفر و اقیٰ طور پر ثابت نہ ہو جائے تھکفیر نہ کرنی چاہیتے۔ کیونکہ یہ معاملہ بڑا سخت ہے اور فتویٰ تھکفیر سے پوری ملتِ اسلامی متاثر ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کسی امر کا کفر ہونا واقعی ثابت ہو جاتے تو ایسی صورت میں تھکفیر کرنا یا تاویلا فاسدہ سے کام لینا یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ کسی کا فرکو مسلمان کہ دینا یا کسی کا فرکو اسلام قرار دے دینا مخفی ایک لفظی سخاوت نہیں ہے۔ بلکہ ملتِ اسلامیہ پر ظیم ظلم ہے کیونکہ اس کے خاتم و عواقب ملت کے لئے بڑے عظیم خطرات کا پیش خیہ بن جاتے ہیں اور کفر و اسلام ایک بمعنی اسی حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

**اگر کسی کے کلام میں ۹۹ وجہ کفر کے ہوں** | چنانچہ حضرات فتح مکارام نے اس معاملے اگر کسی شخص سے کوئی مشتبہ کلام سرزد ہو جائے جس میں سوا احتمال میں سے ۹۹ احتمالات صنون کفر ہونے کے ہوں اور ایک احتمال عبارت میں اس کا بھی ہو کر اس کے کوئی صحیح دجائز مسمیٰ بن سکیں تو مخفی پر لازم ہے کہ نافر احتمالات کو چھوڑ کر اسی ایک احتمال کی طرف مائل ہو اور تکفیر نہ کرے لیکن یاد رہے کہ یہ احتیاط اسی صورت میں ہے جبکہ واقعی اس عبارت کے ایک صحیح دجائز معنی ان سکیں۔ اور تماں بھی خود اپنے کسی قول فعل سے اس کی تصریح نہ کر دے کہ اس کی مراد وہی معنی ہیں جن سے کفر عائد ہے تو۔ درہ اگر صحیح دجائز معنی بن سکیں تو وہ کلمہ کفر قرار پائے گا اور اگر قابل خود ہی یہ تصریح کر دے میری مراد یہی معنی کفری ہیں تو پھر اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (شامی)

**نفاق اسلامی** جس کو نفاق اعتمادی بھی کہتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ زبان سے تو اسلام کا اظہار ہو اور دل میں کفر کو چھپا یا جائے یعنی آدمی دل سے تو اسلام کو تبلیغ نہ کرے بلکہ دل سے اس کا نکار اور مختلف ہو لیکن کسی دل سے اپنے کو نوکر ظاہر کرتا ہو۔ جیسا کہ مخدوہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان میں عبدالذبین ابن دعیرہ مشور منافقین کا حال تھا۔ کہ یہ لوگ بظاہر ملکم پڑھتے تھے اور نازد روزہ کی پابندی بھی کرتے تھے مگر دل سے اسلام کے نکار اور دل کے دلخواہ تھے۔ نفاق ایمان و عقیدے کا نخاق ہے جو کفر کی بذریں قسم ہے اور اسی نے بار دیں قرآن مجید نے اعلان کیا ہے۔

۱۰. إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

منافق ہی فاسق میں ریعنی دین سے  
نماسج میں)

۱۱. إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ  
الْأَسَفِلِ مِنَ النَّارِ .

تحقیق منافق جہنم کے بدترین گوشہ میں  
ڈالے جائیں گے۔

نفاق عملی دوسری قسم نفاق عملی ہے جس کا تعلق ایمان و عقیدہ سے نہیں بلکہ کردار سے ہوتا ہے یعنی منافق عملی وہ ہے جس کے ایمان و عقیدہ میں تو خرابی نہیں ہوتی مگر سیرت و کردار میں نفاق ہوتا ہے اور وہ منافقوں کی سی عادتیں اور خصلتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کفر و بیکار اور اعتمادی نفاق کی نجاست سے بچے اسی طرح بھی لازم ہے کہ منافقاً نہ سیرت اور منافقاً اعمال و اخلاق کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔ نفاق عملی معصیت اور گناہ بکریو ہے۔

بعض منافقاً نہ اعمال و افعال کچھ بُری عادتیں اور خصلتیں ایسی ہیں جن کو منافقین کے امامت و دیانت، ایغامے عہد اور حق پسندی ایسے اعمال حنفیات کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس لئے کتاب و سنت میں منافقاً نہ اعمال و کردار کا بیان ہے ان میں سے بعض ہیں:

۱۔ جہاد یعنی اقامست دین کی جدوجہد کو فتنہ کہ کر گریز کرنا۔ (۱) اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں کراہت کرنا۔ صراطِ تعمیم پر چلنے سے روکنا اور باطل کی راہوں پر چلنے کا شورہ دینا۔ (۲) نماز کی ادائیگی میں تسلیم پڑنا (۳) دین کے دشمنوں سے مل کر سازشیں کرنا (۴) عبید و بیان کو توڑ دینا (۵) مجھوں میں وعدے کرنا، مجھوں میں کھانا (۶) دین کے دشمنوں سے دستی اور رابط قائم رکھنا دینہ۔ ان سب کو نفاق الکوعد عادات و خصالیں قرار دیا گیا۔ اسی طرح احادیث میں نفاق عملی سے بچنے کے لئے متعدد امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔ — بخاری شریف کی حدیث میں حضور نے خصائص نفاق میں سے چار کا ذکر فرمایا۔ خیانت۔ بھروسہ۔ بھکری۔ بدراہ اداہ فرمایا کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو۔ اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس میں ایک نئی ندان خصلت ہے اور جس میں چاروں ہوں وہ اپنی سیرت میں خاص منافقی مغلی ہے۔

۱۱، مجبوٹ میں ہر بات داخل ہے جو حق جانشی کے بعد اس کے خلاف کہی جائے اور ستر ہوئی بات بغیر تحقیق کے اس طرح روایت کردی جائے جیسے وہ تحقیق شدہ ہے۔

۱۲، دوسری علاست نفاق "خیانت" ہے اس مسئلہ میں محوظ رہنا چاہیے کہ امانت میں ہر دو چیز داخل ہے جو کسی مالک کی جانب سے کسی اور کے تعین و اختیار میں بغیر من خلافت دی جائے اور وہ باوجود اس پر اختیار رکھنے کے مالک کے منشا کے خلاف یا اس کی اجازت کے بغیر استعمال کا کوئی حق نہ رکھتا ہو پس جس طرح انسان ایک دوسرے کے پاس امانیں رکھتے ہیں۔ اس طرح کچھ امانیں اللہ نے بھی بندوں کے پاس رکھی ہیں اور یہ مال و دولت، عقل و فہم یہ جسمانی قوت و اختیار دیگرہ یہ سب اللہ ہی کی تو ملکیت ہیں جنہیں اس نے بندوں کے پاس رکھا ہے اور وہ تمام صورتیں تعین کر دی ہیں۔ جن میں ان امانتوں کا استعمال جائز یا ناجائز ہو سکتا ہے۔

بالخصوص مومنین سے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جان و مال کو جنت کے عوام خرید لیا ہے اس رو سے اللہ ہی ان کی دولت عقل و فہم کا مالک ہے پس جس طرح دنیاوی معاملات میں امانت رکھنے والا امانت رکھی ہوئی شے کے مالک کے منشا کے خلاف استعمال کر کے خائن بن سکتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن اپنے مال عقل و فہم، صلاحیت و اختیار کو مالک کے منشا کے خلاف استعمال کرنے کے خانین کی فہرست میں داخل ہو سکتا ہے۔ غرضیکر خیانت کا مفہوم بہت وسیع ہے مال میں خیانت تو یا کسی کے راز کو افشا کر دیا جائے یا کسی عہدہ اور منصب پر فائز ہو کر فلم کیا جائے یہ سب خیانت کی صورتیں ہیں۔

تمیری علامت عہدگنی ہے۔ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ اول یہ کہ کمر وہ تحریر ہے۔ دوم یہ کہ کمر وہ تشریی ہے کما قال التوری۔ لیکن حدیث ترمذی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان بھائی سے اس نیت کے ساتھ وعدہ کیا کہ اس کو پورا کرے گا پھر پورا ذکر سکا تو اس پر گوئی گناہ نہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں مستکد یہ ہوا۔ وعدہ کرتے وقت ہدیشگنی کا عزم ہو تو یہ مندرج ہے لیکن صدق دل کے ساتھ وعدہ کیا جائے اور اس عزم کے ساتھ عہد کیا جائے کہ پورا کروں گا۔ پھر غلطت یا محصول یا کسی مانع کی وجہ سے پورا نہ کر سکا تو امید ہے کہ موافذہ نہ ہوگا۔

چوتھی بذریعہ بانی ہے۔ پھر بذریعہ بانی بھی مومن کے ساتھ ہو۔ تو اس کی قباحت اور بھی زمادہ ہو جاتی ہے۔ جہاں مسلمان بھائی کو دیکھ کر مسلک اور نیا عبادت ہجودیاں اسکے ساتھ بذریعہ بانی سے پیش اکر اس کا دل دکھانا اس کی براٹی کا یا تمحکا نہ ہے۔

راہِ خدا میں جہاد ایک اور حدیث میں فرمایا:-

مَنْ مَاتَ رَلَمْ يَغْزُ وَ لَمْ يُغْدِثْ  
يَهُدِّثُ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى  
شُعْبَةِ مِنَ النَّفَاقِ  
(درداء مسلم)

جو شخص اس س حال میں مر آکر نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ کبھی جہاد کی تجویزیں سوچیں اور تنہا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔

مطلب یہ ہے کہ جس سے ایمان کے دعویٰ کے باوجود نہ توجہ کیا اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کا شوق اور اس کی تناپیہ اور نیت توجیہ منافق کی زندگی ہے اور جو اس حال میں مر گی تو نفاق کی ایک صفت کے ساتھ دنیا سے گیا۔

نماز میں سستی | ایک اور حدیث میں فرمایا۔

تِلَاثَ صَلَوةَ الْمَنَافِقِ يَخْلِبُ  
مَيْرَقَبُ الشَّمْسِ حَتَّى  
إِذَا اسْفَرَتْ وَ كَانَتْ بَيْنَ  
فَرْزِيِ الشَّيْطَانِ دَسَامِرَ  
كُنْتَرَ أَزْبَعًا لَا يَذْكُرُ  
اللَّهُ فِيهَا إِلَّا قَدِيلَةً.  
(درداء مسلم)

یہ نماقی کی سی نماز ہے کہ بے پرواہی سے بیٹھا آفات کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ زرد ہو گیا اور اس کے غرب کا وقت قریب بر گیا تو نماز کے لئے کھڑا ہو گیا داد چڑیا کی طرح چار چینیں مار کر نماختم کر دی اور اللہ کا ذکر بھی اس میں بہت کم کیا۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا کہ مومن کی شان تو ہے کہ شوق کی بے میانی سے نماز کے وقت کا منتظر ہے اور جب وقت آئے تو خوشی اور سعدی سے نماز کے لئے کھڑا ہو۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اس وقت مجھے مالک الملک کے حضور رحمانی نسبت ہے پورے اطیبان اور مششوخ کے ساتھ نماز ادا کرے۔ قیام و قعود، رکوع و بعد دین خوب خوب اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور

اس سے اپنے دل کو شاد کرے یہ تو ہے مومن کے نماز پڑھنے کی شان۔۔۔ لیکن منافق کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز کو بوجھ سمجھتا ہے۔ وقت آجانتے پہنچی ٹانکے کی کوشش کرتا ہے مثلاً عصر کی نماز کے لئے اس وقت احتساب جب کہ سورج بالکل ڈوبنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور پھر جلدی جلدی چڑیا کی طرح چارچوپیس مار کر نماز پوری کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کہا ذکر بھی بس بدلے نام ہی کرتا ہے۔ پس یہ نماز منافق کی نماز ہے۔ جو کوئی مسلمان اسکیستی، کہاں سے نماز ادا کرتا ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہلے ہے کہ اس نے مومنوں والی نہیں بلکہ منافقوں والی نماز پڑھی ہے۔

**عبادت کے معنی** اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلت و پتی کے اس آخری درجے میں سمجھے کر جس کے بعد عاجزوی اور ذلت کا کوئی درجہ بھی نہ ہو۔ اس قسم کی عاجزوی کرنے والا عابد ہے اور ایسی عاجزوی عبادت ہے۔ عبادت کا تعلق نہ تو ما فوق الاصابب امور سے ہے اور غایباً زندگی سے ہے بلکہ اس کا تعلق بعض احتمال سے ہے اور نظر ہر ہے ایسی عاجزوی اور ایسی ذلت و پتی کا اظہار اسی سبھی کے لئے کیا جا سکتا ہے جس کے متعلق صفات مستقده کا اعتقاد رکھا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں (خود بخود اس میں موجود ہیں) کسی نے اس کو کوئی صفت نہیں دی) اور یہ صفات ذاتیہ استحقاق عبادت کا مناطق ہے۔ خواہ وہ علم ہو یا قدرت تصرف ہو یا خالقیت، ان کا ذاتی اور مستقل ہونا ضروری ہے۔ درنہ افراد ممکنات کا مستحق عبادت ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ عطا لی غیر مستقل حادث صفات افراد مختلفات میں پالی جاتی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ عبادت کے لئے صفات مستقده لازم ہیں۔ اور صفات مستقل کے لئے استحقاق عبادت لازم ہے۔ کسی کو مستحق عبادت کہنا اس کے لئے مستقل ذاتی کشاہت کرنا ہے اور کسی کو مستقل بالذات مانا مستحق عبادت فراز دینا ہے۔

**تعظیم میں فرق** یہیں سے عبادت و تعظیم میں فرق معلوم ہو گیا۔ عبادت میں تعظیم بھی ہوتی ہے اور جس کی تعظیم کی جائے اس کی الوہیت اس کے واجب الوجود اور مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد بھی ہوتا ہے۔ اور تعظیم میں یہ اعتقاد نہیں ہوتا۔ یعنی ہر عبادت تعظیم ہے گہرے تعظیم عبادت نہیں۔ لہذا غیر اللہ کی عبادت بشرک ہے۔ تعظیم شرک نہیں بلکہ جائز بلکہ بعض کی تعظیم فرض نہیں ہے۔ مثلاً قرآن پاک کی، انبیاء کی کلام علیهم السلام و ملائکہ

کی تعظیم و توقیر اور بعض کی تعظیم واجب ہے مثلاً والدین کی بعض لوگ تعظیم و عبادت میں فرق نہیں کرتے یا ان کے سنتی و مفہوم سے جاں ہیں جہاں وہ غیر اللہ کی تعظیم ہوتی رکھتے ہیں جو بڑے شرک کا فتویٰ جزویت ہے میں ملا لگکر یہ بات بڑی ہے کہ تعظیم کی دلیل صورت شرک قرار دی جائے گی جس میں تعظیم کی الوہیت کا اعتقاد ہوہے اس کے علاوہ تعظیم کی عتبی بھی صورت میں اور لکھیں ہیں ان میں سے بعض ناجائز و حرام تو ہو سکتی ہیں مگر شرک و اغفار گز ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ مشلاً قبر کو سجدہ کرنا اور مقبرہ کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کا عقیدہ رکھ کر اور اس کے لئے صفاتِ ستّ تقدیمان کر سجدہ کرنا شرک ہے لیکن اگر یہ اعتقاد ہو اور بعض مقبرہ کی تعظیم کے لئے سجدہ کرے تو ناجائز و حرام ہے مگر شرک نہیں۔ مخفی و ملمودہ تعظیم جو تعظیم کی الوہیت و واجب الوجود ہونے کے ساتھ ہے کی جائے اس میں یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس تعظیم کی کچھ صورتیں ناجائز و حرام ہوں مگر یہ نہیں جو کہ انکو رہ بالا اعتقاد کے ساتھ جو تعظیم کی جائے وہ شرک قرار پا جائے۔ سجدہ ہی کو ایسے مطلقاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر شرک مانیا جائے تو پھر قرآن معاذ اللہ، تمام ملا کمر اور برادران یوسف عليه السلام بھی شرک قرار پائیں گے کیونکہ قرآن پاک نے یہ تصریح کی ہے کہ ملا کمر نے حضرت آدم کو اور برادران یوسف نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا تھا لیکن کہا پڑے گا کہ خود اللہ عز و جل نے شرک کا حکم دیا۔ (معاذ اللہ)

ظاہر ہے کہ ملا کمر کا حضرت آدم عليه السلام کو سجدہ کرنا اور برادران یوسف کا جانب سے علیہ السلام کو سجدہ کرنا، ان کو واجب الوجود جان کر سجدہ کرنا تھا بلکہ اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق سمجھ کر بعض تعظیم کے لئے سجدہ تھا۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو تعظیم تعظیم کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کے عقیدہ کے ساتھ مل کی جائے وہ شرک ہرگز نہیں ہو سکتی۔

ہم اہل سنت و جماعت انبیاء کلام و بزرگان عظام کی تعظیم ضرور کرتے ہیں۔ ان سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں مگر انہیں اللہ نہیں مانتے اور نہ سُبْتَ قلل ذائقی ان کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ اور زانہیں سُجْن عبادت جانتے ہیں اور زاد واجب الوجود و المذاہم پر بعض تعظیم کے جرم میں

شرک کا فتویٰ دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے کیونکہ تم تعظیم کی ان صورتوں کو بھی نہیں اپناتے جو ناجائز و حرام ہیں اور جن کے ناجائز ہونے پر دلائل شرعیہ مل جاتے ہیں جسے سجدہ یعنی م اس کو حرام دننا بائز سمجھتے ہیں کیونکہ حنفی اور معلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو بھی

حرام قرار دیا ہے۔ فافہم

**بُشَرَكَ کی تعریف** مشرک کے معنی یہیں اللہ کے سوا کسی اور کو خدا جانانا یا عبادت کے لائق سمجھنا یا خدا کی صفات جیسی کہ اس کی یہیں کسی اور میں جانا۔ یعنی اللہ کی تمام صفتیں ازلی۔ ابدی۔ قدیم اور نہ تائی ہیں۔ مثلاً اس کا عالم ذاتی ہے اس کا ہر کمال ابدی ہے کسی نے اس کو دیا نہیں۔ وہ خود بخود علیم، بغیر، عالم الغیب، قادر اور مختار ہے۔ تو بالکل اسی طرح غیر اللہ میں کسی صفت کو مانا جائے تو یقیناً مشرک ہے اور اگر اس طرح نہ مانا جائے تو یہ ہرگز بُشَرَک نہیں ہے۔

شرح عقائد نسفی میں ہے۔

بُشَرَک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں	الاشوّارِک میں اشبات الشریک
بُشَرَکیت ثابت کیا جائے یعنی واجب الرجوب	فی الالوہیتہ یعنی واجب الرجوب
چیسا مجموع س کرتے ہیں یا یعنی اتحاد ان	کما لل مجروس او بعینی استحقاق
عبادات جیسا بت پرست کرتے ہیں۔	العبادۃ کما العبدۃ الاصنام۔

### شرح عقائد

حضرت شیخ محمدث دہلوی اشعاۃ اللعات میں فرماتے ہیں: "باجمل بُشَرَک سر قسم است در وجود در فاعلیت در عبارات"۔

خلافہ طلب یہ ہے کہ بُشَرَک تین طرح پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کی طرح کسی کو واجب الرجوب جانتے ۔۔۔ دوم یہ کہ اور کو اللہ کے سوا اخلاق بنانے ۔۔۔ سوم یہ کفر خدا کی عبادت کر کے دیا اس کو سختی عبادت سمجھے) (جلد اول صفحہ ۱۶)

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے (۱) واجب الرجوب اپنی ذات اور کمالات میں دوسرے سے بالکل بے نیاز اور غنی با ذات صرف اللہ عز وجل ہے اور فقط رہی عبادت کا سختی ہے اور کوئی نہیں (۲) اب جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود مانے یعنی یہ کہ کسی شخص اپنی ذات اور کمالات میں کسی کا محتاج نہیں ہے یا اللہ کے سوا کسی اور کو عبادت کو سختی مٹھرائے وہ یقیناً مشرک ہے جیسے ہندستان کے آریہ روح اور مادہ کو قدیم مانتے ہیں اور واجب الوجود سمجھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کی ذات بنانے والے سے بے نیاز ہے پس بُشَرَک ہیں (۳) اسی طرح اگر

کسی کے کمالات کو ذاتی نامنے۔ اور اس کمال میں اس کو دوسرا سے غمنی اور بے نیاز سمجھے تو  
مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہر یا تدریت یا حیات یا سمع یا بصر ہو جیسے تارہ پر تو ان کا خیال ہے کہ ماں  
کے تغیرات کو اکب کی تاثیرات سے ہیں اور کو اکب ان تاثیرات میں غمنی بالذات ہیں۔ کسی کے  
محتاج نہیں۔ یہ عقیدہ بھی مشرک ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے مشرک ۔۔۔ اسی طرح اگر کوئی  
کسی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں۔ یہ بھی مشرک  
ہے جیسے بہت پرستہ ہوں کوئی عبادت سمجھتے ہیں۔ اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ پیشہ مشرک ہیں لیکن  
جو لوگ اللہ کے عطا کردہ کمالات اس کے بندوں میں مانتے ہیں۔ اور کمالات کو عطا الہی مانتے  
ہیں وہ ہرگز مشرک نہیں۔ مثلاً کوئی شخص آدمی کو سمع و بصیر کہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے  
اس کو صفت سمع و بصیر کی صفت ذاتی ہے تو وہ مومن اور موصود ہے مشرک نہیں۔ مشرک جب ہوتا جگہ  
یہ مانتا کہ آدمی میں سمع و بصیر کی صفت ذاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اللہ عز و جل کی صفات  
میں سمع و بصیر ذکر کیا ہے مگر اس کے باوجود انسان کو بھی سمع و بصیر قرار دیا ہے۔ فَجَعَلْنَاهُ مِنْ عِنْدِنَا  
بَصِيرًا۔ اور یہ مشرک اس نے نہیں کہ انسان میں جو سمع و بصیر نہیں اور کوئی ہے وہ عطا ہی ہے اور  
خدا میں ذاتی ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں کتاب دنیت سے دی جا سکتی ہیں، جن کا خلاصہ  
یہ ہی نکلتا ہے کہ کسی بھی کمال کو جو ممکن بلبھر ہے، غیر اللہ میں عطا ہی ناجائز توشہ مشرک نہیں اور ذاتی  
نما جاہے تو مشرک ہے۔ اگر ذاتی عطا ہی کا فرق نہیں تو چہ تو انسان ہر راست میں مشرک ہو جائے  
مثلاً یہ کہے: میں سُنْتَ اہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ میں موجود ہوں۔ غلطی قوت دی۔ پانی نے پیاس  
بھائی۔ اگ نے جلا دیا۔ سر دی نے نقصان پہنچایا۔ دو اتنے فائدہ دیا۔ یہ سب ایسے مشرک ہو جائیں  
حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ یہ کہ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو وہ اس عقیدے کے  
ساتھ کہتا ہے کہ دیکھنے کی قوت مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بت خود بخود نہیں ہے جب ایک  
مسلمان یہ کہتا ہے کہ دو اتنے شفاذی تو اس عقیدہ کے ساتھ کہتا ہے کہ دو ایں شفاذی نے کی طاقت  
اور تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اگر خدا نے چاہتے تو نہیں دیکھوں اور نہ دو اپنا اثر دکھائیں  
خدا حصہ یہ ہے کہ کسی کمال کو غیر اللہ میں اگر ذاتی ناجائز توشہ مشرک ہے اور اگر وہ عطا ہی طرف پر اُنا  
جاہے تو وہ ہرگز مشرک نہیں ہے جو شخص عطا ہی کمال کو غیر اللہ میں مانتے کو مشرک کہتا ہے وہ جاہل ہے

اور اگر جان پر جلد کر کہتا ہے تو خود کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے عطا کیاں ماننے والے کو شرک کہ کر نیز ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کیلات اور صفات عطا ہیں اور وہ ستفتی اور بے نیاز ہے۔

ظلہ کے معنی ہوا ہے جتنی کہ فروعصیان کے معنی میں بھی آیا ہے لیکن ہرگناہ ایسا نہیں جس کے آرکلاب سے آدمی کافر ہو جاتے تا اور قینک کافر و شرک ایسے گناہ کو اختیار نہ کرے۔ تو اسی طرح ظلم کا الفظ بھی متعدد معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ عام گناہوں کو بھی ظلم سے تعمیر کرتے ہیں۔ اور کفر و شرک پر بھی ظلم کا الفظ بولا جاتا ہے۔ (۱) **لَمْ يَلِسُوا لَبْسًا** کے معنی (اختلاط، ملانے کے) ہیں۔

تجہب یہ آئیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ دہی لوگ امن میں ہیں جو اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملاتے تو صحابہ کلام نے اس کو عموم پر محوال کیا اور کہنے لگے ہم میں کون ہے جو دعویٰ کرے کہ اس سے گناہ نہیں ہوا۔ اس پر دوسری آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا۔ آئیہ مبارکہ میں ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہے بلکہ ظلم سے مراد شرک ہے تو اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ امن میں دہی لوگ یہیں جو ایمان لا کر شرک و کفر کا آرکلاب نہیں کرتے۔

## کیا قیامت کا علم کسی کو نہیں عطا کیا گیا؟

قرآن مجید کی آیت ان اللہ عنده علم اس اعتماد از سے یہ مطلب نہالا جاتا ہے کہ امر نہ سر (جس میں قیامت ہے) کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ صرف ہے، اللہ تعالیٰ نے ان امور کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ تو اس کے متعلق عرض ہے آیت کامفہوم یہ ہے کہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کا علم حقیقی خدا کے سرو کسی کو نہیں ہے اور وہ یہ ہیں (۱) قیامت، کا وقت (۲) بارش کب ہوگی (۳) پیش میں لڑکے یا لڑکی زندگی کی کارے گا (۴) اور کس زمین میں مرے گا ————— لہذا ضروری ہے کہ

ویا ندارتی کے ساتھ دلائل شرعی پر نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ اس آیت کا صحیح مطلب کیا ہے۔

۱۔ بہ پانچ غیب کی تامیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کسی کو بتانے پر قادر نہیں ہے اگر یہ مطلب دیا جائے تو عقلاءً و فقلاً باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ہمکن پر قادر ہے ولہلہ علی ہلی شی فتنہ میں ہے لہذا اگر یہ ان دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان پانچ امور غیر بپرسی کو مطلع کرنے پر چیز قادر نہیں ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہو گا جو حقیقتاً گھری ہے۔ لہذا امان پڑھے گا کہ اللہ تعالیٰ ان امور غیر بپرسی کو مطلع کرنے پر قادر ہے۔

۲۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کر دینے اور بتادینے سے بھی کوئی ان غیب کی باول پر مطلع نہیں ہوتا تو ایسا کہنا غلط ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا علم عطا فرمادیا تو وہ شخص اس چیز کا عالم ہو گیا۔ عالم کو جاہل کہنا بھی درست نہیں۔

۳۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا تو یہ بھی غلط ہے اور ایسا کہنا قرآن و حدیث کی تحدی نصوص کا انکار کرتا ہے جو کفر ہے کیونکہ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر اپنے برگزیدہ رسولوں کو مطلع کرتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ ﴿لَا يُظْهِرُ عَلَى عَيْنِيهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولِنَا جب سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

۴۔ یہ کہ غیب پر مطلع تو فرماتا ہے گہاں پانچ چیزوں پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا تو ایسا کہنا بھی غلط ہے کیونکہ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عز وجل نے ان پانچ امور کا علم بھی عطا فرمایا جیسا کہ ابھی ہم ذکر کریں گے۔

لہذا اس توضیح سے آیت کا مفہوم صحیح یہ معلوم ہوا کہ یہ پانچ امور غیر بپرسی بالذات صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ خدا کا معلم ذاتی ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی کسی چیز کا بالذات عالم نہیں ہے تو آیت زیر بحث میں جو یہ فرمایا گیا کہ ان پانچ باول کا علم صرف اللہ تعالیٰ کہتے ہے اس علم سے علم ذاتی مراد ہے اب رہایہ کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کسی کو ان پانچ باول کا علم عطا نہیں حاصل ہوتا ہے۔ اس میں اس کی ہرگز ہرگز نہ ہوئی ہے چنانچہ قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی غیر اللہ سے نفع کی گئی ہے۔ اس سے مراد ہی نہیں بلکہ کوئی نہیں۔ رہا اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی تعلیم دیتے سے جانتا اس کی حقیقی آیت میں نہیں ہے چنانچہ صحیح عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اشعة المحتات شرح مختصرۃ کتاب الایمان میں تحریر فرمایا ہے کہ :

مرد آنست کہ بے تعلیم الہی بحسب	یعنی مراد یہ ہے کہ ان امور غرب کو بغیر
عقل یعنی کس اینہا را تمدانہ از امور	اللہ کے تباہے ہوئے کوئی نہیں جان
غیب اند کہ جغر خدا کے آں را تمدانہ	سکتا کیونکہ ان کو خدا کے سو اکوئی نہیں
سکھ آں کروے تحالے از نزد خود کے	جانتا مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف
طابو جی دا لام بداند۔	سے بلادے وجی سے یا الہام سے

تفیرات احمدیہ میں اسی آیت کے ماتحت شیخ ملا جیون استاد عالمگیر بادشاہ علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا اکابر گرجان پائی باول کر اللہ تعالیٰ کے سو اکوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ اللہ عز وجل پہنچ محبوب اور ولیع میں سے جس کو چاہیے تبادے کیونکہ لفظ غیر معنی مخبر ہے (تفیرات احمدیہ) یہ ہی ضمرون تفسیر صادی زیر آیت ماذَا تَكْسِبُ عَذَابَ التَّفَسِيرِ عَرَسُ الْبَيَانِ زیر آیت لغٹھے هافی الا زح اهرا و تفسیر درج البیان اور دیگر تفاسیر میں ہے کہ ان پائی باول کا علم بے تعلیم الہی کسی کو نہیں۔ لیکن اللہ کی تعلیم دینے سے انبیاء کرام کو اور ان کے ولیوں سے اولیاً کرام کو محی حاصل ہے۔

اب ہم ان احادیث کو محی پیش کر دیں جن سے یہ واضح ہو گا کہ حضور علیہ السلام کو "امور غرب" کا علم محی عطا ہوا۔ چنانچہ بخاری شریعت کتاب بعد اخلاق روز خکر الامانیہ میں حضرت فاروق عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم مصلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفریش سے تاقیا م قیامت کی خبر دے دی جتنی کہ اہل جنت میں اول دونوں دو خی میں پہنچ گئے یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک نہ کی خبر حضور علیہ السلام نے دے دی مسلم شریعت کے الفاظ یہ ہیں۔

ذَخْرَبَرْنَا يَمَّا أَهُوَ كَامِنُ إِلَى	ہم کو حضور علیہ السلام نے تمام اُن اقتعا
يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مختصرۃ باب العجزات)	کی خبر دے دی جو قیامت تک بونے
	دا لے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے تمام ہونے والے واقعات بیان فرمائیے تو اپنے ملکن ہے کہ آپ کو قیامت کا علم دہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سادا تھکس کے بعد ہو گا تو جو آخری واقعات شاد فرمایا وہی دنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتداء تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقت کا علم ہے۔

۶۔ ترمذی بابُ العلاماتِ بَيْنَ يَدِيِ السَّاعَةِ - حضور علیہ السلام نے فرمایا کرفتہ یا برج ماجوج کے بعد اللہ تعالیٰ عالم گیر مینہر بھیجے گا۔

مشکلة باب لَا تَقْفُهُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى أَشْرَارِ الْمُتَّامِنِ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب سب لوگ مر جائیں گے تو بارش ہوگی جس سے آدمیوں کے جسم بجال ہو جائیں گے ویکھئے بارش کب آتے گی؟ اس کی خبر حضور علیہ السلام سینکڑوں برس پہلے دے رہے ہیں۔

۷۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام محمدی کے پیدائش نے کی اطلاع دی۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کو ایسا کام ہونے کی خبر اس وقت سے ہے جب نطفہ بھی اپ کی پیٹھی میں نہیں۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیدائش نے کی اطلاع دی۔ مشکلة شریف۔

۸۔ کل کی بات کی اطلاع اس حدیث سے ثابت ہو رہی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے قیامت تک ہونے والے واقعات بیان فرمادیے۔ نیز وقت جنگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کل ہم فوج کا نشان ایسے شخص کو دیں گے جس کے باہم پر خبر فتح ہو گا۔ پناہ پچھا ایسا ہی ہوا یہ کل کی خبر حضور علیہ السلام نے دی۔

۹۔ خود اپنی دفاتر شریف کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد تمہاری تمہاری ملاقات نہ ہو اور قمیری اس مسجد اور قبر پر گذرد۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

مشکلة اس نہ تلقی بعده عامو ہنسن اول لعلک اَنْ تَمْرِسْ مسجدی هذاؤ قبری اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے حضرت اپنی رفتائے اکی اطلاع دی۔ بلکہ اپنی دفاتر کی جگہ اور قمیرس کی جگہ سبی تباہی۔ ہم اسال اس تسمم کے مضمون کی سینکڑوں صیشیں ہیں جس اس امر پر دل ان راستہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عز وجل نے ان پانچ باتوں کا علم بھی عطا فرمادیا ہے۔

## شافع شہر ابرار ہے

**گناہ کاروں کی واد فریاد سے پہلو تھی کریں گے** | بخاری شریعت میں جناب انس بنی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ایک طبیل حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔

”رذقِ امتِ مونینِ جمع کئے جائیں گے کہیں گے کاش بخوبی رب العالمین کوئی شفاعت کرنے والا لالاش کرتے ہو جیں ہمارے اس مکان سے راحت دیتا تب حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کیں گے۔“

”الش تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ آپ کو ہر چیز کے اسما کا علم دیا۔ آپ ہماری اللہ کے حضور میں شفاعت کیجئے۔“

حضرت آدم فرمائیں گے یہ را کام نہیں ہے تم حضرت نوح کی خدمت میں جاؤ۔ وہ پہلے رسول ہیں جو زمین کی طرف یتھجے گئے۔ لوگ جناب نوح کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب شفاعت ہوں گے۔ حضرت نوح حضرت ابراہیم کی خدمت میں بھی دیں گے۔ حضرت ابراہیم مجھی یہی فرمائیں گے کہیں اس کا اہل نہیں ہوں۔ وہ جناب موسیٰ کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیں گے۔ پھر یہ لوگ حضرت میسیح کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب شفاعت ہوں گے تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے یہی منصب ہے ہے۔ تم لوگ حضرت سید الانبیاء محمد صطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں جو خدا کے عہد غاصب نہیں۔ مصروف ہی ہیں۔

اب یہ لوگ حضرت سیدنام علی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب شفاعت ہوں گے۔ حضور سیدنام علی اللہ علیہ وسلم اپنیں خشغِ انہیں خشغِ انہیں سلی اللہ علیہ وآلہ وسالم فرماتے ہیں۔۔۔

”جب یہ لوگ یہ سے حضرت جاذراوں کے توبیں اپٹے۔ بے اُن شفاعت جا سوں کاواز صحیحے حضور کا کی اجازت سے گی۔ جب میں اپنے رب کے دیدار سے شرف ہوں گا۔ سجدہ میں اُر راؤں کا گاہو جب تک اللہ چاہے گا، اسی سال میں رہوں گا۔ پر اسندب العزت فرازے گا۔“

اَرْقَعَ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ  
وَقُلْ تَشَعَّعْ وَ سَلْ  
تُغْطِيْهَ فَإِشْعَاعَ تَشَعَّعَ  
بِجَنَاحِيْهِ مَتَّا مُجْتَهَيْهِ

”سراخایتیے اے محمدی اللہ علیہ وسلم  
اویبات کئے یئی جائے گی اور سوال  
کیجھے سو جاپ نالگیں گے وہ آپ کو دیا  
جائے گا۔ اور شفاعت کیجھے آپ کی  
قبل کی جائے۔

حضرت فرماتے ہیں پھر میں اپنے رب کی ان حماد کے ساتھ حمد کروں گا جو اس نے مجھے علم  
فرمائی پھر میں شفاعت کروں گا، اور میرے لئے حد مقرر کی جائے۔ میرے ان کو جنت میں داخل  
کروں گا۔

پھر حضور رب العالمین رجوع کروں گا، سجدہ کروں گا پھر سراخایتیے پر مذکورہ بالاندازیں  
میں اپنے رب کی حمد کروں گا، پھر کجا جائے گا اے محمدی اللہ علیہ وسلم سراخایتیے جو فرمانا ہو فرماتے  
سنا جائے گا جو اگلا ہو ما تجھے دیا جائے گا۔ شفاعت کیجھے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔  
پھر میں اپنے رب کی حمد کروں گا۔ پھر شفاعت کروں گا۔ میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔  
پس میں ان کو جنت میں داخل کر لاؤں گا۔ پھر حضور رب العالمین رجوع کروں گا مجھے اپنے رب  
کا دیدار ہو گا۔ سجدہ میں گرجا داؤں گا۔ پھر سراخایتیے کی ندائے گی اور فرمایا جائے گا، کہتے سنا جائے گا  
شفاعت کیجھے قبول کی جائے گی۔ مانیجے جو آپ نالگیں گے دیا جائے گا پھر میں اپنے رب کی  
ان حماد کے ساتھ حمد کروں گا جو اس نے مجھے تعلیم فرمائی۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ میرے  
لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی طرف رجوع کر کے عرض کروں گا۔  
اپنی دوزخ میں سوائے ان کفار کے کوئی باقی نہ رہا جو عکم قرآن جنمی ہیں اور جن کا خلو و اور  
ہمیشہ جنمیں میں رہنا واجب ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”جس تے لا الہ الا اللہ کہا، ہر اور اس کے دل میں فائز گندم کے برابر اور فتوہ کے برابر اور  
جو بھر بھی ایمان ہے، جس نے نکال لیا جائے گا۔“ (بخاری شریف)  
اگر چیزیں میں تجھیم الدین میں کے الفاظ میں یعنی شفاعت طلب کرنے والے نہیں  
ہوں گے بعدم دارِ حسب کا رشاعت دہننا کہا کی شان ہے۔

مَنْ كَذَّبَ بِالشَّفَاعَةِ فَلَا  
تُعْيَثُ لَهُ دِينُهَا -  
جس شخص نے شفاعت کی تکنیب کی  
اور اس کو محصلایا، شفاعت میں  
اس کا حصہ نہیں۔  
(فتح الباری پ ۱۹)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے کہ سیدنا فاروقؓ عظیم طی اللہ تعالیٰ  
عنہ نے خطبے میں فرمایا یعنقریب اس امت میں ایسا اگر دہ پیدا ہوگا، جو رجم اور قتل و جہال اور غذاز  
قرکی تکنیب کرے گا۔

وَ يُكَذِّبُنَّ بِالشَّفَاعَةِ فَ  
مَكَذِّبُنَّ بِقَوْمٍ بُخْرَ جُنُونٍ مِنَ  
الثَّارِ (دیہقی) اور شفاعت کو محصلائے اور اس قوم  
کی تکنیب کرے جو دونخ سے نکالی  
جائے گی۔

حدیث مکوسر سے واضح ہوا تمام مولین حثیٰ کر گذشتہ امتوں کے تمام ایماندار بھی طالب  
شفاعت ہوں گے چنانچہ اس کی تائید حدیث کے ان جملوں سے بھی ہوتی ہے۔  
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روزِ قیامت، جماعت جامعت ہو جائیں گے کہ ہر امت  
اپنے بنی کی پیر دہو کر عرض کرے گی۔

يَفْلُزُنَّ يَا فَلَانُ اشْفَعَ  
يَا فَلَانُ اشْفَعَ حَتَّى تَنْهَى  
الشَّفَاعَةُ إِلَى الْمَتِّيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -  
یا حضرت شفاعت فرمائیے، یا حضرت  
شفاعت فرمائیے (پھر ان کی رہنمائی  
سے) سلسلہ وار تمام انبیاء کے پاس  
اُతی ہوئی شفاعت حضور علیہ السلام  
تک پہنچے گی۔  
(بخاری ح ۲۹ پ ۳۷)

• واضح ہوا کہ اولین و آخرین میں سے کوئی ایسا دہو گا جو طلب کار شفاعت نہ ہو جس سے  
اس امر پر دشمنی پڑتی ہے کہ شفاعت کا مسئلہ آتا ہم ہے کہ اس پر تمام عالم کے مولین زاد آدم  
علیہ السلام سے قیامت تک کے ایمانداروں کا جماع ہے اور ان مولین میں سے کسی کو بھی نہ  
شفاعت کا نکار ہے اور نہ تردد۔

• تمام انبیاء کلام کی بارگاہ ہوں سے ہو کر لوگوں کا حضور کی خدمت میں آتا حضور کا وہ اعزاز و

اکرم ہے جو آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے جواب میں حضور نبیین فرماتے کہ میں تو بنتے تھے  
ہوں تمہاری حمایت نہیں کر سکتا بلکہ فرماتے یہیں تو یہ ہے۔

**فَأَقُولُ أَنَّا لَهَا (بخاری)**

سبحان اللہ امیدواروں کی تسلی فرادی کشفاعت ہمارا منصب ہے اور آج تمہاری حاجت روائی ہمارا کام ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کے اعزاز و اکرم کی انتہا یہ ہے کہ عرصاتِ عشر میں تمام انبیاء کرام حضور ہی سے امتنوں کی شفاعت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوں گے حضور سید عالم نو محبوب اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسی انتظار میں بخراہ عمل گا کوئیری است مرط پر گذرنے اتنے میں جناب عیسیٰ علیہ السلام حاضر ہو کر عرض کریں گے۔

**يَا مُحَمَّدُ هَذَا لِأَنْبِيَاءٍ قَدْ أَمَّ مُحَمَّلُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَلَمْ يَتَّمِّمْ أَنْبِيَاءٍ**

آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر  
حاء تدق۔

و درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ تمام امتوں کو جہاں چاہے۔

متفرق فرما دے تاکہ جب مصیبت ہیں وہ ہیں اس سے نجات ملے۔

• علام ابن حجر علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

**إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ جَمِيعًا يَسْأَوْنَهُ** تمام انبیاء کرام جمیع ہو کر حضور علیہ السلام

فِي ذَلِكَ . (فتح الباری ۱۹۶)

• امام محمد بن علی نووی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کی درخواست پر حضور علیہ السلام

کا بے تائل آمادہ شفاعت ہو جانا اور لوگوں کی درخواست قبل فرما نہیں سبب ہے کہ حضور  
ان هذِ الْكَوَافِهِ فَالْمُتَّمَّلَةِ

بیتیں جانتے ہیں کہ یہ عزت و نیزت  
(صلی اللہ علیہ وسلم، خاتمة الرسل ﷺ) آپ کے لئے مخصوص ہے۔

• اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ سب سے پہلے دروازہ شفاعت حضور ہی کے لئے  
کھلے گا، حضور سے قبل کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی ہے

فقط اتنا سبب ہے انعقاد زمِ عشر کا کران کی شانِ محبوب رکھائی جائیوالی ہے

پھر حضور فرماتے ہیں۔

**أَخْرِجُوهُم مِنَ النَّارِ فَأُذْخِلُهُمْ  
الْجَنَّةَ (بخاری)**

گویا حضور کی شانِ شفاعت یہ ہے کہ حضور خود مونین کو جہنم سے نکالیں گے اور جنت میں داخل فرمادیں گے یہ اختیار نہیں تو اور کیا ہے۔

• پھر اللہ رب العزت جل مجده کے حضور میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرم یہ ہے کہ حضور سے بس ہوئیں۔ ابھی حروفِ شفاعت زبانِ اقدس پر نہیں آیا ہے۔ ابھی لفظ سوال عرض نہیں کیا گیا کہ حجت حق نے سبقت کی اور اپنے محبوب رسول کی ولادتی و رضا جوئی کے لئے فرمایا۔

”اپنا سارا تھا یہ، شفاعت کیجئے، قبول کی جائیں گی۔“

ہاں ہاں؛ عرصاتِ محشر میں سرفرازانِ عالم نسبیاً درمیان کامنقدس و موصوم گردہ لب کشان کی جرأت نہیں کرتا مگر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاهت و منزلت یہ ہے کہ اپنے مقصد کے لئے جنش لب بھی نہ ہوئی تھی کہ نہ الہی آئی۔ ہے۔

”اے نبی اللہ علیہ وسلم سارا تھا یہ، انجیکے شفاعت کیجئے۔ دیا جائے گا، مُنا جائے گا۔“

• حدیث زیرِ بخش میں ہے کہ لوگ درج بدرجہ انبیاء کرام کی بارگاہیں سے ہوتے ہوئے بخوبی حاضر ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ابتدائی میں حضور کی خدمت میں کیوں شیعیج دیتا کہ لوگ جلد اپنا مستصدر پا لیتے پھر طلبِ شفاعت تو لوگ بالہامِ الہی کریں گے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں ہے

**فَلَيَهُمْنَ لِذِلِكَ (سمن اصلیٰ)**

تو الہام میں کیوں نہ تباہیا گی کہ حاجتِ روانی صرف اور صرف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے ہوگی۔

اس کی حکمت میں علام نووی نے فرمایا۔ انبیاء با یقین یہ جانتے ہیں کہ صاحبِ شفاعت حضور سید عالم نورِ جسم صلی اللہ علیہ وسلم میں لیکن ہر ایک نبی کا درسرے کی طرف چیجنگا اس لئے ہے کہ لوگ ایک کی شفاعت سے درسرے کے پاس اور درسرے کی شفاعت سے تیرے کے پاس اسی طرح سلسلہ بدلے بحضورِ نبوی باریابی حاصل کریں اور حضور کی توجہ اور لفظ کوہم کے لئے حضور کی

بازگاہ میں انبیاء کی شفاعة تھیں لائیں (نوری حج امت)

اللَّهُ رَبُّ الْعِزَّةِ جَلَّ مجھے تھے اپنی محشر کو حضرت آدم اور ان کے بعد اور انبیاء کرام علیهم السلام کی خدمت میں طلب شفاعت کا الہم فرمایا اور ابتداء حضور علیہ السلام کے حضور درخواست شفاعت پیش کرتے کا الہام دیا گیا اس میں چکت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اظہار ہو کیونکہ اگر ابتداء ہی حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تو یہ احتمال رہتا کہ شاذ و مسرے نہیں اور سب نے انکار کر دیا پھر حضور کی خدمت میں درخواست کی اور حضور نے فوراً قبل فرمائی تو اس سے بھل گی کہ حضور کے کمال قرب اور عجوبیت تہامیں کسی کی شرکت نہیں ہے

وَفِتْنَةٌ تَقْضِي لَهُ حَلَّ اللَّهُ عَلَيْهِ اور اس امریں دلیل ہے کہ حضور نام

وَسَلَّمَ عَلَى جَمِيعِ الْمُخْلُوقَاتِ انبیاء و مرسلین ادھل کامل آدمیوں اور فرشتوں

مِنَ الرَّسُولِ إِلَّا ذَمِيَّتُهُنَّ اور تمام مخلوقات سے افضل میں کیونکہ

وَالْمَلَائِكَةُ فَإِنْ هَذَا لَأَمْرٌ عظیمٌ شفاعت علیلی پر اقدام کرنے والہل

كَسْنَهِ (کی اپ کے سراکسی میں قدرت العظیمُ وَهِيَ الشَّفَاعَةُ

الْعَظِيمُ لَوْيَشِدُ عَلَى الْأَقْدَامِ

عَلَيْهِ غَيْرَهُ حَلَّ اللَّهُ عَلَيْهِ بِطْمَ

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں -

أَنَّا أَوْلَى النَّاسِ بِشَفَاعَةِ میں پہلا شخص ہیں جو جنت میں شفاعت

الجَنَّةِ فِي أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ کروں کا اور میں بھانجت تبعین کے نہیں

بَنَعًا۔ (رسم بدراست) میں سب سے بڑھ کر ہوں -

أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ بَنَعًا فِي أَنَا میں انبیاء میں تبعین کے لحاظ سے سب

أَقْلَى مَنْ يَقْرَئُ بَابَ الْجَنَّةِ سے زیاد ہوں اور میں ہی سب سے پہلا

وَشَعْرٌ ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھڑاں گا۔

تَسَأْلُ فَتَعْطِيْ تَشْفِعَ فَتَشْعِعُ مانیجے آپ دیے جائیں گے سفاش

لیں احدا الاختت لوائیک  
کیجئے وہ قبل کی جائے گی، سمجھی آپے  
(عینی حج، ص ۱۳۲)

## القرآن المجید

**القرآن المجید** قرآن مجید اللہ کی آخری وحی، ہادی انسانیت، کائنات کے دینے نظر کتاب۔ اللہ کا کلام۔ ربِ ذوالجلال کی وحی۔ نوع انسانی کے لئے آخری ضابطِ حیات فور۔ ہدایت۔ رحمت۔ بوعظت۔ کائنات کے لئے مرشدِ حق اور اہم کل۔ کامل و مکمل وین۔ الفردی و اجتماعی زندگی کے لئے روشنی کامینار۔ انسانیت کے لئے دنیوی حیات اور ہادی ہے۔ قرآن ضیارِ الاسلام ہے جس کی تم تلاوت کرتے ہیں۔ یہ اللہ کی آخری وحی ہے جو اس نے اپنے آخری رسول حضور سرور کائنات فخرِ موجودات محمد مصطفیٰ علیہ التَّحَمَّدُ الْمُشَّنَّا پر نازل فرمائی۔ قرآن کیا ہے؟ کبیل نازل ہوا کس شان سے نازل ہوا۔ کبیل کا سیعہ وحیِ الہی کا گنجینہ بننا خود قرآن نے اسے بیان فرمایا ہے۔

۱) تَسْلِيْلٌ مِّنْ تَرْبِيْتِ الْعَلَمِيْنَ  
اس نے آثارِ جو سارے یہاں کا رجب  
(العلاء)

۲) تَسْلِيْلٌ مِّنْ حِكْمَمِ حَمِيْدٍ  
رحم السجدہ  
الحمدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى  
عَبْدِهِ الْكِتَّابَ - رکعت

سب خوبیں اللہ کو جس نے اپنے بہرے  
پر کتاب یعنی قرآن نہما۔  
یونہی وہی فرماتا ہے تمہاری ذریوت  
اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ آپ پر  
رکعت، قرآن نازل فرمایا۔

ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ  
آتاری۔

بائل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس  
کے آگے سے نہ اس کے پیچے سے.  
بے شک ہم نے تم پر قرآن تبدیل کی  
آتارا۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ  
بِالْحَقِّ。 (السماں ۴۰)

لَدُنْ يَاتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ كَيْنَ  
بِيْدِنَهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ نَصَلتْ هُمْ بِهِ  
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ  
تَذَرِّيلًا (روسر)

## نَزْولُ قُرْآنٍ كَيْفِيَّتُ

لوں محفوظے آسمان دنیا پر قرآن کا یکبارگی نزول رمضان  
میں ہوا۔ جبریل امین لوحِ محفوظ سے پر اقرآن اخذ کر کے  
آسمان دنیا میں پر آئے اور فرشتوں کو الٹا کرایا اور فرشتوں نے موجودہ ترتیب کے مطابق اپنے  
صحیفوں میں تکویر بیت العزة میں رکھ دیا جو آسمان دنیا پر ایک مقام ہے۔ پھر ہبہ سے حسب  
حکمت، انہی حضرت جبریل جتنا جتنا منظورِ الہی ہوا مجھوں نبوی لاتے رہے۔ عالمگیرِ زما صحفت  
ابڑیں دنیا کی یکم کو توسیت، ۲۔ کو انگل، ۳۔ کو اور قرآن، ۴۔ رمضان المبارک کو نازل ہوا جتنا قرآن  
نازلا ہوتا ہے اب دنیا سے دوسرے رمضان نہ کھو حضرت جبریل کے ساتھ اس کا دو فرائی  
جس سال حضور کا وصال ہوا اس سال دوبار دور ہے۔ (بخاری)

## رمضان کے مبارک مہینے میں قرآن نازل ہوا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ  
الْقُرْآنُ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ وَبَيِّنَاتٍ  
مَّنَ الْهُدْيٰ وَالْقُرْآنُ  
إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ  
وَاللَّيْلَاتُ مُتَنَاظِرَاتٍ

نَزْولُ قُرْآنٍ کی مدت ۱۲ سال  
مرا دبے تبریزان کے آخری دشون کی اکہ طلاق

تاریخ کی رات ہے۔ شبِ قدر میں قرآن پاک تمامہ لمح محفوظ سے آسان دنیا کی طرف آنا را اگلی پھر دن سے حضرت جبریل تیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کے نازل ہے۔ سب سے پہلے وحی سورہ اقراء کی پانچ آتیں ہیں۔ تکمیل قرآن کی کل مدت ۲۳ سال ہے۔

قرآن حضور علیہ السلام پر نازل ہوا۔ حسنور اللہ کے رسول ہیں اور آپ کا نام نبی اسمٰ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

- ۱- بے شک آپ رسول میں سے ہیں
- ۲- مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ

پھرے وحی بڑی عظمت والی تھی۔ کلامِ الہی تھا۔ اس کے جلال کا یہ عالم تھا کہ خود قرآن نے اعلان کیا  
 إِنَّا سَنُنْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا  
 بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری  
 ثقینہ (مرتل)

**وحی الہی کا جلال اور عظمت**

وَحْيَ الْهِيِّ كَأَجْلَالِ عَظَمَتْ  
 ہوتی تو حضور کی جیں اقدس پیغمبر سے تراویح پڑھ رہے مبارک  
 سرخ ہو جاتا۔ اونٹی پر صلیہ فرمادی تو اونٹی میٹھ میٹھ جاتی۔ حضرت زید ابن ثابت صحابی کہتے  
 ہیں۔ میری ران حضور کا تکمیل ہے کہ وحی آنسے مگی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری ران کے گردے دیکھ کر  
 ہو جائیں گے۔ (بخاری)

أَكْرَمُ يَقْرَآنِ كَمِيْ پَهْاڑِ پَتَارَتَ قَفْرَر  
 لَوْأَنْزَلَنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ  
 قَوْسَهُ دِيكَتَاجَكَاهَا هَوَّا پَاشَ پَاشَ ہَوَّا  
 خَشِيَّةُ اللَّهِ رَالْخَشِّ

یعنی قرآن کا جلال اور اس کی عظمت و شان ایسی ہے کہ پہاڑ کو اگر ادا ک ہتھا تو باد جو د  
 آنسخت و ضربوت ہوتے کے پاش پاش ہو جاتا۔ مگر سبحان اللہ حضور کا قلب اقدس وحی میں  
 پر عظمت جلال بجزیکا متحمل ہوا۔

نَائِئَةُ نَرْكَلَةٍ عَلَى قَلْبِيْ بِإِذْنِ  
 تَوَسُّ (جبریل) نے تمدے دل  
 اللَّهِ - (بَقِرَاءَ نَسْلَةَ بِهِ الرَّفْحُ

الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ شَعْرٌ ۝ روح الامین لے کر لاتا۔

الله عزوجل کی آخری وحی (قرآن) کا مرد و مبین حضور کا پاک و منزہ قلب اور اس کی جلوگاہ آپ کا سید اقدس تھا اور وہی لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جن کو الشروح الامین (امانت دار درج) فرمایا گیا۔ حضرت جبریل امین کو بحضور نبوی تقریر باچوں میں ہزار مرتبہ بار باری بیان کا شرف حاصل ہوا۔

حراس کے مقدس غار میں حضور مراقبہ حق میں تھے کہ حضرت جبریل امین حاضر ہوئے عرض کی افتخار پڑھیے۔

## سب سے پہلی وحی اور اس کی کیفیت

إِشْرَاءِ بِإِبْشِيرِ رَبِّكَ الَّذِي  
بِثُورَادِيَّةِ سَاحِرِكَ اَسْبَقَ سَبَّ كَمْ بِيَارَسَ نَامَ كَ  
خَلَقَ ۝

حضرت علیہ السلام جبریل امین کے دھی پہنچا کر فارغ ہونے سے قبل یاد فرمائے کی سی فرنٹ تھے جلد جلد پڑھتے۔ زبان اقدس کو حکمت دیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ افسوس ہمایت دی کہ اپنے جلدی سے کچھے۔ قرآن کا آپ کی زبان پر بماری کرنا۔ آپ کے سینے میں محفوظ کرنا۔ آپ کی یاد کرنا اور قرآن کے معنی و معنوں اور اس کی یاد کریں کا آپ پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ کرم پڑھے۔

لَوْ تَحْرِكْ بِبِهِ لِسَانَكَ تَهْيَا كَمْ بِيَارَسَ نَامَ كَ  
لِتَعْجَلَ بِسَهْلَهِ اَنَّ عَلِيَّنَا جَمِيعَهُ مُنَزَّهٌ فَمَآذَا  
سَاحِرِكَ زِبَانَكَ كَوْرَكَتْ زِدُوِيَّكَ جَمِيعَهُ مُنَزَّهٌ فَمَآذَا  
اَسَ كَمَحْفُظَكَ زِنَادَهُ اَرْبَعَتَهُ مَهْمَلَهُ مُنَزَّهٌ فَمَآذَا  
بِهِ تَرْبِبَهُمْ اَسَهْلَكَ اَسَهْلَكَ اَسَهْلَكَ اَسَهْلَكَ  
وَقْتَ اَسَهْلَكَ اَسَهْلَكَ اَسَهْلَكَ اَسَهْلَكَ اَسَهْلَكَ  
(تیہمہ)

کرد۔ پھر بے شک اس کی یاد کیجیں۔

کام پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

الله تعالیٰ۔ تجھے خدا کی مشتملت گوارا نہ فرمائی۔ قرآن پاک کا سینہ نبوی میں محفوظ کرنا آپ نے

ذر کرم پر لے لیا۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور علیہ السلام وحی کو ہاطیناں سنتے اور جب تمام ہو جاتی تب پڑھتے۔

حضرت کاظم نیسان سے پاک ہے | پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضور کو قرآن پاک

ہم تمہیں پڑھائیں کہ تم جھولو گئے نہیں سُنْفَرِيْقَ قَلَّا تَنْشَى

اس آیت میں حضور کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ آپ کو حفظِ قرآن کی نعمت بے محنت عطا فرمائی اور اتنی بڑی عظیم کتاب بغیر محنت و مشقت اور بغیر تحریر دوسرے کے آپ کو حفظ ہو گئی اور اس شان سے ہوئی جو بھول چوک اور نیان سے پاک اور منزہ ہے،

اللہ نے حضور کو فُتُّ آن پڑھایا اور اس کے اسرار کی تعلیم دی

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ  
أَوْرَ اللَّهُ نَزَّلَ تُمْ پَرْ كِتَابَ اُوْرَكِتَ  
وَالْحِكْمَةَ رَعَلْمَكَ مَا لَمْ  
آتَرِيْ اُوْرَتَمِسْ سَخَادِيَا جَوْ كَچَرَ تُمْ نَهْ جَانَتَ  
ثَكُنْ تَعَلَّمَ دَوْ كَانْ فَضْلُ اللَّهِ  
عَلَيْكَ عَيْطَنَما هَ دِنَسَارِ

الرَّحْمَنُ هَ عَلَمَ الْقُرْآنَ  
خَلَقَ إِذَا شَانَ هَ عَلَمَهُ الْبَدَانَ  
كُوْرْقَانَ كَابِيَانَ سَخَادِيَا  
وَرَجَنْ نَهْ اپَنَے مُجَوَّبَ کوْ قرآن سَخَادِيَا

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو قرآن پڑھایا نہ صرف پڑھایا بلکہ اس کے اسرار و مونکی تعلیم سے بھی حضور کو نوازا اور جو چیز بھی حضور کے علم میں نہ تھی سب سکھا دی اور قرآن کی پری فیر حضور کو عطا فرمادی۔

قرآن حضور کا مججزہ کامل ہے | قرآن کریم اسلام کی صداقت و حقانیت کا نشان ہے  
مجزو ہے زندہ مججزہ حسی و معنوی مججزہ حضور کو پیش کا گاہ  
اہلی سے جو مجررات عطا ہوتے۔ ان سب سے بلا سب سے افضل و اکرم اور سب سے عظیم

مججزہ قرآن مجید ہے کفار لے جب مججزہ طلب کیا تو ان سے کہا گیا کہ قرآن اسی سب سے بڑا معجزہ ہے  
 اَوْلَةٌ يَكْفِهُمْ اَنَا أَشَرَّتُنَا      کیا ان کو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے  
 عَلَيْنَاكَ الْكِتابَ يَسْتَلِي عَلَيْهِنَّمْ      آپ (حضرت) پر کتاب اُماری جوان  
 کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔      (عنکبوت)

ویگران بیار کرام کے معجزات و قوتی دعا صرفی تھے۔ اب صرف ان کا ذکر باقی ہے میکن حضور کا  
 مججزہ، قرآن دامنی ابدی مججزہ ہے اور اس کے اثرات و برکات بھی قیامت تک لوگوں کو کھینچنے  
 رہیں گے۔

**قرآن حضور کا لازوال مججزہ ہے** | دیگر نسبیاً کرام کے معجزات وقت پر عاصی طور  
 پر ظاہر ہوئے میکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 مججزہ قرآن مجید قیامت تک دنیا میں قائم رہے گا۔ قرآن چونکہ حضور کا دامنی لازوال مججزہ ہے۔  
 اس لئے اس کا اثر بھی ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا جس قدر بیار کرام کو معجزات ملے کسی پر  
 اللہ تعالیٰ نے چیلنج نہیں دیا میکن قرآن حضور کا ایک ایسا مججزہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے  
 تحدی کی ہے۔

فَأَتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِثْلِهِ (بقر)      تو قرآن جیسی ایک ہی سورۃ لاو۔  
 بَحْرَ اللَّهِ تَعَالَى نَفَخَ فِي سَبَقِنَسْكَنِ فَرَادِيِّ كَأَرْجَنِ وَإِنْسَانَ مَلِكَ بَحْرِيِّيْنَ كَفُورَ جِبِيَا  
 بِنَالَّمِيْنَ۔

لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ فَلَنْ كَانَ      قو نہیں لاسکتے۔ اگرچہ ایک دسرے  
 بَعْضُهُ لِبَعْضٍ خَلَهِنْرا۔      کی مدد پر کیوں نہ ہوں۔  
 (ربنی اسرائیل)

**قرآن کی مثل لانا ناممکن و محال ہے** | قرآن کے وجہہ اعجاز کے بیان کے لئے دفتر  
 درکار ہے۔ نظر قرآن کی فصاحت و بلا غلط۔  
 کلام کی شیرینی نسلکنی تماشی اور تسبیح اسلوب کا انداز جدید۔ دلوں کی باتوں کا اظہار۔ پیش گوتیاں  
 جو انسانی قرست سے باہر رہیں۔ اول سے آخر تک نظر قرآن کا ایک ہی

زیعت کا ہونا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو اُتھی ہیں ان کی زبانِ اقدس سے ایسے کلام  
بلاغت نظام کا خطا ہر ہونا۔ اس کی غیر معمولی تاثیر اور تکوپ انسانی کی تفسیر قرآن کے احکامات،  
تعلیمات اور ارشادات اس کی کیا نیت عدم اختلاف دعویٰ سُلْکم۔ باتِ مدلل ایسی کہ جسے توڑا  
نہ جاسکے۔ یہ سب قرآن مجید کے سمجھنے کی وجہات ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس  
صوتِ سرمدی کے سامنے زبان اور شعر، آتش یا ان خطبا۔ قادر الكلام ادب اور عرب و عجم کے فصحا  
بلغا اور حکماء کی زبانیں گلگل ہو گئیں۔

قرآن نے حاسدوں۔ دشمنوں۔ معاندوں اور روئے زمین کے جنوں اور انسانوں کو چلنچ میا  
اور اپنے متعذس رسول سے فرمایا۔ کہ تم اعلان کر دو۔

قُلْ لَيْلَنِ اجْمَعَتِ الْأَشْرُ  
الْجِنُّ عَلَى أَنْ يَاْتُوا بِمِثْلِ هَذَا  
الْقُرْآنِ لَا يَاْتُونَ بِمِثْلِهِ  
(بنی اسرائیل)

تم فرماداً اگر آدمی اور جن سب اس  
بات پرتفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی  
مانندے آئیں تو اس کی مثل نہ لائکیں۔  
گے۔

اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر  
پچے ہیں۔

تم فرماد تو اس جیسی ایک سورہ لے آؤ۔  
تم فرماد تو ایسی بنائی ہوئی دس سوریں  
لے آؤ۔

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم  
نے اپنے خاص بندے پر تارا تو اس  
جیسی ایک سورہ تو لے آؤ۔

اللہ اکبر فصحا۔ بلغا کو چلنچ ہے کہ پورے قرآن کی بجاۓ دس سوروں کا ہی جواب لاو  
شاعروں اور ادیبوں کو لکھا راجارہا ہے کہ دس کی بجاۓ ایک ہی سورۃ کی مثل لے آؤ۔ دشمنوں،  
معترضوں اور معاندوں کی بھیرتے مطالبہ ہے کہ اس جیسی ایک ہی بات پیش کرو اور اگر ایکے

فَلَيْلَنِ بِحَدِيثِ مِثْلِهِ ان  
كَانُوا حَدِيقَنَ ه (طہ ۲۸)  
قُلْ فَأَتُولِ بِسُورَةِ مِثْلِهِ (یعنی)  
قُلْ مَا تَوْلِ بِعَشِيرِ سُورَةِ مِثْلِهِ  
مُفْرَيَاتٍ (ہرود)

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا  
نَرَزْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَاْتُرَا  
بِسُورَةِ مِنْ مِثْلِهِ (بقرہ ۳۰)

جواب دینے کی طاقت نہیں ہے تو تمام جن و انس کو جمیع کر کے اس چلنج کا جواب دو۔  
 قَدْعُوا شُهْدَاءَكُمْ مِنْ دُفْنِ اللَّهِ اور خدا کے سوا اپنے تمام گواہوں  
 اِنْ كَنْتُمْ صَدِيقِينَ دَبَّرُوا کو بلا لو اگر تم پسخے ہو۔

مُگر سب اپنی اپنی بھگانگشت بندال حیران و پریشان ہیں۔ کفر نے مجتمع ہو کر جب سے لے  
 کر اب تک لاکھ جتن کئے مجرم قرآن کی شل لانے میں ناکام رہے اور ناکام رہیں گے۔ قرآن نے  
 کفر کی ناکامی کا اعلان بھی پہلے ہی کر دیا۔

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَلَنْ تَفْعَلُوا  
 فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي فَتُؤْدِي إِلَى  
 النَّاسُ وَلِلْجَاهِلَةِ أُعِدَّتْ  
 لِلْكُفَّارِينَ (بقرہ)

الفرض یہ ہے قرآن کا عجائز اور اس کی شان۔ یہ قدس کتاب اللہ کی حفاظت میں  
 ہے اور اس کی شل لانا محال اور ناممکن ہے اور یہ ہی قرآن کے منباب اللہ ہے اور اسلام کی  
 صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

**قرآن ایک محفوظ کتاب** قرآن مجید ایک ایسی محفوظ کتاب ہے جس کی مشاں نہیں  
 ہے۔ تدریت۔ زور۔ ایکل اور دیگر کتب سادہ تحریف نہیں  
 اور لفظان میں محفوظ نہ رکھیں صرف اور صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے ذریعے -

إِنَّا مَنَّحْنُ مَرْزِقَنَا الذِّكْرَ وَ  
 إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (مخل)

بے شک ہم ہی نے اس دکر کو نازل  
 کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے  
 والے ہیں۔

اس آیت میں اور دوسری آیت میں سب سے پہلے اس بات پر زور دیا گیا ہے  
 کہ قرآن مجید نزل من اللہ ہے اور با بار اس امر کی شان وہی کی گئی کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی  
 نازل کردہ کتاب ہے۔

وَهَذَا ذِكْرٌ مُبَارِكٌ أَنْزَلْنَاهُ يَذْكُرُ مَبَارِكٌ هُمْ هُنَّ نَوْزِيلٌ  
 (انتساب) نَازِلٌ كَيْا۔

جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اس کی صفت ہے اس میں زیادہ و نقصان ناممکن اور محال ہے اس لئے اس کی خواصت مخلوق کے ضعیف نہ ہو پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ اس لئے تاکید کے ساتھ فرمایا ہے اَنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ قرآن ہمارا کلام ہے اور ہم ہی اس کی خواصت کے ذریعہ ہیں اور حق یہ ہے کہ قرآن مجید کا ہر قسم کی زیادت نقصان سے محفوظ رہنا قرآن دلائل کی تھانیت و صداقت کی کھلی ہوئی شہادت ہے۔ آپ غور کیجئے دنیا میں آسانی کتابیں تغیر و تبدل اور تحریف سے بچنے نہیں سکیں لیکن پوری کائنات میں قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو اچھاک اس داغ سے پاک و منزہ ہے۔ دنیا میں داقع کی شہادت ایک بڑت شہادت کبھی جاتی ہے اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید میں آج تک کوئی ترمیم اور تحریف نہیں ہوئی تو یہ بات اس کی خواصت کی ایک مستقل اور بیہی دلیل ہے یہ ہی دیکھ کر سو یہ کو کہنا پڑتا۔

”جہاں تک ہمارے معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں اُنکی طرح  
 (قرآن کی طرح) باہر صدیقیں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔“

(وَيَبَأْچَ لَائَفَ آنَتْ مُحَمَّد)

قرآن میں کوئی طاقت تبدیلی نہیں کر سکتی جو کتاب اس طرح محفوظ رہے کہ دنیا کی دو یعنی خدا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ کتاب اشکن نازل کردہ ہے اور بلا کسی ترقی کے پوری کائنات کو یہ چیز کیجا سکتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی کتاب ایسی محفوظ و مکھلا وجہ میں خدا کی تاب ہونے کے دعوے کے باوجود کسی تحریف و تبدیل کو رکھنے میں ہو۔ خلاہ ہے کہ اس شان کی کتاب نے قریبی متنی اور بخوبی سے ناقل ہیں کہ جو شخص قرآن کیم میں زیادت نقصان کا خالی ہو وہ کافر ہے کیونکہ آیت اس بات کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ قرآن کیم زیادت نقصان سے پاک ہے لہذا جو شخص تحریف قرآن کا عتیقه رکھے وہ بلاشبہ اس آیت کا نکار اور کافر ہے۔ (مقدار تفسیر مشکل)

سوائے قرآن کے اور کوئی نہیں دکھلائی جا سکتی۔

**قرآن اللہ کی حفاظت میں ہے** آیات بالا سے واضح ہوا کہ قرآن مجید جس مقام سے متحرک ہوا وہ ایک لوح محفوظ تھی جس راہ سے گذرا وہ ایسی محفوظ تھی کہ باطل نہ آگے سے آسکے اور نہ پیچھے سے جس کی معرفت ایادہ ایک این روح اور حصوم شخصیت تھی جس کی دیانت و امانت میں باطل کی آمیزش محال نہ ممکن اور جس ہی مقدس پرنازل ہوا وہ ایک حصوم نوری پیغمبر۔ اللہ کی ذات و صفات کا مظہر اُمّت تھا جس کی حفاظت و نجاتی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پلی۔

### حضور بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں

اور اللہ تمہاری نجاتی کرے گا لوگوں

وَلِلَّهِ يَعْصِمُكُم مِّنَ النَّاسِ

— سے —

سب لوگ تمہارے رب کے قابو

إِنَّ رَبَّكَ أَخَاطَ بِالنَّاسِ

میں ہیں رک رک پیٹ دسترس پائیں،

(رسول)

اسے محروم تم اپنے رب کے حکم پر

فَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ

ٹھہرے رہ بیٹے شک تم ہماری

بَايِعْنَا -

مجدد است میں ہو۔

(طور مث)

کتاب و ماحصلہ کتاب و نون کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ جس رسول عکم کو خاتم انبیاء بن کسری عورث فرمایا قَالَ اللَّهُ يَعْصِمُكُم مِّنَ النَّاسِ کا اعلان فرمایا کہ اس کی ذات افسوس کو قدرت نے اپنی حفاظت میں سے لے یا اور جس کتاب کو آخری کتاب بنایا۔ اَنَّ اللَّهَ لَمْ يَأْنِ

سے اس کی ابدی حفاظت و نجاتی کا اعلان فرمادیا۔ اب خاتم انبیاء کو کوئی زندگی پہنچا سکتا ہے اور

ذمہ ان پرنازل کردہ کتاب، قرآن میں کسی تسمیہ کی زیادتی و نقصان سخریت و تبییل را پا سکتی ہے۔

**قرآن میں زیادت و نقصان ناممکن ہے** | کرتے ہوئے کھا بے کہ اللہ کا ارشاد

لئن اجتمعت الاشیاء اس امر پر دال ہے کہ قرآن کریم انسانی طاقت سے باہر ہے اور جب قرآن میں زیارت نقشان ممکن ہو تو یہ مقدور بشری قرار پائے گا۔ پھر مجذہ کہ مل زہیگا لہذا جو شخص قرآن مجید میں تحریف کا فائل ہو گا۔ وہ درحقیقت اس کے مجذہ ہونے کا مکر ہے مگر آیت السرا کتاب الحکمت ایا تھے میں آیات قرآنی کے معلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسانی دسترس سے بالاتر ہیں نہ کوئی اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے اور وہ اس کا مثل بنایا جاسکتا ہے لہذا جو قرآن کے خوف ہونے کا فائل ہو گا وہ اس آیت کا بھی منکر قرار پائے گا۔ ص ۲۶

**حفاظتِ نبوی** تھے۔ ایک رات صحابہ آپ کے خیر کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ آیت ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَعْصِمُكُمْ إِذَا نَزَلَ هُنَّىٰ تَوَآَپْ لَنْ پَهْرَوَ الْوَلَوْ سَقْرَيَاً۔ دَلِیْسْ ہُوْ جَاؤَ۔ خَدَا نَے میری حفاظت کا ذریعہ اپنے ذمہ لے لیا ہے (ترمذی) چنانچہ یہ دعۃ حفاظت ہزار ماشکلات و خطرات کے باوجود پورا ہوتا رہا اور یہ بات ایک مستقبل مجذہ ہے کہ ہنگاموں، فتنوں، سازشوں اور بے بناء مشکلات کے عالم میں حضور نے اپنے فرضی ثبوت کو باحسن دجوہ انجام دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت فرمائی ایسے ہی حضور کے جسم اٹھا اور آپ کے اسوہ کی حفاظت بھی فرمائی ہے۔ اس موقع پر ایک بات جو خصوصی طور پر مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ نہ کوئی بال آیات، جس میں حضور کی حفاظت کا ذکر ہے یہ حفاظت حرف حضور کے ظاہری جسم افس کے ساتھ خاص نہ بھی جاتے بلکہ اس کا تعلق ظاہری جسم کے ساتھ ساتھ اس پیکر جس کے خصائص برکات، فضائل، اقوال، افعال، کردار، صورت و سیرت سے بھی ہے اور نہ کوئہ بال آیات سے بطرق اشارہ الفصل یہ واضح ہے کہ جیسے اللہ نے حضور کے ظاہری جسم کی ہنزاک سے ناک موقع پر حفاظت فرمائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور کے خصائص و برکات، سیرت و کردار کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذات کو اپنی حفاظت میں لے لیا تو حضور کی صفات بھی اللہ کی حفاظت میں اگئیں کیونکہ صفات ذات سے علیحدہ نہیں ہوتیں یہ ہی وجہ ہے کہ حضور کی زندگی کا پورا نقش اور آپ کی سیرت طیبہ کا ہر گوشہ محفوظ طریقہ سے امت میں پہنچا ہے۔ روزی قیامت ہمک حضور کی سیرت محفوظ رہے گی۔ اسی لئے قرآن تے اعلان کیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ تَمَارِي لَتَّهُ رَسُولٌ كَرِيمٌ مِّنْ بَهْرَئِينَ  
أُنْوَنٌ حَسَنَةٌ۔

حضرت کی ذات پاک قیامت کے اندازوں کے لئے ابھی نونز جب ہی بوسکتی ہے جبکہ  
حضرت کی سیرت و صورت اقوال و اعمال محفوظ شکل میں دنیا کے سامنے ہوں اور یہ حفاظت  
خداوندی کا نتیجہ ہے کہ آج صلی و موسیٰ یے حلیل القدر انہیاً و دیگر نہ ہی شخصیتوں کی سیرت  
و صورت پر پردے پڑے ہوئے ہیں مگر کائنات میں صرف ایک ہی وجود فوری ہے کہ جس کی ننگی  
کا ہر گو شر محفوظ ہے اور پری دنیا کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے حضور کا وجود  
تفسی اللہ کی عکازی میں ہے۔ فائق باشیدنا۔

عُلُومُ فُسُلَانِ | دَآفِرِينَ کی خبریں ہیں۔

مَا فَرَّطَ طَنَافِ الْكِتَابِ مِنْ  
ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی جیز چھوڑ  
نہیں دی۔

وَنَرَأَلَنَا عَلَيْنَاكَ الْكِتَابَ تَبَيَّنَا  
ہم نے تم پر کتاب آماری جس میں ہر  
شے کا بیان ہے۔

لفظ "کل شیئی" اور "من شیئی" بتاری ہے کہ قرآن میں ہر شے کا مفصل روشن اور  
 واضح یاں ہے۔ شے ہر موجود کرتے ہیں۔ لوح محفوظ بھی ایک شے ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں  
لوح محفوظ کے تمام مکتوبات بھی ہیں۔ رسی یہ بات کہ لوح محفوظ میں کیا ہے؟ تماں کا جواب بھی  
قرآن ہی سے یہ ہے۔

۳۔ کُلُّ صَغِيرٍ قَيْبَرٍ مُسْتَطْرِئٍ  
لوح محفوظ میں ہر چیز بھی ہر جیز کل ہے  
ہر چیز ہم نے ایک روشن پیشوا میں  
جمع فرمادی۔

۴۔ قَلَاحَبَتٌ فِي طُلُمِتِ الْأَرْضِ  
زمیں کی اندر سیریوں میں کوئی وادی رد  
خیک نہیں جو ہم نے ایک روشن کا

## فِي کَتَابِ مُبِينٍ ۝

مفسرین کی اکثریت نے کتاب مبین اور امام مبین سے لوح محفوظ کو مراد لیا ہے اور اگر کوئی صاحب اس سے اختلاف کریں تو لامال کتاب مبین اور امام مبین سے قرآن ہی کو مراد لینا ہو گا لیکن یہ بات از روئے قرآن فلسط اور واقع کے خلاف ہو گی کیونکہ قرآن کے لوح محفوظ میں محفوظ دستور کئے کی تصریح خود قرآن نے کی ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مُّجَيِّدٌ فَ  
بَلْ وَهُ كَمالٌ وَشَرْفٌ وَالْقُرْآنُ بِهِ لَوْحٌ  
مَّحْفُوظٌ مِّنْ - (بِرْ ج)

**قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے** ہر چیز فتنی میں ہو عموم کا فائدہ دیتا ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔ نیز عام سنت غواق کا فائدہ دینے میں قطبی ہے۔ قرآن کی نصوص ہمیشہ اپنے ظاہری معنی پر محول ہو کرتی ہے۔ ظاہری معنی میں تخصیص و تاویل کی بلا دلیل شرعی اجازت نہیں ہے، حتیٰ کہ حدیث احادیث خواہ کسی سی اعلیٰ درج کی صحیح ہو قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ بہر حال امام مبین اور کتاب مبین سے خواہ لوح محفوظ مراد یعنی یا قرآن۔ ہر طور یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن علم و معرفت کا خزینہ حقائق و معارف کا بخوبی۔ علوم اولین و آخرین کا مخزن۔ واقعاتِ ماضیہ و آئندہ کا معدن ہے۔ غرہنک ہر چیز اور ہر شے کا قرآن میں روشن واضح اور مفصل بیان ہے۔ کائنات ارضی و سماء میں جو کچھ ہو گا، ہو گیا ہر راست قرآن مجید میں مندرج ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ کوئی مکار میں فرمایا جو چاہو مجوس سے پوچھو میں تمہیں کتاب اللہ سے اس کی خبر دوں گا۔ ابن سرائق نے کتاب الاجاز میں ابو بکر ابن مجاهد سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک روز فرمایا کہ جہاں میں کوئی چیز راسی نہیں جو کتاب اللہ میں دہو۔ اس پر اس سے کہا گیا۔ سراویں کا ذکر کہاں ہے فرمایا اس آیت میں لیٹیں علیکمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُنَا بَيْتَنَا أَعْيُّرْ مَسْكُونَةً فِتْنَاهَا مَتَّأْ لَكُنْ۔ اس آیت میں غیر مسکونیہ کے معنی سراء کے میں۔

**توريت** | **نخاست** میں اتنی بڑی ہے کہ ساتھ پیغمبروں کے اوکسی کو یاد نہیں یکن قرآن  
باوجرد اختصار کے سب آسمانی کتابوں سے اعظم و اجمل و فضل و اجلب ہے۔

**حضور ہی قرآنی علوم و معارف کے علم ہیں** | ان تمام مذکورہ بالآیات سے واضح ہوا۔  
**حضرت** حضور ہی قرآنی علوم و معارف کے علم ہیں قرآن وحی الہی ہے۔ ہدایت و موعظت

کا مجموعہ۔ حقیقت و معرفت کا غزیرہ علوم اولین و آخرین اور لوح محفوظ کے محتویات کا گنجیدہ ہے  
قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے خواہ اس کا تعلق آسمان کے طبقات سے ہر یاز میں کی گہرائیوں  
سے۔ حالاتِ ما پیہ سے ہر یا واقعاتِ موجودہ و آئندہ سے، عالم امر سے ہر یا عالم شہادت سے  
غرض کے ہر چیز ہر شے کا قرآن میں بیان ہے اور یہ اسی گنجیدہ علم و معرفت اللہ  
تعالیٰ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ آپ کا قلب مطہر و سینہ اندلس اس  
عظمیم و جلی وجی (قرآن) کا مخزن بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو قرآن مادر کرایا۔ سکھایا۔ پڑھایا۔ قرآن کے  
الفاظ اور اس کے معنی و معنوں و اسرار و موژ کی آپ کو تعلیم دی۔ قرآن کے تعلق و معارف الحکم  
و سائل اور اس کے اصول و بجزیئات کی شرح و تفسیر کا علم آپ کو عطا فریبا۔

اس لئے پوری کائنات میں حضور سے زیادہ کوئی عالم نہیں۔ حضور کے علم کی کوئی حدود گایت  
نہیں۔ عجیب و شہادت سب کے حضور عالم ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ قرآن حضور کے یہیں ہے  
پڑھاتے والا رب العالمین ہے۔

خدائی کیا ان کو آگاہ سب سے  
دو عالم میں جو کچھ خنثی و جملی ہے

له حضرت امام شافعی نے مذکورہ میں ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ مجھ سے جو چاہو دریافت کرو تو میں قرآن سے اس کی بصر  
مدد گا۔ ان سرائق نے کتاب العجائب ایوب کتاب مجاہسے نقل کیا کہ احفون نے ایک روز فرمایا کہ جہاں میں کوئی چیز  
اسی نہیں جو کتاب اللہ (قرآن) میں نہ ہو۔ اس پر ان سے کہا گیا سر اڑوں کا ذکر کہاں ہے۔ آپ نے جواب دیا اس  
آیت میں لیں علیکمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُنَّ أَبْيَأْ تَأْغِيرَ مَشْكُونَةً۔

قرآن کی تفسیر و توضیح کا حق صرف حضور کو ہے | مذکورہ بالآیات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب قرآن کے اسرار دو موز اللہ تعالیٰ نے صرف حضور کو تعلیم فرمائے تو قرآن کی تفسیر و توضیح کا حق صرف اور صرف حضرت ہی کو ملے ہے۔ حضور کے علاوہ کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے قرآن کے اجمالی کی تبیین اور احکام قرآنی کی توضیح کرے۔ قرآن کے ساتھ حضور کو اور حضور کو قرآن کو نازل کرنے میں حکمتِ الہی اور رضیتِ الہی یہ ہے کہ لوگ اپنے طور پر نہیں، اپنی رائے اور اپنے تیاس سے نہیں بلکہ رسول کے بیان و شرح کی روشنی میں قرآن کو صحیح اور اس پر عمل کریں خود قرآن مجید نے قرآن کے ساتھ رسول کیم کے اس تعقیب کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْذِكْرَ  
 لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ  
 إِلَيْهِمْ -  
 إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَبَ بِالْحَقِّ  
 لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا  
 أَرَاكَ اللَّهُ رَسَامِ  
 اپنے اسی منصب کو بیان کرتے ہوئے حضور یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-  
 جو شخص قرآن کی تفسیر بغیر علم کے کرے  
 وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

لهمْ علِمْ مَنْ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُعْلَمْ  
ثُمَّ إِنَّمَا يُحْكَمُ عَلَىٰ مَنْ يَرِيدُ  
لِمَنْ يَرِيدُ لِمَنْ يَرِيدُ لِمَنْ يَرِيدُ

آنہ راءٰ فِي الْقُرْآنِ كَفُورٌ دَاحِدٌ قرآن میں بھگدا کفر ہے۔  
 مَنْ قَالَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِحْلًا يَهُمْ جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر  
 فَأَهَبَ فَقَدْ لَخَطَا وَ رَابِدَ وَرَدْ فی اور تھیک کی اس نے غلطی کی۔  
 سید التفیین امیر المؤمنین سیدنا صلی اللہ تعالیٰ عز وجل سے آیتِ فَإِنَّكُمْ فَإِنَّكُمْ  
 کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

أَتَيْتُ شَمَاعَةً تُتَقْلِّبُ فَأَيْتُ أَنْجِيْ کون سآاسان ساینگن ہو گا اور کونسی  
 تُتَقْلِّبُ إِذَا قُلْتُ فِي كِتَابِ اللَّهِ زین مجھے پناہ دے گی اگر بیں اشک  
 بِعَيْرِ عِلْمٍ رَخَانَ ۱۷ ص۵ کتاب کی بیرونی علم کے تفسیر کر دیں۔

الغرض۔ ان ایاتِ بیانات نے بتایا کہ دین اسلام کام کرنے و خود حضور کی ذات پاک ہے۔ قرآن  
 کی تشریع۔ توضیح۔ تفسیر اور ترجیحی کا حق صرف حضور کرہے۔ شخص اپنی رائے سے تفسیر کرنا حرام ہے  
 گراہی ہے اور یہ کہ حضور رسول کا نات صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی اپنے عمل و کروار اقوال و عمل سے  
 جو تفسیر فرمائی وہ اللہ کی نگرانی و نگہبانی میں فرمائی ہے۔ فَإِنَّكَ يَأْعِيْنَا یعنی قرآن حفاظتِ الہی  
 میں ہے ایسے ہی قرآن کی جو تفسیر حضور نے فرمائی اس کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ ہی فرمائی ہے۔  
 چنانچہ صحابہ کرام کا طریقہ یہی تھا کہ وہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور حضور کے ایک ایک  
 ارشاد پر خوب غور و تدریک کرتے تھے۔ ابو عبد الرحمن سلمی سے مردی ہے کہ صحابہ حضور سے دس آیتیں  
 سمجھتے تھے تجبت کہ ان کی علمی و عملی تحقیقت کو نہیں جان لیتے تھے آگے نہیں بڑھتے تھے۔  
 اسی نتاپر جناب انس فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی سورہ بقراءاتِ عمران پڑھلاتا تھا تو  
 ہماری نگاہوں میں بڑا ہوتا تھا۔ دَمْدَنِ احمد

**فَضَالِلُ فِتْرَانٌ** حضور رسول کا نات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں اللہ کی  
 کتاب چھوڑ دیا ہوں جس میں فوارد ہدایت ہے۔

فَخُذُّنُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَلَا نَنْقِبُوا تو اللہ کی کتاب کو ضبط میں سے تھام

(سلم)

حضرت سید عالم فرمیں حسین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے فرماتے جس شخص کو قرآن خوانی کا

شفل دعا اور ذکر الہی سے روک دے میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔ کلام الہی کی بزرگی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی تمام مخلوقات پر۔ (دارمی)

فَيَنْ فَرِمَا يَحْسَنُ نَعَلْ كَيْا تُقْيَامَتْ كَهْ دَنْ اَسْ كَهْ دَالْكَوَاهْ

أَبْسَهْ وَالِدَهْ تَاجِيْمَ الْقِيَامَةِ اِيْسَا چَكْتَهْ هَلْ تَاجِ پَهْنَاهْ يَا جَاهَهْ كَاهْ جَسْ

كَهْ شُونَهْ وَأَخْسَنُ مِثْ هَنَوَهْ كَيْ رَوْشَنِي سُورَجَ كَيْ رَوْشَنِي سَهْ زِيَادَهْ

الْشَّهْنَسِ - (ابوداؤد) هَوْگَيْ

جس نے قرآن پڑھا اور اس کو بیان کیا اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا تو اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

فَشَقَعَهْ فِي عَشَرَهْ مِنْ اَوْسَاسِ کی شفاعت اس کے لمبیت

اَهْلِ بَمِيَتِهِ كَلْهُمْ کے ایسے افراد کے حق میں قبول کی جائے

قَدْ وَجَيَّثَ لَهُ الْمَثَارَ کی جن کے لئے دونوں واجب ہو

پُلَیْهْ ہے۔ (ترمذی)

قیامت کے وقت قرآن رب العالمین کے دربار میں عرض کرے گا۔ میرے پڑھنے والے کو زیرین دے تو حافظہ کو تاج کرامت پہنایا جائے گا۔ پھر عرض کرے گا الہی اور زیادہ فرمایا حافظہ کو کرامت کا جو ٹاپہنا یا جائے گا۔ پھر عرض کرے گا الہی اس سے راضی ہو جا۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا اور فرمائے گا۔

فَيُنَزَّلُهُ مِنْ آيَةٍ حَسَنَةٍ

(ترمذی)

ایک ایک آیت پڑھا جا اور درجے حاصل کر جا۔

وَهُنَّ حِصْنٌ كَيْسَنْ مِنْ قَرَآنِ نَهْ بُوْدَهْ دِبَلَانِ مَكَانَ كَيْ طَرَحَ ہے۔ (ترمذی)

الْمَاهُرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ

الْكَرَامُ الْبَرَّةِ (بخاری)

قرآن کا ماہر حسن میں سلسلہ مائنک کے ساتھ ہو گا۔

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور قرآن پڑھائے۔

كَيْزِرُ كَعْمَ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ

فَعَلَمَهْ (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو قولِ رسولِ کریم قرار دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اپنے محبر بھی متعدد  
رسول سے گفتگو کا نام قرآن ہے۔

بے شک یہ ہے کہ ان ایک کرم والے  
رسول سے تباہی میں اور کسی شاعر کی  
بات نہیں۔

اَتَئُ لِقَوْلِ رَسُولٍ كَرِيمٍ  
قَمَا هُوَ يَقُولُ شَاعِرٌ  
(الحادثة ۵)

وہ اپنی خواہش سے نہیں بنتے وہ  
جو کچھ بنتے ہیں وہی الہی سے کہتے  
ہیں جو ان پر کی جاتی ہے۔

وَمَا يَنْطَقُ عَنِ الْهَوْى  
إِنْ هُوَ إِلَّا قَوْنَىٰ يَنْزَهُ  
(ج ۱)

ایمان ہے تعالیٰ مصطفائی  
قرآن ہے حالی مصطفائی



## حوالہ پارے



حضرت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روزِ حشر  
مزدور کی مزدوری میں آدمیوں سے باز پرس فرماتے گا۔ اس معاملہ میں خود رب تعالیٰ

خصم ہو گا، اقل دھرنے پر سے نام پر عبد و پیان کیا اور بچھا اس عمد کو توڑ دیا رودم دھرنے کے سی آزاد مسلمان کو فروخت	رُجُلٌ أَغْلَى بِنُخْعَنِي دَرْجَدٌ رُجُلٌ بَاعَ حَرَّاً فَأَكَلَ ثَمَنَهُ رُجُلٌ أَسْتَاجَ أَحَرَّاً فَاسْتَوْفَ مِنْهُ
---	--

وَلَمْ يُنْتِهِ أَجَرَهُ۔

(بخاری)

کیا اور اس کی تہمت کھائی۔ یوم وہ جس نے  
مزدور سے پر اکام بیا اور اس کی مزدوری دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے عنود علیہ السلام کی بارگاہ قدس

نماز وقت میں ادا کرنا لازمی ہے [میں عرض کی]۔

سب میں سے زیادہ کی عمل اللہ تعالیٰ کر  
پسند ہے۔ فرمایا: نماز اسکے وقت پر ادا کرنا۔

(بخاری، سلم، ترمذی و نافیٰ)

ایک شخص بحضور نبی حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ سب سے زیادہ کی چیز اللہ تعالیٰ کو  
پیاری ہے۔ فرمایا: وقت پر نماز پڑھنی  
جس نے نماز پڑھوڑی۔ اس کے لیے  
دین مارہا۔ نماز دین کا سلنوں ہے۔

أَتَيَ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ فَالَّ

الصَّلَاةُ عَلَى وَثْقَتِهَا۔

فَالصَّلَاةُ فَلَادِينَ لَهُ وَالصَّلَاةُ  
عِمَادُ الدِّينِ۔ (بیہقی)

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

پانچ چیزوں ہیں جو انہیں ایمان کے  
ساٹھ بجا لائے گا جنت میں جائے گا  
پنجگانہ نمازوں کو ان کے وضو و رکوع  
وسجود اور ان کے اذفات پر محفوظ  
کرنا اور ذہ رکھنا و اسچ کرنا و رکوہ خوش دل  
سے ادا کرنا اور غسل جنابت بجا لانا۔

(طریقی)

خَمْسُ مِنْ جَاءَكُرْبَلَةَ فَعَ اِيمَانَ  
دَخَلَ الْجَنَّةَ مِنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَاةِ  
الْخَمْسِ عَلَى وَضُوئِهِنَّ وَسَكُونِهِنَّ  
وَسُجُودِهِنَّ وَمَوَاقِيِّهِنَّ وَصَارَ  
رَمَضَانَ وَرَجَّ الْبَيْتَ اِنْ اسْتَطَاعَ  
إِلَيْهِ سَبِيلًا وَأَعْطَى الرَّزْكَهُ طَهِيَّةً  
بِهَا قَسْهَهُ۔ اَغْشَلَ مِنْ الْجَنَّاَةِ

(ابوداؤد)

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تماری ہفت  
پر پانچ نمازوں فرض کیں اور اپنے

اَنِي فَرَضْتُ عَلَى اُمَّتِي خَمْسَ  
صَلَوةً وَعَمَدْتُ عِنْدِي عَهْدًا

پاسِ خمد کر لیا کہ جو ان کے واقعوں پر  
ان کی محاذیگت کرتا آئے گا اسے جنت  
میں داخل کروں گا اور جو محاذیگت نہ کر لیگا  
اس کے لیے سیرے پاس کچھ خمد نہیں۔

إِنَّمَا مَنْ جَاءَ يُحَاذِظُ عَلَيْهِتَ  
بِرْ قَوْمَهُنَّ أَدْخَلْتَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ  
لَمْ يُحَاذِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَكَ  
عِثْدَنْ (ابوداؤد)

کسی کا مال اس کی مرتبی کے لئے خیر لینا ممنوع ہے :

رسول اللہ تعالیٰ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-  
جزراً ظلمت کرو جبراً کسی آدمی  
مسلم یاد گئی ہماں حلال نہیں ہے۔ مگر اس  
کے نفس کی خوشی اور رضا مندی سے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ الْأَوَّلَ مَنْ أَتَى نَفْسَهُ  
إِنَّ الْآخِرَ مَنْ أَنْهَا كُفَّارُهُ

کسی کی ایک بالشت زمین اس کی مرضی کے بغیر لینے کی سزا اُنہوں نے کہا کہ گھنائیں نے سعید بن زید سے مردی ہے، کہ

بُنیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا پڑتا تھے  
جو شخص کسی کی ایک بالشت زین طفلماً  
لے، اقیامت کے دن اس کی گردان میں  
سات زمینوں سے طرق پہنایا  
چاٹے گا۔

عَنْ سَعِينِيْشِ بْنِ زَيْنِيْدَا قَالَ سَمِّيْتُ  
السَّيِّدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
مَنْ أَخْذَ شَبَرًا إِنَّ الْأَذْنَى فَلَمَّا  
فَاتَّهُ يَطْوِقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ  
سَبْعِ أَرْضَيْنَ (بِحَارَى) سَمِّيْجَدٌ

جو شخص اپنی حلال کمائی سے ایک  
حری را بھی اللہ کی راہ میں دستیلےے حلال  
کئی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فقط جائز اور  
پاک کمائی کو سی قبول کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ  
اس کے اس سدقة کو براہ راست شریعت  
قبولت عطا فرماتا ہے۔ اور یہ اس صفت

صَدَقَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَذْلٍ  
أَتَمَرَّةٌ فِي قَنْ كَشِّيفٍ  
لَكِبْ رَلَأْ يُقِيمُ اللَّهُ إِلَالَطَّيْبِ  
يَا نَسَانَ اللَّهِ يَعْقِبُهَا يَمِينَهُ ثُرَّ  
صَيْدَ تَبِعُهَا الصَّاحِبَيْنَ الْمَأْبُرَيْنَ أَحَدُكُمْ  
غَزَّلَهُ شَيْءٌ تَكُونُ مِثْلَ اتْجَبِيلٍ

دینے والے کی بخشش) کے لیے اس (بخت شے) کو پالتا اور بڑھاتا ہے۔  
بس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچہ کے لیے رکھدا شد و پروردش دکر کے اس کو جوان اور  
بڑا کرتا ہے۔ بہاں تک کروہ رائیک حقیر خرما قیامت کے دن بڑھ کر اور ثواب میں  
پہاڑ کے بارہ بہر کرنے سے مل جائے گا۔

(بخاری و مسلم: عن أبي هريرة)

صدقہ دینے سے کسی مال میں کمی نہیں  
وافع ہوتی ہے۔ اور عفو و درگز کرنے  
سے اللہ اپنے بندے کے عز و توفیر  
میں انداز ہی فرماتا ہے اور بخشش

مَأْفَقَتُ صَدَقَةٍ ۖ وَقَنْ مَالٌ وَمَا  
ذَادَ اللَّهُ عِبَادًا بِعَفْوٍ أَلَا عَزَّا  
دِعَاتُوا ضَعَّ أَحَدًا إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ ۖ

(مسلم: عن أبي هريرة)

تو اضع و انکسار اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے رفت و بلندی ہی سے سرفراز فرماتا ہے۔

جب کوئی مسلمان باغ لگاتا ہے  
یا بھیت آب اور کرتا ہے اور اس رکے  
لگائے درخت یا آب ایکی ہوئے بھیت  
یا)، سے انسان، پر قریا، چوپائے بچہ

مَا مِنْ مُشْلِحٍ لَيَغْرِسُ غَرْسًا وَ  
إِذْ يَذْرَعُ شَرَاثًا عَافِيًّا حُلُّ مِنْهُ  
إِنْسَانٌ أَوْ طَبِيعَةٌ أَوْ بَهِيمَةٌ أَلَا  
كَانَتْ لَهُ سَدَقَةٌ ۖ

(بخاری و مسلم: عن النبی)

جو کھایا گیا، اس کی لذت سے صرف (فی سین الش) ہو باتا ہے اور صدقہ کا ثواب  
عظمیم اس کے نام پر کھا جاتا ہے)

اگر تم نے اپنے کسی مسلمان بھائی  
کو دیکھ راضھا خوشی کرتے ہوئے مُسکرا  
دیا، تو یہ بھی ایک سدقة ہے کسی کو نیک  
صلاح دینا بھی صدقہ ہے کسی کو  
گناہوں سے رکذا بھی صدقہ ہے، کسی  
بھکرے ہرئے صاف کو رستہ بتا دینا بھی  
صدقہ ہے، کسی نابینا کی مدد کرنا بھی  
صدقہ ہے، راستے سے پھر کانے،

تَبَسَّمُكَ فِي دُجَيْدَةِ أَخِينَتَ  
صَدَقَةٌ ۖ وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ  
صَدَقَةٌ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
صَدَقَةٌ وَإِذْ شَادُكَ الرَّجُلَ  
فِي أَرْضِ الصَّلَالِ صَدَقَةٌ وَنَهْيُكَ  
الرَّجُلَ التَّلِيفَيَ الْبَصَرَ لَكَ صَدَقَةٌ  
وَإِمَامَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوَّكَ وَ

اور بُریوں کو مٹا دینا بھی صدقہ ہے۔  
اوڑ پسے دُول کا بھروسہ اپنی اگر ت نے  
کسی بھائی کے دُول میں ڈال دیا تو تمہارا  
یقین بھی صدقہ ہے۔

الْعَظَمُ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ  
وَإِنَّ أَعْلَمَ مِنْ دَلِيلٍ فِي دُلُورٍ  
أَخِيلَكَ لَكَ صَدَقَةٌ۔  
دَرْمَذِي: عن أبي شِعْبٍ

**حَنْوَر سَيِّدُ الْمُسْلِمِينَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ** نے فرمایا۔ زرد روہ، بھروسہ خاک اس  
**حَقْرِقِ الدِّينِ** کے روگوں نے عرض کی کہونہ بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا۔

جس نے اپنے والدین کو بیان میں سے  
کسی ایک کو ان کی ضعیف العمری میں پایا  
لیکن پھر بھی جنت میں نہ گیا (یعنی اس  
شخص نے اپنے والدین کی رضا حاصل  
کر کے ان کی دعا سالی اور اس طرح اپنے  
کو جنت کا مستحق نہ بنا�ا)

رَعِمَ الْفَهْرَ رَعِمَ الْفَهْرَ رَعِمَ الْفَهْرَ  
تَقِيلَ مَنْ يَأْرِسُّوْلَ اللَّهِ قَالَ مَنْ  
أَدْرَكَ رَبَّهِ يَوْمَ عِنْدَ الْكَبِيرِ  
أَحَدُهُمَا أَذْكَلَاهُ مَأْتِمَ لَهُ  
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔

(سلم)

✓ رضی الرَّسُوتِ فِي رضی الْوَالِدَاتِ سَخَطُ  
الرَّسُوتِ فِي سَخَطِ الْوَالِدِينِ  
(ترجمہ کی)

أَتَ رَجُلًا قَالَ يَأْرِسُّوْلَ اللَّهِ مَا هَنَّ  
الْوَالِدَاتِ عَلَى دَلِيلِ هُمَا نَقَالَ  
هُنَّا جَهَنَّمُكَ وَنَارُكَ۔

(ابن ماجہ)

تمہاری دوزخ ہے (یعنی ان کی خدست و اطاعت میں جنت اور ان سے غفلت

اور نافرمانی میں دوزخ ہے)

جب کوئی بیک رخدست گزار نہ فرمد  
ما من کلید بایہ بینظر إلى والدین  
اپنے ماں باپ پر ایک محبت بھری  
نَظَرَةٌ رَحْمَتٌ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ وَلَهُ

نکاہ ڈالتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی  
ہر نکاہ کے عوض ایک مقبول حج کا ثواب  
اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے۔

لگوں نے پوچھا کہ اگر ۱۰۰ بار ہر دن رودہ  
اسی رحمت کی نکاہ سے، اپنے ماں باپ کو دیکھیے، حضور نے فرمایا کہ ہاں رشوح  
مبارکا ثواب اس کو عطا فرمائے گا، اپنی بخشش میں تمہارے اندازہ و گمان سے بھی کہیں  
زیادہ ٹرا اور پاکیزہ نہ ہے۔

احسان جتنے والے اور ماں باپ  
کو ایسا پہنچانے والے، اور شراب پینے  
کی عادت رکھنے والے جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ (نسانی۔ دار الحی)

جس نے اسلام میں کسی نیک  
کام کا آغاز کیا تر آغاز کرنے والے کواجر  
ملے گا اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا  
بھی اجر ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر  
میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح اسلام  
میں کوئی بُری راہ نکالے گا تو اس پر گناہ  
ہو گا اور اس پر عمل کرنے والے کو گناہ ہو گا  
اور عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی  
کمی واقع نہ ہوگی۔ (مسلم)

مرمن تو افت و محبت کا مرکز ہے  
اور اس آدمی میں کوئی بھلاکی نہیں جو  
دوسروں سے افت نہیں کرتا، اور  
دوسرے اس سے افت نہیں کرتے۔

**بَكُلِّ نَظَرٍ تِّحْجَةٌ مَبْرُوْرٌ**  
**قَالُوا وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مَا يَمْتَهِنُ**

**قَالَ نَعَمْ أَنَّهُ أَخْبَرُ وَأَطْيَبُ**

(شعب الایمان، للبیهقی)

اسی رحمت کی نکاہ سے، اپنے ماں باپ کو دیکھیے، حضور نے فرمایا کہ ہاں رشوح

مبارکا ثواب اس کو عطا فرمائے گا، اپنی بخشش میں تمہارے اندازہ و گمان سے بھی کہیں

زیادہ ٹرا اور پاکیزہ نہ ہے۔

**لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَلَا مَتَّمًا**

**وَلَا عَاقٍ وَلَا مُذْمُدٌ مِنْ خَمْرٍ**

کی عادت رکھنے والے جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ (نسانی۔ دار الحی)

**أَحَقُّ بَاتٍ كَيْ أَبْدَأَ كَرْنَے كَثَابٍ**

**[فِي الْإِسْلَامِ]**

**سُنَّةُ حَسَنَةٍ فَلَهُ أَجْرٌ هَاوَأَجْرُ**

**مِنْ عِمَلٍ بِهَا بَعْدَهُ لَمْ يَعْلُمْ**

**أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِ هُمْ شَفِعٌ**

**وَمَنْ سَنَ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً**

**سِيَّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ هَاوَوْزُ**

**مِنْ عِمَلٍ بِهَا مِنْ لَعْنَدِهِ لَمْ يَعْلُمْ**

**أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِ هُمْ شَفِعٌ**

**الْمُؤْمِنُ مِنْ مَالِهِ**

**[وَلَا خَيْرٌ فِيمَنْ لَا**

**يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَمُ**

(مسند احمد۔ شعب الایمان۔ بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد  
میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک کہا  
تھا اور دوسروں کہا تھے۔ نبی کریم صل  
اللہ علیہ وسلم سے پیشہ ورنے اپنے بھائی  
کی شکایت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ شدید تم کو رزق اسی کے برابر  
ملتا ہو۔

حضرت ابوذرؓ سفیان بن عبد اللہ  
سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا:-  
یا رسول اللہ مجھ کو اسلام کے بارے  
میں ایسی بات بتا دیجیئے کہ میں پہلوی  
سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا، کو:-

(رسول اللہ پیرایان الیا) اور پھر اس پر ثابت قدم رہو (صلی)

اعتدال سے کام لاء اور سیاست روی  
اختیار کرو۔ یا رکھو کہ محض عمل کی وجہ سے  
نجات نہیں پاسکتا۔ اصحاب نے کہا  
ذآپ، فرمایا، نہ میں، مگر یہ کہ اللہ  
 تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت اور فرشت سے  
ڈھانپے۔ یعنی انسان کو اپنے نیک  
عمل پر کبڑا و غور شدید کرنا چاہیئے۔

نیک اعمال میں جلدی کو عجزتیں  
رات کے تاریکیک مکمل وں کی طرح فتنے

رزق دوسرے کی برکت سے | کانَ أَخْوَاهِ  
عَلَى عَهْدِ | الرَّبِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ  
أَحَدُهُمَا يَأْتِي الرَّبِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ، وَالْأَخْرُونَ يَخْتَرُونَ فَشَكَّا  
الْمُعَذَّرُونَ أَخَاهُمْ لِلرَّبِّيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: فَلَعْلَكُمْ تَرَنُّ  
بِهِ۔ (ترمذی)

قالَ أَنِّي عَمِّ لِسَفِيَّانَ | أَسْتَقْدِمُ  
بَنَ عَبْدِ اللَّهِ: قُلْتُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ: قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ  
قُوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرِكَ  
قَالَ: قُلْ أَمْنَثْ بِاللَّهِ لَمَّا شَقَقْتَ  
أَمْنَثْ بِاللَّهِ رَبِّيَّا (الیا)، اور پھر اس پر ثابت قدم رہو (صلی)

کوئی محض اپنے عمل سے | قَارِبُوا إِلَى سَيِّدِ دُنَيْ  
نُجَاحَاتِ نَهْلَلَتْهُ أَنَّهُ  
لِنَ يَبْجُو أَحَدٌ | وَاعْلَمُوا أَنَّهُ  
مَنْ كَمْ عَمِلَهُ، قَالَوْا لَا أَنَّ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ وَلَا أَنَا الْأَلَانَ  
يَتَغَيَّرُ فِي اللَّهِ يَرْتَحِمُهُ مِنْهُ  
وَفَضِّيلٍ۔ (مسلم)

حقوقوں سے پہلے نیک | بادِ دُنْوَى بِالْأَعْمَالِ  
اعمال میں عجلت | الصَّالِحَاتِ فَتَسْتَكْنُونَ

صحیح کو ادمی مومن ہو گا اور شام کو کافر،  
اور شام کو مومن ہو گا اور صحیح کو کافر اور  
اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے نفع کے  
لیے نیچے گا۔ (سلم)

اللَّهُ كَفِيرٌ كَذِيرٌ وَ لَوْلَكَ كَرِطْجَرْ  
پاکیزہ اور خدیس ہو سکتے ہیں؛ (یعنی  
ہرگز نہیں ہو سکتے) جن میں کمزور کا

فَتَنٌ كَيْقَطْعَ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ لِيُصِبِّحَ  
اللَّيْلُ جُلُّ مُؤْمِنًا وَ يُعْشِي كَافِرًا وَ  
يُعْشِي مُؤْمِنًا وَ لِيُصِبِّحَ كَافِرًا إِيمَانًا  
دِينِهِ لِغَرَبِ مِنَ الدُّنْيَا۔

نَا پاکِ معاشرہ [لَا يُبُرُّ حَذْرٌ مِنْ شَدِيدِ هَذِهِ]  
لِصَاعِنِ فِهْمَر۔ (ابن ماجہ)

بدار طاقت در سے نہیں لیا جاتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر خطبه دیتے ہوئے فرمایا:-  
اے لوگو! انکساری اختیار کرو۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ارشاد فرماتے ہوئے سنہا ہے کہ جو شخص  
خوب شنو و می خون کے لیے فردی اختیار کرتا  
ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے بلندی عطا فرماتا  
ہے۔ وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے،  
لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہو جاتا ہے  
اور جو شخص غرور اور انکسر اختیار کرتا ہے،  
اللہ اسے نیچا کر دیتا ہے وہ لوگوں کے  
نظر میں حقیر ہو جاتا ہے لیکن خود اپنے  
آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے۔ بیہان تک کر

عَنْ عَمَدَ قَالَ دُهُو عَلَى الْمُنْبَرِ يَا يَا  
النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَيَغْتَمَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفِعَهُ اللَّهُ  
مَهْوَفِي لَنْفِسِهِ صَغِيرٌ فِي أَعْيُنِ  
النَّاسِ عَظِيمٌ وَ مَنْ تَكَبَّرَ فَعَذَّبَهُ  
اللَّهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ  
وَ فِي لَنْفِسِهِ حَبِيرٌ حَتَّى لَمْ يَأْهُوْنَ  
عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ أَوْخِذْنِ شَيْرِ

وہ لوگوں کی نگاہ میں کتنے اور سوچتے ہیں زیادہ گرجاتا ہے۔  
نین قسم کے لوگ ایسے ہوں گے کہ فیماست  
کے دن اللہ ان کی کوئی بات نہ سنبھالے گا  
اور زانعین (اگر ہوں گے) پاک فراگا۔

اللَّهُ تَعَالَى لِي رَحْمَةٌ وَ دُوْلَوْلَ  
اللَّهُ يَرِمَ الْقِيَامَةَ  
وَ لَا يُبُرِّكُهُمْ وَ فِي رَذَايَةِ وَ لَا يَنْظُرُ

اور ایک دایت میں یوں ہے کہ اللہ ان کی طرف نظر حکمت فرمائے گا اور ان پر درست انک عذاب نہ ہو گا۔ ایک بڑھا زانی۔ دوسرا دروغ کو حکمران۔ قیسہ امکبیر دردشیں۔

إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخٌ  
زَانٍ وَمَلِكٌ لَهُ عَذَابٌ دُعَائِينَ مُشَتَّكِينَ  
مسلم: عن ابی هریرہ (رض)

مزدور کو اس کی پوری مزدوری دی جائے

مُزْدُورٌ كُمْزُدُورٌ كُمْشَانَگُنَهُ كُبِيرٌ بَهُ  
ظُلْمُ الْأَجْيَرِ أَجْرٌ لِمَنِ الْكَبَائِرِ۔

(مسند الفردوس دیلمی)

کام کرنے والے کو اس کے کام میں سے حصہ دو۔ کیونکہ عامل کا عامل نامراہ نہیں کیا جاسکتا۔

أُغْطُوا لِعَادِلَ مِنْ عَمَلِهِ فِيَاتِ  
عَامِلُ اللَّهِ لَا يَخِيَّبُ۔  
(مسند احمد)

حضرت انس سے روایت ہے حضور علیہ السلام

وَهُنَّ اُفَرَادٌ حُنْ پُرْعَنْتَ آئِيْ ہے  
نے فرمایا۔

شراب اخراج کیشید کرنے والے جس کیلے کیشید کل جائے۔ پینے والے اٹھانے والے جس کیلے اٹھانی جائے۔ پلانے والے بیچنے والے۔ شراب کی کامی کھانے والے خریدنے والے اور جس کے لیے نرمی ہی جائے، پر لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی)

لَعْنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي الْحَمْرَى عَشَرَ تَوْعِيدًا عَاصِمَهَا وَ  
مُغْتَصِبَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا  
وَالْحَمْوَلَةُ لِلَّهِ وَسَاقِيَهَا وَبَاعِلَهَا  
وَأَكْلَ شَيْنَهَا وَالْمُشَتَّرِيُّ لَهَا وَ  
الْمُشَتَّرَأَةُ لَهُ۔ (ابن ماجہ)

حباب عاشر صدقیہ ربنا اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ فرج فرمائے۔ اور دربار الحمدی میں عرض کی۔ الہی قیظ

حضرت کی قربانی کی کیفیت اسلام نے دعوے

اللَّهُمَّ تَقْبِلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ  
وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ( واحد۔ مسلم۔ ابوزادہ )

محمد وآل محمد اور امیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کی طرف سے قبل فرمایا۔



سید و سرور محمد نورِ جاہ  
ہم تزویہ بہتر شیفیع مجموں  
شادیاں اپنے ششم مصطفیٰ  
شداییر ایں قضا میرے قضا  
گرد بُدایینی نہ حق تو خواہ بُرے را  
گم کئی تو تن وہم دیبا پھرے را

مولانا درود



در دل مسلم مقامِ مصطفیٰ است  
آبروئے مازنام مصطفیٰ است



سید محمد الحمد حضوری  
دریروان

## ترمیت اولاد

کسی تہذیب کی تحریر میں جو بالقدر تربیت اولاد کا ہوتا ہے وہ شاید ہی کسی ادا جنمائی فعل کو حاصل ہو۔ یہی وہ بنیادی سچھر ہے جو آنعدہ نسل کی کجی یا استواری کا ذرہ دار ہوتا ہے۔ ایک زندہ دین کی حیثیت سے اسلام نے اولاد کی تربیت اور اس کی نشوونما کی جانب خاص تر جرمی ہے۔ اور اس کے تعلق و راصح ہدایات کو ہیں۔ بلکہ اگر کہیں تو بے جا نہ ہو گا کہ اُس نے سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا کر اپنے بعد اپنی اولاد کی اصلاح اولین فرض ہے۔ اس آیت میں اسی جانب اشارہ ہے:-

قُوَّا لَنْفُسَكُثُرُ وَاهْلِنِيَكُثُرُ نَاسًا رَالَايَمِ، اور وَأَنْذِنَ شَعِيشَيْرُ تَنَكَ الْأَقْرَبَینِ۔

خاندان اور اہل و عیال کی اصلاح و تربیت دہائیم زریں ہے جس سے غفلت نہ صرف انفرادی مضرات کا باعث ہے بلکہ اس سے نام معاشرہ کو زنا قابل تلافی نہ فسان پہنچتا ہے۔ کسی ایک فرد کا بغیر اصلاح تربیت کے نکل جانا کئی خاندانوں کے محروم اصلاح رہ جانے کے برابر ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کی نسل بھی اسی کی مشیل و نظریہ ہو گی۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کسی پستوں بعد بھی اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرے یا نہ کرے۔

خاندان معاشرہ کی ایک ایسی مختصر تربیت اکاٹی ہے کہ اس کی تعلیم در تربیت اس کے سرپرست کے لیے کوئی مشکل مسئلہ نہیں۔ روزمرہ کی مصروفیات اور زندگی کے مشاغل کے ساتھ ساتھ وہ اس فرض کو طبی خوش اسلوبی اور نہایت آسانی سے انجام دے سکتا ہے۔ اور اس کے خصوصی اختیار و اقتدار کے پیش نظر نیز ان سولتوں کے باعث جڑا سے حاصل ہیں یہ ذمہ داری بھی اسی کے پرداز کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے خاندان کے افراد اور اہل و عیال کی افتادی طبع، عیوب و نحاسن اور عادات والطوارے سے جس طور پر آگاہ ہو سکتا ہے کسی دوسرے کے لیے ان کا احاطہ نا ممکن ہے۔ لہذا اس کی تلقین و تصحیح با موقع، برجیل اور موثر ہو گی۔ نیز اس کا ذاتی کردار اور عملی رتار بھی اس سلسلہ میں بہت اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے :۔

<b>لُكْكُمْ رَاجِعٌ دُكْلُكُمْ مَسْنُوُلٌ</b> تم میں سے ہر شخص چڑواہی یعنی ذمہ دار ہے عن شر عیّثیہ۔ رالمحدث	اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایت اور ماتحتوں کے بارے میں باز پوچھ ہو گی۔
---	---

آج کل جو بے چینی و اضطراب اور غیر مطمئن حالات دیکھنے میں ارہے۔ ان کا ٹرا سبب اسی معاشرتی سلسلے سے غفلت شدید ہے۔ معاشرہ کی طبی خرابیاں اور ناقابل علاج بُرا نیاں والدین کے تربیت اولاد میں تقابل برتنے کا نتیجہ ہیں۔ والدین کی درکوتا ہمی آگے چل کر پوری قوم کے متعدد پریسچ مسائل کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر وہی آئندو زمانہ میں نئی نسل کی بُرا یوں کا روزا رہتے ہیں۔ حالانکہ بیوی ای لحاظ سے یہ سب اُنہی کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ ابتدا فی عمر یہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرتے تو اس فرض کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتے تو غلط نتائج ہرگز نہیں۔

اکیل تلخ حقیقت

میرا اندازہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ کوتا ہی اور مستقیم طبقہ

علماء سے بھری ہے۔ یہ حضرات مدرس دینیہ کے انتظام واللoram اور دینی طلباء کی تعلیم و تربیت اور عوام و خواص میں دین کی تبلیغ و اشاعت میں بھرک میں۔ قوم کی اصلاح و فلاح کے لیے انہوں نے پہنی زندگیاں وقف کر دی میں لیکن خود اپنی اولاد اور لوحا حقین کی دینی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں اسی کی توجہ صفر کے برابر ہے۔ (الاً ما شاء اللہ) — جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے جیلیل القدر علماء و مشائخ جو اپنے وقت میں علم و تقویٰ کے آفتاب دن تاب بن کر چکے اور جن کی تعلیم و تربیت سے سینکڑوں افراد علم و فضل کے زیرور سے آراستہ ہوئے۔ آج ان کی اپنی اولاد اور لوحا حقین دینی علم سے بھرہ اور علم و تقویٰ سے کوئوں دُور نظر آتی ہے۔ جن کے باپ دا اعلوم دینیہ کے امام نے جلتے تھے۔ آج ان کی اولاد اس نور سے کیسی محروم و لفڑو ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ یہ علماء و مشائخ و مدرسوں کی تعلیم و تربیت میں تو سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے رہے اور خود اپنی اولاد اور خاندان کی اصلاح و تربیت کی طرف مطلقاً توجہ نہ دے سکے۔ مقصداً اس گزارش کا صرف اس قدر ہے کہ طبق علماء کو اپنی اس کوئلہ ہی و غفلت کا نوٹس لینا چاہیے اور دینی علی خاندانوں میں خصوصاً علم دین سے متعلق جو خلاپیدا امور ہا ہے۔ اس کے تدارک کے لیے خصوصی توجہ کرنی چاہیے۔

## دعا اور اس کی اہمیت

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ وال تسیم نے فرمایا:-

اَنَّ رَبَّكُمْ حَمِیٌّ كَيْ تَحِلُّ لِيَشَنْهی مِنْ بَشَرَ کَيْ تَحِلُّ لِيَشَنْهی مِنْ عَبْدِهِ اَذَارِقَعَ بَيْدَیِهَاَثْ بَعْدِهِ اَذَارِقَعَ بَيْدَیِهَاَثْ مِنْهُ دُهْمَاءِ صِفَرًا۔ (ترمذی البرداد)	بَشَرَ کَيْ تَحِلُّ لِيَشَنْهی مِنْ بَعْدِهِ اَذَارِقَعَ بَيْدَیِهَاَثْ مِنْهُ دُهْمَاءِ صِفَرًا۔ (ترمذی البرداد)
---	--

ادخادر رب العالمین نے اعلان فرمایا: تم مجھ سے  
اُذْعُونَقَ اَسْتَجِعْ لَكُمْ (قرآن مجید) | دعائیں مانگو میں تبدیل نہ رہاؤں گا۔

اس لیے اپنے جواد و کریم رب سے نگئے جائیے۔ مانگنے میں کوتاہی نہ کیجئے۔ حضور رسول علی  
نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُعَاقِنَةً كَوْكَبِ رِزْقِيْهِ ہے اور

صدق و خیرات کرنے سے سخر زیادہ ہوتی  
ہے۔ روایت رسول، ترمذی  
و عبادات کا مخزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ  
کرنی چیز مיעظلم و کرم نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے اس کافضل مانگو۔ بشیک اللہ  
تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کے والی کیا جائے۔  
جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو  
اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔  
جن کیلئے دعا کا دروازہ کھل گیا،  
اس کے لیے رحمتوں کے دروانے  
کھل گئے۔

جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے  
تو خوب زیادہ مانگ کر کوئی نکر  
اپنے کریم جواد رب سے مانگ رہا ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی حاجت میں  
میں برکت رکھی ہے جس میں وہ بہت  
زیادہ دعا مانگ۔

یچھل رات میں اور فرض نمازوں  
کے بعد کی دعا میں زیادہ قبل  
ہوتی میں۔

• لَا يَرِدُ الْفَقَنَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ  
وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُثُمِ إِلَّا الْبُرُّ۔

• إِلَّا الدُّعَاءُ مُنْهَى الْعِبَادَةِ۔ (ترمذی)  
• لَيْسَ شَيْءٌ أَكْبَرُ مِنْ عَلَيَّ اللَّهُ مَنِ

الدُّعَاءُ۔ (ترمذی)

• سَلُوَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ  
يُحِبُّ أَنْ يُبَشِّرَ۔ (ترمذی)

• مَنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ اللَّهِ يَغْضِبَ  
عَلَيْهِ۔ (ترمذی)

• مَنْ فُتَحَ لَهُ مِنْكُفُرٍ بَابُ الدُّعَاءِ  
فُتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ۔  
(ترمذی)

• إِذَا سَأَلَ أَحَدٌ كُمْ فَلَيْخُثِّزْ  
فَإِنَّمَا يُشَيَّلُ مَرْبَةً۔

(طبرانی)

• لَقَدْ بَارَكَ اللَّهُ لِرَحْمَلِ فِي  
حَاجَةٍ أَكْثَرَ الدُّعَاءِ فِيهَا۔  
(بیہقی فی الشعب)

• قَالَ جَوْهُ اللَّيْلَ الْأَخْرَجَ وَدُبْرِ  
الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ۔  
(ترمذی)

جب تم میں سے کوئی نماز سے فارغ  
ہو تو اس کو لازم ہے کہ دعا منگے۔ ✓

جب ادمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے،  
اپنے رب کو پکارتا ہے۔ اسی کی طرف  
جھکا جاؤ بچر حب اللہ تعالیٰ نے اسے  
اپنے پاس نے نعمت دی۔ تو بھول جاتا ہے  
جس کے لیے پہلے پکارا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ

کے لیے بابر والے سُخْنَاءِ نگتا ہے۔

مصیبت میں اللہ کو یاد رکھنا اور چین دار امام کے زمانہ میں بھوول جانا ادا بُنگ کے خلاف ہے  
بندہ جس طرح مصیبت میں اللہ کا محتاج ہے۔ اسی طرح امن چین کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے عام  
طور پر ہمارا طریقہ ہے کہ مصیبت کے وقت تو لمبی دعائیں کرتے ہیں۔ نمازوں سے مسجدیں بھر جاتی  
ہیں۔ آیت کریمہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ کے وظیفے پڑھے جلتے ہیں۔  
اور حب مصیبت میں جائے تو اللہ تعالیٰ کو بھوول جاتے ہیں حضور علیہ السلام کی برا بیت یہ ہے کہ خوشحالی  
میں بھی دعا کرو۔ کیونکہ حب امام و چین کے درمیں اللہ کو یاد رکھنا ہے اور اس سے دعائیں مانگتے  
رہتا ہے تو مصیبت آنے پر بھوکا رہتا ہے وہ بھی قبل کی جاتی ہے جنوراً قدس صلی اللہ علیہ وسلم کا  
اشادہ کرے کہ: جسے خوشی ہو کہ:-

سختیوں کے وقت اللہ اس کی دعا  
قبول کے۔ اسے چاہئے کہ اس چین کے  
زمانہ میں دعا کی کثرت کرے۔

مَنْ سَرَّ اللَّهُ أَنْ يَسْتَجِيبَ اللَّهُ لَهُ  
عِنْدَ الشَّدَادِ إِنِّي فَلَيَكُثِرُ الدُّعَاءُ  
فِي الرُّخَاءِ۔ (ترمذی)

حضرت مسلم فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حب بندہ چین اور خوشی کے زمانہ میں دعا  
کرتا ہے اور بچر حب اسے کوئی مشکل درپیشی ہو جاتی ہے تو اس وقت بھی دعا کرتا ہے تو فرشتے اس  
کی سفارش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قریب جانی سپانی آوانی ہے۔ ہمیشہ بیان خیچتی رہتی ہے اور حب  
بندہ چین اور خوشی کے زمانہ میں دعائیں کرتا اور مصیبت آنے پر دستیں دعا پھیلاتا ہے تو فرشتے

۰ إِذَا فَرَأَعَدَ أَحَدٌ كُمْ مِنَ الصَّلَاةِ  
فَلْيَسْدِعْ۔ (بیہقی)

خُوشحالی میں دعا  
وَإِذَا مَسَّ الْأَنْسَانُ  
صُرُّهُ عَارِبَةً مُنْبِشًا  
إِلَيْهِ لَحْرًا إِذَا أَخْوَلَهُ بِعَمَّةَ قِنْثَهُ  
خَنَّسِيَ مَاكَانَ يَدْعُ عَوْزَ إِلَيْهِ مِنْ قِبْلَهُ

(زص۔ پ ۲۳)

کئے ہیں کہ اس آوازِ کوہم تو نہیں پہچانتے۔ پہلے تو سُنی نہیں۔ یہ بات کہ کہاں کی طرف سے تجویز برنتے ہیں اور وہ عاقبہ ہونے کی سفارش نہیں کرتے۔

### وفات شدہ مسلمانوں کے حق میں گناہ قرآن مجید میں فرمایا:-

ادروہ جوان کے بعد ائے عرض کرتے ہیں کہ:-

اے ہمارے رب ہیں بخش رے اور ہمارے بھائیوں کو جوہم سے پہلے ایمان لائے۔ (قرآن مجید)	دَالَّذِينَ جَاءُوكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِنْ لَنَا وَلَا إِلَّا خَوَانِنَ اللَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
--	---

اس آیت میں ایمان کی یہ شان بیان کی گئی کہ اپنے وفات شدہ مسلمان بھائیوں کی مخفرت د بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس مسئلہ کی دلیل ہے اہل ایمان پر اپنے وفات شدہ مسلمانوں کے حق میں حکمت و مخفرت کی دعا کرنا واجب ہے۔ خصوصاً اپنے والدین کے لیے اور وہی تعلیم دینے والے ائمہ کے لیے حضور سید عالم فرمجتم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جب تم لوگ نماز جنازہ پڑھ کر کرو تو لَهُ الدُّعَاءُ رَابِدًا دُوَابِنَ مَاجِدًا	إِذَا أَصْلَيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلُصُوا مُحْزَنًا لِلصَّلَاةِ طَوْرَتِيْتُ كَلِيلًا كَرِيمًا
حضرت بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلیمان نے فرمایا کہ:-	

مُرُورہ قبریں ایک دُو بنے والے غیر مکمل والے کی طرح ہوتی ہے۔ وہ انتظار کرتا ہے باپ، ماں، بھائی یا دوست کی دُعا کا۔ جب اس کو کوئی دُعا ملتی ہے تو اس کو دُنیا و مانیسا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور اس تعالیٰ زمین والوں کی علاوں	مَا الْمَيِّتُ فِي الْقُبُوْرِ إِلَّا كَالْخَرْبَةِ الْمَتَعَوِّثُ بِنَيْنَقْلَ دَعَوَةً تَلْعَقُه مِنْ ابْ أَوْ امْ أَدَّاهُ صَدِيقِيْفَادَا الْحَقْتَهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنَّ اللَّهَ لَيَعْلَمُ خُلُّ الْأَرْضِ أَهْلُ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ
--	--

لِلشَّاكِرِينَ مِنْهُمْ لَا سَمَا لِأَبِيهِمْ وَلَمْ يَعْلَمْهُمْ دَعْوَجَ البَيَانِ

أَفْتَالُ الْحَيَاةِ وَإِنَّ هَذِهِ الْأَخِيَاءُ  
إِلَّا مَوَاتٍ لِإِشْتَغَارِكُمْ.  
(رواہ البیهقی مشکوٰۃ)  
کو پہاڑ سبیسا بلند بنائ کر قبر والوں کو نژاد بے  
عطاف رکتا ہے اور زندگی کا ہدیہ پروردہ  
کے لیے استغفار ہے بینی و نات  
شہزادوں کی معافیت کے لیے دعا کرتے رہنا۔ زندگی کا وفات شدہ افسار کے  
لیے ہدیہ و تخفہ ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعَ الْتَّوْجِهَ  
الْعَبْدَ الصَّالِحَ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ  
يَا أَكْرَتِ أَقْلَى هَذَا فَيَقُولُ يَا إِشْتَغَارَ  
وَلَدِكَ رَاحِمَدَ مَشْكُوٰۃ) درج کیسے ملاؤاللہ تعالیٰ افرانیتے کرتے  
رکے کی دعائے مغفرت کرنے سے

حضرت رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

کیا ہر دعا قبول ہوتی ہے؟ جو مسلمان مرد و خورت دعا مانگے جس میں گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ ہو، تو

اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرائٹے کا تین باروں  
میں سے ایک ہزو ہوگی۔ یا جلاس کی گئی  
قبول ہو جائیگی۔ یا اس کی دعا کا نزاب آفتاب  
میں اس کو ملے گا۔ یا دعا کی وجہ سے اس  
آشکر (راحمد) کی مصیبت پر پیشانی دو فرما دے گا۔

صحابہ کرام نے عرض کی پھر قوم بہت دعا مانگیں؟ فرمایا اللہ کا نسلیت بہت زیاد ہے۔  
علوم ہر اک دعا ہر مسلمان کی قبول ہوتی ہے۔ اور اس کی قبولیت کی تین صورتیں ہیں۔ دنیا ہی میں  
اس کا تیجہ اور نہ سامنے آ جاتا ہے۔ یعنی تو پھر آنحضرت میں اللہ تعالیٰ دعا کا نزاب عطا رکتا ہے۔ یا  
پھر اس دعا کے تیجہ میں دعا کرنے والے کل بہت سی پریث نیوں اور مسیبتوں کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں دو فرما  
 دیتا ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت و شیوه پر مبنی بتتا ہے۔ اس لیے اپنے رسیم و کیرم رب سے تباہی نہیں۔

خوب دلکھجئے۔ دعا سے مذکرتا ہے کہ فعل اللہ کو ہبہ پسند ہے اور دعا میں نامہ ہی نامہ ہے۔ مفسرین نے کہا۔ آیت اذ عذر فی اشتجبت لکھن کی تفسیر میں فرمایا دعا کا قبول فرماتا اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اس بیرونی دعا نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں بھی رب تعالیٰ نے بندے کی دعا قبل فرمائے کا انعام فرمایا ہے۔

**اِحْيَيْ بِدُعَوَةِ الدَّاءِ عَذَادَعَانِ**

(قرآن مجید)

علام شیخ الحمد بیرون شفی اسٹاد حضرت سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر الحمدی میں فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں وہ آیات جو ہمیں دعا مانگنے کا ذکر ہے سے یہ استدلال کی جاتی ہے کہ بندوں جب اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتوں کے پورا ہونے اور بلازوں کے فتح ہونے کی دعا کرتا ہے تو یقیناً رعاقیوں برقرار ہے۔ یہ کہ دعاوں کی تاثیر بہت ہے۔ ہم اہل صفت یہ کہتے ہیں تقدیر و تضمیم پر ہے ایک برس جو کبھی نہیں بدلتی۔ دوسرا موڑت اور یعلق ہوتی ہے۔ اس طرح کہناں مرضی کے لیے فلاں بندہ مثلاً دعا کرے گا تو تاریخ درست ہو جائے کہ تو رعاؤں کے لیے سبیت تاثیر ہے۔ شفا و مرمت و زیست و دعا پر یعلق ہے۔ اگر وہ بندہ اس کے حق میں دعا کرے تو نزدِ لاک ہو جائے اور یہ ہی سال ہے سبیت کے لیے صدقہ دخیرات درعا واد ایسیل رواب کرنے میں لعینی وفات شدہ مسلمانوں کے لیے سدقہ دخیرات، والیصال رواب یہی تاثیر ہو گتی ہے۔

لَهُ إِجَابَةُ الدُّعَاءِ وَعَدُّ صَدَقَ مِنَ اللَّهِ لَا خَلْفَ فِيهِ (مدارک)، وَعَنْدَ لِلَّهِ أَعْنَى  
بِالْإِحْكَامِ رِدْحَ الْبَيَانِ، أَنْتَعْ مُعَاءَ عَبْدِيِ اللَّهِ أَعْلَمُ بِأَذَادَعَانِ (رخاذن)  
لَهُ، يَمْسِدُ بِيَشِيلُ هَذِهِ الْأَلْيَةَ عَلَى أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا دَعَ اللَّهَ تَعَالَى لِلْأَحْمَلِ تَعْنَى الْحَوْلَى حَوْلَهُ وَدَرْجَتِ  
الْبَلَى يَأْتِي بِكَلْمَكُونَ لِلَّهِ دُعَاءَ تَأْتِي بِلَيْلَيْغَ مِنْ نَقْولِ رَبَّ الْعَنْدِيْرِ تَرْعَانِ مُجْرَمٌ وَهُوَ لَا  
يَبْتَدَأُ أَصْلًا وَمُؤْقَتٌ وَهُوَ مَا كَانَ مُعْلَقاً بَاتَهُ أَنَّ يَدَعُ الْعَبْدَ مُثَلَّاً يَشْفَعِيَ وَلَا يَمْنُتُ لِلَّهِ عَوَادَ  
تَأْتِي بِلَيْلَيْغَ حَيْثُ عَلَى الشَّفَاعَةِ بِهَا لَنْ لَزِيدُ لَهُ لَكَلَكَ الْبَلَةَ وَهُكَلَ الْأَحَالُ فِي الْمَدَّةَ  
وَالَّدُّعَاءُ لِلَّا مُرَادٍ وَهَذَا أَصْلُ غَامَضٍ لَا يَدِ سَاحِهِ كُلُّ وَاجِدٍ قِنَ الْعَوَادِ  
(تفسیر الحمدی)

اور یہ بڑی زبردست دلیل ہے اور سر ایک عامی اس کو سنیں جانتا۔ (تفہیر الحدی) نما ہر ہے کوئی تقدیر متعلق ہے اور کوئی سبزم۔ بندہ کو کیا معلوم، اس لیے وغایہ حال کیجئے۔ کہ اس میں فائدہ ہمی فائدہ ہے

---

## آیتِ تطہیر

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الْمُنَجَّسَ أَهْلَ الْبَيْتِ رَبِيعَهُ كُنْ تَطْهِيرًا。 (سورة الحزاب پا)

- علماء کی ایک جماعت نے تشریح کی ہے کہ اس آیت میں اہل البیت سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مراد ہیں کیونکہ اس آیت کے اول اور بعد ازاں ازواج مطہرات ہی کا ذکر ہے جنما پھر اس آیت سے پہلے پانچ آیات یا ایہا التسبی قل لا زواج کسے لے کر وقلن قولاً معزز فاتاک اور اس کے بعد کی آیت واذکر مابینی فی بیونتک من آیات اللہ والحكمة ازواجم مطہرات سے ہی متعلق ہیں۔
- سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عکرم کا بیان ہے کہ آیتِ تطہیر

لہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس حبلت اور حضرت قرآن میں حضور کے چیزاد بھائی میں حضور نے آپ کو سیدر سے لگا کر دعا دی ہے اللهم علمنا الكتاب۔ اللهم علمنا الحكم۔ اللهم فقهہنی الدین۔ الہی ان کر قرآن سکھا۔ الہی نہیں حکمت سکھا۔ اور اے اللہ انہیں دین کی سمجھ دے۔ و شکر، ایک شب یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ بیظھر کو جمع مذکور کی ضریب ہے جو مردوں کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ اس لیے ازواج مطہرات کامرا دلینا درست نہیں ہے لیکن جواب یہ ہے کہ اگر قرآن مجید می سے یہ ثابت ہو جائے کہ جس مذکور کی ضریب عورتوں کے لیے آنی درست ہے تو پھر نجاشیش انکار کمال؛ (باتی اگلے صفحہ پر)

سے حضور علیہ السلام کی ازداج مطہرات مراد ہیں

• قرآن مجید میں بھی اہل البیت سے یہوی کا مراد ہونا واضح ہے — جب عزیز مصر کی بیوی تے جناب یوسف علیہ السلام کو بُرا کی طرف بلا یا تو آپ دروازے کی طرف بھاگے اس نے آپ کا پچھا کیا اداپ کا کرتے پھیپھے سے پکڑ کر کھینچا۔ کہ عزیز مصر دروازے کے پاس مل گیا۔ زین خانے اپنی بُلت خالہ کرنے کے لیے جیتر اشادہ عزیز مصر سے کہا

قالَتْ مَاحْجَرَأَمْ مَنْ أَسْرَادِيَاهِلَّةٍ	کیا سزا ہے اس کی جس نے تیزی گھول
سُوْرَةٌ (سورة یوسف پارہ ۱۲)	سے بد کی چاہی ہی۔

اس ایت میں اہلے سے مراد بہر حال بیوی ہی ہے۔

• جب فرشتے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت سننے کے لیے آئے تو ان کی بیوی نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ میری عمر نو سے سمجا ذہبیک ہے اور میرے شوہر بھی تو رجھے

اللَّهُ أَكْبَرُ سو بیس سال بُرگئی ہے۔

فَرَأَتِهِ بُرَىٰ كَيْا اللَّهُ كَمْ كَامْ كَارَقَةٌ	تو اُلَا الْعَيْنَيْنِ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةٌ
بُو بَيْ شَكَ اللَّهُ كَمْ رَجَتْ اُرْ اسْ كَ	اللَّهُ وَبَرَّ حَنْتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْيَتِيمَ
بِكَيْنِ تِرْ پَرْ اسْ كَھرَوَالُوں پَرْ۔	رسورہ ہود۔ پارہ ۲۲)

(لبقیہ حاشیہ صفحہ گن شند) : سورہ قصص پارہ ۲۰ میں حضرت رومی کے داعمی ہے قال لائلہ اُمکٹو۔ حضرت رومی نے اپنی بیوی سے فرمایا۔ تم بیس سو ہر جاد بھجھے اگ دکھائی دی ہے۔ اس ایت میں امکٹو صیز بھج نہ کرہے جو کہ حضرت رومی کی بیوی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح سورہ یوسف میں ائمہ لکنت من الحناظین میں خاطیثین بھج نہ کرہے جو زینی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ سورہ ہود میں فرشتوں نے حضرت سارہ سے کہا۔ رحمۃ اللہ در برکاتہ علیکم۔ علیکم میں ضریب جمع مکمل ہے۔ جس سے واضح ہوا قرآن مجید میں جس نہ کل ضریب عمر زنوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ تو اس طرح ایت تطہیر میں جس نہ کل ضریب، حضور کی ازداج مطہرات کے لیے ہو ہے۔ فافہم

اس آیت سے بھی واضح ہوا کہ بیان اہل بیت میں داخل ہیں۔ لہذا اہل بیت سے ازدواج کو خارج فرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

اسی ذرع کے دیگر دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ آیتِ تطہیر کے لفظ اہل بیت سے اولاد بالذات تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات ہی مراد ہیں۔ یہ ہی وہ بھے کہ جن نفوسِ تدبیہ کا لفظ اہل بیت میں شامل نہ ہونے کا شہرہ سکتا تھا، حضور علیہ السلام نے انہیں اہل بیت میں شامل فرمایا اس شبہ کا تفعیل قبح فرمایا۔

چنانچہ سلم شریف میں حضرت سعد بن زناص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیتِ ندعاً ابتداءً نادابناءَ كـ حـنـاـزـلـ هـوـئـ لـزـرـسـوـلـ اللـهـ صـلـیـ اللـهـ عـلـیـہـ وـسـلـمـ نـےـ جـنـاـبـ عـلـیـ سـیدـ فـاطـمـ حـسـنـ حـسـيـنـ کـوـ بـلـاـ بـاـ اـعـبـرـ فـرـمـاـیـاـ :

فَقَالَ اللَّهُمَّ هُوَ لَا يَأْهُلُ بَيْتَيْتِي ۔ | الْبَحْرَیْسَ اہل بیت ہیں ۔ (مشکوٰ)  
اوَّلَ حَفْظَتُ ابْرَاهِيمَ خَدْرَى مُجَاهِدَ اُولَاقَادَهَ كَأَقْوَلَ يَهُوَ كَهُوَ اہل بیت سے حضرت علی ۔ فاطمہ حسن حسین مراد ہیں ۔ — بہر حال حق یہ ہے اہل بیت میں ازدواج مطہرات بھی داخل ہیں ۔ اوَّلَ حَنَابَ عَلَى مَرْضَى شِيرَ خَدَا اوَّلَ سَيِّدَه عَفِيفَ طَبَیَّبَ طَاهِرَه فَاطِمَه اُولَاقَادَه کُنْيَتُ امام حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ۔ اوَّلَ قَرَآنَ وَحَدِيثَ سے بھی یہی ترتیب نکلنے ہے اور یہ ہی امام ابو منصور ماتریبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔

آیتِ تطہیر سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے ۔ اور اہل بیت بوت کو فسیحت فرماں گئی ہے کہ وہ لوگوں سے بچیں اور لفڑی و پرہیزگاری کے پابند رہیں ۔

جواب انس کی والدہ کا ذوق | عن انس بن مالک قال كانت لى ذؤابة فقلت لى أتحى لا اجرُها كان رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم يَمْدُّهَا وَيَأْخُذُ بِهَا ۔ | (ابوداؤد جلد شافعی ص ۲۳۷)  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے زلفیں تھیں۔ میری والدہ نے مجھ سے ہر یا میں ان زلفوں کو نہیں کاٹوں گی کیونکہ حضور علیہ السلام ان زلفوں کو کھینچتے اور پرکشتے تھے۔

# دل کا فتویٰ

حضرت والبصیر بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بخوبی سافر ہوا تو میرے سوال

کرنے سے قبل ہی اپنے فرمایا۔ تم نیک اور  
گناہ کے متعلق سوال کرنے آئے ہو، میں  
نے عرض کی جی ہاں! حضور نے فرمایا۔  
اپنے دل سے فتویٰ لے۔ نیک وہ ہے  
جس سے تیرا جی سلسلہ ہو اور جس کی پڑ  
دل کا اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے  
جی میں کھٹکے اور سینہ میں ترقی پیدا کرے

فَقَالَ حِنْتَ شَائُلُ عَنْ أَبِيرٍ  
فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ إِسْتَكْفِ قَلْبَكَ  
إِلَّا مَا أَطْمَأْتُ شَارِيَةَ التَّقْسِيمِ وَ  
ثَمَانَ إِلَيْهِ الْقَدْبُ وَالْأَشْحَامَ مَا خَالَكَ  
فِي التَّقْسِيمِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ رَوَانَ  
أَنْتَلَكَ النَّاسُ وَأَفْتَوَكَ.  
رواء می واحمد)

اگرچہ لوگ اس کا فتویٰ دے دیں اور تجھے بھی اس کام کے کرنے کو میں۔

حضرت نواس بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضور سے  
یکی اور بڑی کے متعلق سوال کیا تو حضور  
نے فرمایا۔ نیک اچھے اخلاق کا نام ہے اور  
اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے  
اور لوگوں پر تیرے اس فعل کا ظاہر ہوتا ہے  
عَنِ الْبَرِّ وَالْأَشْوَمْ فَقَالَ أَبِيرٌ  
حُسْنُ الْحُلُقُ وَالْأَشْحَامُ مَا خَالَكَ  
فِي تَفْسِيْكَ كَمِّ هَتَّ أَنْ يَطْلَعَ  
عَلَيْهِ النَّاسُ (مسلم شریعت)

تجھے بِرَاعِسِ مُسْلُومٍ ہو

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ انسان کا دل فطری طور پر حق شناس ہے۔ دل کا فتویٰ  
اد رضیم کی آواز صحیح و درست ہوتی ہے لہش طکی قلب بیدار ہو اور صمیر نہ ہو۔  
اد قلب بیدار ہوتا ہے آخرت کے تصور سے۔ جب عقیدہ یہ ہو کہ آخرت کی باز پر سے  
بچنا ممکن نہیں اس دن توہ حرکت و سکون کا محسوسہ ہوتا ہے وہ دن تو ایسا ہو گا کہ انکو چند عیّنے گل۔  
پاندکی روشنی جاتی رہے گی۔ شمس و قمر ملادیے جاتیں گے (رسورہ قیار)، انسان کھٹ جائے گا۔ تارے

- جھوڑ جائیں گے بہمند رہا دیے جائیں گے۔ قبریں کریدی جائیں گی (رسویہ انفطار)
- عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخْرَثَتْ . (انفطار)
- يَوْمَ لَا تَنْدِلُكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْءًا ذَلِيلًا مُرْبُوطٌ بِهِ - (انفطار)
- يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفْرُسُ كَلَّا لَا وَزَرَ إِلَيْيَ سَرِيدَكَ بُوْهَمَيْزِينَ الْمُسْتَقْتَشُ (رسویہ قیام)
- اس دن آدمی کہے گا کہ صریحًا جاؤں ہرگز نہیں کوئی پناہ میں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔ اس دن مجرم آرزو کرے گا۔ کاش! اللہ کی مکڑا اور اس کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں بیوی۔ پچھے بھائی بکریہ قبلیہ اور جو کچھ زمین میں ہے لے لیا جائے اور یہ چیزیں اسے پیالیں۔
- كَلَّا إِنَّهَا لَظِي نَزَاعَةً لِلشَّوَّى . (المعارج)
- فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا بَرَّةً وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا شَرَّا يَبْرَدُهُ . (زلزال)
- توجب یہ عقیدہ ہو، یہ تصویر ہر، آخرت پر ایمان کامل ہو تو پھر دل بیدار ہوتا ہے۔ حق و ناحق میں تمیز کرتا ہے۔ حق کے حق میں فتویٰ دینیا ہے اور باطل کے باطل ہونے کا انمار و اقرار کرتا ہے۔
- هذا فی حق من شرح اللہ صدرہ و نوس قلبہ (لمعات)

پانچ باتیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں (۱) اختذل کرنا (۲) مسوئے زیر ناف مُوْنَدَنَا (۳) سوچپیں کم کرنا (۴) ناخن ترشوتا اور (۵) بغل کے بال اکھیرتا۔ (حشرخونہ شریعت)

# مکافاتِ عمل

از روئے لفظ کسی چیز کو اس کے محل رجگر، میں نہ کھنے کا نام ظلم ہے۔ اسی لیے اس لفظ کے معنی کی دعوت میں کفر و شرک، قلیل ناصحت ایسے سنگین جرم سے لے کر ایک ادنیٰ اور حقیر سی کوتا ہی بھی آجاتی ہے۔ خواہ اس کوتا ہی کا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبے ہو، اچھے اور بُرے اعمال کے ثمرات و اثرات اور نتائج اس دنیا میں بھی ضرور سائنس آتے ہیں

قرآن مجید میں فرمایا ہے:

جو تمہیر مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیا۔ اور بت کچھ تو معاف فرمایا۔  <b>وَمَا أَصَا بَعْدَ مِنْ</b> <b>مُصِيَّبَةٍ إِنَّمَا كَسْبَتْ أَيْنَكُثُرُ</b> <b>يَغْفُو عَنْ كَثِيرٍ۔</b>
--

دیتا ہے۔ یعنی جیسی کرنی دلیلی بھرنی۔ یہ بھرنی صرف آخرت کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ دنیاوی زندگی سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سہی سنت (طریق) ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی اچھے یا بُرے عمل کی جزا یا سزا دیتا ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ ہم چلہے دنیا میں کسی کے ساتھ کیسا ہی غلط اور ظالمانہ برتاؤ کریں۔ کتنے ہی سنگین اور سخت انگل ہوں کا ارتکاب کریں۔ صرف آخرت ہی میں اس کی باز پُرس ہوگی، دنیا میں اس کا کوئی اچھا یا بُرا نتیجہ نہیں لکھتا۔ ایسا خیال دراصل صنیر کے مردہ ہونے اور احساس کے مرجانے کی علامت ہے۔ کیونکہ حقیقت ہے کہ اس دنیا میں ہمیں مختلف اوقات میں جو حادثات و مصائب پیش آتے ہیں وہ دراصل ہمارے اعمال کا نتیجہ ہی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ بات ہے کہ صنیر کے مردہ ہو جانے کی وجہ سے ہم ان الام و مصائب کے اصل سبب کا احساس نہ کریں۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا، تین باتیں جس میں ہوں وہ ایمان کی لذت و شیرخی کو تین باتیں پال دیتا ہے (۱) جس کو اللہ و رسول سارے عالم سے پیارے ہوں (۲) جو کسی بزرگ کو خاص اللہ کے یہے محبوب رکھے (۳) جو اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے پھر نے کو ایسا بُرا جانے جیسے اگل میں داے جائے کو بُرا جانتا ہے۔ (رجاری ۱)

# میت کے گھر کا کھانا ناجائز و ممنوع ہے

دہیات اور خصوصاً برادری والوں میں یہ رسم ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو میت کے روزِ دفاتر سے غریزہ و قارب، دوست و احباب اس کے بیان جمع ہو جلتے ہیں۔ پھر کچھ دسرے تیسرسے دن واپس ہوتے ہیں اور بعض چالیسویں نکل قیام کرتے ہیں اور اس مرد میں ان غریزوں اور باہر کے قیام و لعham کا انتظام و اہتمام الی میت کو کرنا پڑتا ہے اور اس طرح اہل میت صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات فرزن کے کر غریزوں کے مصارف قیام و طعام کو پورا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ذکر تو برادری میں ملعون و بد نام ہوتے ہیں۔ نکل کئی نکل کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن اسلام کی نظر میں یہ رسم ناجائز و ممنوع ہے اور اس کے ناجائز ہونے پر تعدد و حدیثیں ناطق میں۔ فقهاء احباب نے تصریح فرمائی ہے۔

<p>اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوش میں کچھ ہے تاکہ عنی میں اور تبدیع است شنبیہ ہے۔</p> <p>فقة حنفی کی معتبر کتاب مراقی النلاح۔ خلاصہ سراجیہ۔ علماء حنفیہ۔ عالمگیری وغیرہ میں بھی اس ضیافت کو ناجائز لکھا ہے۔ اور سراجیہ کے الفاظ یہیں۔</p>	<p>وَكَبِيرٌ إِنْتَخَادُ الضَّيْعَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيْتِ لَا نَهَا شُرُعَةٍ فِي السُّرُورِ لِأَنَّ فِي السُّرُورِ دُرْدُهٗ بَذَعَةٌ مُشَفِّحةٌ فَنَحْدَهُ الْقَدِيرُ ح ص</p>
--	--

<p>اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی جائز نہیں ہے۔</p>	<p>لَا يَبَاحُ إِنْتَخَادُ الضَّيْعَةِ عَنْهُ ثَلَاثَةٌ أَيَّاً مِّنْهُ فِي الْمُعْبَثَةِ.</p>
---	--

<p>اتسی بات دوست ہے کہ صیبیت کے لیے تین روں بیویوں کے ہیں۔ بلکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچانا اور میت۔ والوں کی طرف سے کھانے کا اہتمام کرنا جاسح الریز میں ہے۔</p>	<p>وَكَبِيرٌ الْجَلُوسُ لِلْمُعْنِيَةِ ثَلَاثَةٌ أَيَّاً مِّمَّا أَقْتَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَكَبِيرٌ إِنْتَخَادُ الضَّيْعَةِ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ</p>
--	--

<p>بعنی تین روں ایک قمریت۔ لیے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے۔ اور ان دونوں میں ضیافت بھی ممنوع ہے۔ اور اس کا</p>	<p>لَا يَبَاحُ الْجَلُوسُ لِلْمُعْنِيَةِ ثَلَاثَةٌ أَيَّاً مِّمَّا أَقْتَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَكَبِيرٌ إِنْتَخَادُ الضَّيْعَةِ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ</p>
--	--

وَكَذَّ أَكْلُهَا كَمَا فِي خَيْرِ الْفَتَّاوِيٍّ  
کھانا بھی منوع ہے۔  
چہر اگر یہ ضیافت دارثوں کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر کی جائے تو اور بھی زیادہ امر  
سخت اور شدید حرام ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:-

إِنَّ الظَّبَابَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ  
بَشَكْ جو لوگ تقییوں کے مال ناخن کرتے  
میں بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے  
نَلْهَنَّا - الحَمْدُ لِلَّهِ

بھرتے ہیں — اور ظاہر ہے کہ دارثوں میں تقیم اور نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں۔ ایسی سورت  
میں نذکرہ بالاضیافت تقییوں کے مال کو نلزم و جور سے کھانا اور بردازنا ہے اور یہ حرام ناجائز ہے۔  
ہاتھ اگر میت کو الصیالِ ثواب کے لیے کھانا وغیرہ غربوں میں تقیم کی جائے تو جائز ہے۔ لذتِ تبرک  
کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے اور اگر تبرک سے الصیالِ ثواب کیا جائے تو اگر نام دارث بالغین  
تران کی اجازت سے کر سکتے ہیں۔ بلا اجازت درشت جائز نہیں۔ اور اگر دارثوں میں نابالغ بھی ہیں تو بھی  
تبرک سے الصیالِ ثواب جائز نہیں ہے

## کارسازِ ما با ف کر کارِ ما

حقیقت یہ ہے کہ اگر سہم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کریں اور اسلام کی تعلیمات کو زندگی کے  
ہر شعبہ میں جاری و نافذ کریں — تو اچھی کارسازِ ما با ف کارِ ما، "کافرا رہ سہم اپنی اکھوں سے  
کر سکتے ہیں — حسن و سعید عالم نو محترم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-  
ایک شخص جنکل میں جاری تھا کہ ناکاہ اس نے بارل کے ایک گڑتے سے یہ آواز سنی کہ:-  
فَلَلَّا خَصْنَ كَمْبَيْتْ كُو سِيرَابْ كَر  
فُسِيمْ صُرْنَافِي سِحَابَةِ اسِقْ حَدِيقَةِ  
(سلم شریف)

سلہ۔ قدوی تاضی خان میں ہے۔ إِنَّ الْخَنَدُ ذَا الْمُمِيَّتِ طَعَاماً لِلْفُقَهَاءِ اعْكَانَ حَسَنَةِ الْآتَى  
نَلْكُونُ فِي الْوَرَثَةِ صَغِيرٌ لَمَّا يَعْجِزُ ذَالِكَ مِنَ التَّرْكَةِ اور هندیہ۔ خانہ بنار خانہ  
میں ہے إِنَّ الْخَنَدُ طَعَاماً لِلْفُقَهَاءِ اعْكَانَ حَسَنَةِ الْوَرَثَةِ بِالْغِنَى إِنَّ الْكَانَتْ  
فِي الْوَرَثَةِ صَغِيرٌ لَمَّا يَعْجِزُ ذَالِكَ مِنَ التَّرْكَةِ مِنْهُ۔

پھر وہ بادل جس سے آواز آئی تھی دوسرے بادلوں سے ہٹ کر ایک پھاڑی پر برسا۔ پھر یہ پانی اکٹھا ہو کر نالے کے زیر یہ سے ایک باغ کی طرف بہنا شروع ہوا۔ آواز سننے والا شخص اس پانی کے مقابلے میں اس باغ میں پیش گیا۔ دہاں اس نے دیکھا کہ ایک شخص ک DAL سے اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا۔ پھر اس شخص نے باغ کے مالک سے سوال کیا۔ تم کی عمل کرتے ہوئے میں نے بادل میں یہ آواز سنی تھی کہ فلان کے باغ کو سیراب کرو۔ اس نے جواب دیا۔ میں باغ کی پیداوار کا جائزہ لیتا ہوں۔ پھر پیداوار کے تین حصے کرتا ہوں۔ ایک حصہ خیرات کر دیتا ہوں۔ دوسرا حصہ

<p>فَإِنَّ الظَّرَابَ إِلَىٰ مَا يُحِبُّ مُحْمَدٌ هَمْهَنَانَ أَتَصْدِقُ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے کھانے کے بیلے رکھ لیتا ہوں اور غیر احسوس باغ میں لگا دیتا ہوں۔</p>	<p>شَلَّةٌ وَّأَكْلٌ أَفَأَدْعِيَانِي شَلَّةً وَّ أَرْدُدْ فِيهَا شَلَّةً۔ رَمْلَمْ</p>
---	---

دیکھئے زمین کی پیداوار کی نکوتہ نکالنے کی برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے باغ کو سیراب کریں۔

## دیانت اور سچائی کا ایک انوکھا واقعہ

دیانت اور سچائی ایسی صفات ہیں جو انسان کے دل کو سکون ویتی ہیں اور الجھنوں اور پیشہ زبر سے بچاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے اُنم سا بف کے ایک شخص کا واقعہ گیوں بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص کسی سے زمین خریدی اور اس زمین میں اسے ایک بولے کا مٹکا ملا۔ خریدار مالک نہ میں کے پاس گیا اور کہنے لگا میں نے صرف زمین خریدی تھی۔ اس سونے کی قیمت اپ کو ادا نہیں کی (المہذا یہ سوتا تم لے لو) مالک زمین نے سونا لیتے سے یہ لکھا لکھا کر دیا کہ میں نے زمین اور جو کچھ میں ہے سب آپ کو فروخت کر دیا ہے (المہذا یہ سوتا تم ہی رکھو) بالآخر یہ دلوں کسی ثالث کے پاس اپنا تزار عطا کرنے کے لیے گئے۔ ثالث نے دلوں کی گفتگو میں اور کہا تم دلوں کی کوئی اولاد ہے؟ ایک نے کہا میری ایک لڑکی ہے۔ دوسرے نے کہا میرا ایک لڑکا ہے۔ ثالث نے کہا لڑکی اور لڑکے کا باہم لکھا کر دو۔ اور یہ سونا انکی

وَأَنْفَقُوا عَلَيْهِ وَلَنْصِدِّقُوا رَبِّنَارِيَّ سَلَمْ، شادی پر خرچ کرو اور صدقہ بھی کرو۔

بنطہر تو یہ ایک واقعہ ہے۔ مگر حقیقت میں دنیا کا انوکھا مقدار اور سچائی دیانت پاکی از سی و

صاف دل کی ایک حیرت انگیز مثال ہے۔ دکھنے کا چیز یہ ہے کہ ان دوں نے صداقت و امانت کو اپنا کروں تھب پایا ہے کیا انہیں یہ روانی جھکڑے اور دھوکہ و فریب سے حاصل ہو سکتا تھا؟

## بزرگانِ دین کے عرس

بزرگانِ دین کے اعراس کو یہ کہ کہ بخشت قرار دیا جاتا ہے کہ عرس کرنے والے اسے فرض وابستہ سمجھتے ہیں۔ اور تاریخ مقرر کر کے ہر سال کرتے ہیں۔ — حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے قدس سرہ عبدالعزیز پاپے والا کرم حضرت شاہ عبدالحیم علیہ الرحمہ کا عرس منانے تھے۔ مولوی عبد العکیم مٹانی نے بھی آپ پرندگارہ بالا اعتراض کیا۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے ان کے اعتراض کا جواب بیان ملاحظہ ہے۔

<p>بی عن جس پر کیا جا رہا ہے اس کی حالت جمالت دبے جھری پسندی ہے۔ اس لیے کروں فرانش مقررہ شرعیہ کے کوئی شخص کسی شے کو ذرفنہیں جانتا۔ باں یہ اس ضد ہے کہ زیارت تبدیل در صالیحین کی قبوں سے برکت حاصل کرنا قرآن مجید کی تلاوت دعا و تقدیم طعام و شیرینی با تقاضا علماء کو مختمن اور خوب کام ہے اور روزی عرس کے متین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یوں راس بزرگ، کے</p>	<p>ای عین مبنی است برحیل احوال مطلعون علیہ۔ زیراً غیر از فراغق شرعاً مقررہ را ہمچکیں فرض نہیں نہیں۔ اسے زیارت تبور و تبرک ابقوا رحلا الحجین و تلاوت قرآن دعائے خیر و تقدیم طعام و شیرینی امیر محسن نزب است بہ اجماع علماء و ایقین روز عرس آنسست کر آں روز نہ کر انتقال ایشان باشد از را العمل بدار الشواب۔</p>
--	--

(زیدة النصائح ص ۱۵)

والعمل سے دار الشواب کی طرف انتقال کی یاد تازہ کرنا ہے۔  
جتنی کہ مانعین کے امام مروی اسمبلی دہلوی مصنف تقویت ایادیان نے بھی صراط مستقیم  
میں رہا جو بذریعہ ایضاً عرس کرتا جائز تراویہ کے، یہ لکھا ہے:-

پس رجوبی ایں قادر ام از امور مر سو مر  
فاحشر ها داعر اس دنر و نیاز ایا هوت  
شک و شنبیت، (روا متفقین ص ۵۵)

البنت زیلا ہر ہے کہ بزرگانِ دین کے عرسوں کو کھیل تماشہ نہ بنایا جائے اور کوئی کام شریعت کے  
خلاف نہیں ہوتا چاہیئے جیسے رقص و سرود کی مجالس، استرات کا بے حجاب و بے تقاب آنا،  
یا تبروں کو سجدہ کرنا یا قبور کا طواف کرنا وغیرہ وغیرہ۔ رہا ہر سال کسی بزرگ یا کسی مسلمان کی قبر پر بانا  
نا تحریر پڑھنا، الصال قواب کرنا جائز و مباح ہے۔

فہرست حنفی کی مشہر و معترکتاب روا المختار میں ہے:-

رُوَيَ عَنْ أُبَيِّ شَهِيدَتِهِ إِنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
يَا فِي قُبُوْرِ الشَّهِيدَاتِ عَرِيَّاْ حِدِّ  
عَلَى رَأْسِ الْكَلِّ حَوْلٍ. (رو روا المختار)

امام فخر الدین رازی نے نقیسیر کبیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سال کے شروع میں قبور شہید اور تشریف لاتے اور فرماتے ہے:-

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا صَابِرِتُمْ فَنَعَمْ  
عَقْبَى الدَّارِ وَالخُلُفَاءُ الْأَرْبَعَةُ  
هَكَذَآ أَكَانُوا يَفْعَلُونَ.  
(کبیر ح ص)

• نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ ایمان کے کچھ اور سائٹوں شعبے میں اور جیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (نجاری)

• حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسیم نے فرمایا۔ منافق کی تین علمائیں ہیں۔ جب بات  
کرے جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے اس کا خلاف کرے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے  
خیانت کرے (نجاری)

# مزول اور حیات علیہ السلام

اس سند پر غور و نکر سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ انی ہوتی ہائیں چار قسم کی ہیں۔

**اول: ضروریات دین:** جن کا منکر کافر ہوتا ہے اور جس کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع علمی قطعیات الدلالات واضح الادادات سے ہوتا ہے۔ اب اسکا اس میں نہ شہر کو گنجائیں اور نہ تاویل کو راہ۔

**دوسرا: ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت:** جن کا منکر گراہ قرار پاتا ہے۔ اور اس کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ اگرچہ با ختم اہل تاویل بات تکفیر مسدود ہو۔ لیکن اس کے منکر کو کافر نہیں کہیں گے۔

**سوم: شایبات مکملہ:** جن کا منکر بعد وضوح امر خاطری و آئمہ قرار پاتا ہے۔ ان کے ثبوت کو دلیل ظہری کافی ہے۔ جب اس کا مقادہ اکبر رامیہ ہو کر جانب خلاف کو طردح وضاحت کرے اس کے ثبوت کے لیے حدیث احادیث صحیح یا حسن کافی۔

**چہارم: ظہیرات مکملہ:** جن کے منکر کو صرف محظی کہہ سکتے ہیں۔ ان کے لیے ایسی دلیل ظہری کافی جس نے جانب خلاف کے لیے بھی گنجائیں رکھی ہو۔۔۔ ان خاطر بول کی روشنی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے متعلق مشکل تینیں ہیں اور ان کا حکم شرعی بھی علیحدہ ہے۔ کیونکہ اس جس مرتبہ کی ہو دلیل بھی اسی مرتبہ کی چال ہے۔ تفصیل اس جمال کی یہ ہے:-

**مسئلہ اول:** بد اتنی بات قطعی لقینی ضروریات دین ہے ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وقت ہوتے اور نہ سول دیے گئے۔ بلکہ اشتغال تے انہیں یہود کے کمرے پچکار اسماں پر اٹھا۔ جو شخص اس کا منکر ہو ہدہ کافر ہے۔ کیونکہ بیات قرآن مجید کی نظر قلعی سے واضح ثابت ہے، اور شادرخدا اندھی ہے:-

اور ہم نے یہود پر یعنی کیلیب اب ان کے کفر کرنے اور مریم پر طباہت ان اٹھانے اور

وَكُفِّرُ هُنَّا وَتُؤْلِهِمُ عَلَى مَرْيَمَ  
بُهَشَّا نَا عَيْتَيَا وَقُوَّلِهِمَا نَاقْلَنَا

الْمُسِّيَحَ عِنْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولُ  
اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَ  
الَّكِنْ شَبَّهَ لَهُمْ طَوَّارِثَ الَّذِينَ  
اَخْتَلَقُوا فِيهِ لِيَقُولُوا شَدَّقَ مَنْهُ طَ  
مَالَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا نَبَأَعُ الظَّنَّ  
وَمَا فَلَتُنَزَّلُ هُنَّ يَقْبَلُونَ بِلَ دَفْعَةً اللَّهُ اَلَّيْهِ  
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَارِدًا  
مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اَلَّا يَجِدُونَ  
قَبْلَ مَرْتَدِنَهُ وَيَرِدُ مَرْقِبِيَّتَهُ بِكُوُنَ  
عَلَيْهِمْ شَهِيدٌ وَرُسُورُهُمْ شَاهِدٌ  
اُكْتَالِيَا وَاللَّهُ غَالِبٌ حَكْمُتُ وَاللَّهُ اَعْلَمُ  
سے پہلے اس پڑائیان سلاٹے اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہو گا۔

انے آیات میں یہود کے اس دعویٰ کی تکذیب کی گئی ہے کہ جناب عیسیٰ بن مریم کو مشہد کیا گیا  
قرآن مجید نے تصریح کی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے قتل ہوئے اور نہ سوئی دیے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ  
نے انہیں صحیح و سلامت آسمان پر اکھالیا۔

سلہ۔ بیان یہ مرتقابل ذکر ہے: مرتقابل کے بعد دبارہ کسی نبی کا دنیا میں آنکن ہے سے کسی نبی کا انتقال، دوبارہ  
دنیا میں اس کی تشریف اور کو محال نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں فرمایا:-

یا اس کی طرف جو گزار ایک بستی پر اور دو گری  
ہوئی تھی اپنی حیثیتوں پر بولا کیاں جلا گئے گا  
اللہ بعد اس کی موت کے۔ سوا سے موت دی  
اللہ نے سورس پر اسے زندہ کیا اور فرمایا تو  
بیان کتنا تھا؟ رباتی اکلے سنھوپر

اَكَالَّذِي مَوَلَى قَرْبَيْهِ وَهِيَ خَادِيَّةٌ عَلَى  
عَرْضِ دُشَّنَاتِ اَنْتَ تَحْسِيْهِ هَذِهِ اللَّهُ لَعْنَدُ  
مَوْتِهِهَا فَامَاتَهُ اللَّهُ مَا مَأْتَهُ عَامِرٌ ثُمَّ  
لَدَّبَهُ طَقَالَ كَذِيرٍ لِيَشْتَ تَلَلَ لِيَشْتُ بِعَمَّا  
اَوْلَعَنْ يَمِيرٍ طَقَالَ بَلَ لِيَشْتُ مَا مَأْتَهُ

**مشکل شناختیہ :** جناب علیہی بن مریم علیہ السلام کا قرب قیامت میں انسان سے اُتر، دنیا میں دوبارہ تشریف لانا، اس عمد کے سلطانی جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و کرام سے ای بیعت وین محمدی کی اولاد و اعانت کرنا، یہ مشکل شروریات مذہب اہل سنت سے ہے اور اس کا نتکر کراؤ بدزہب ہے۔ بیونکر

### تفصیل حاشیہ صفحہ ۱۲۲

عَاهِدْ فَانْظُرْ إِلَى الْطَّعَامِكَ وَشَرِيكَ  
لَمَّا تَيَسَّرَهُ وَانْظُرْ إِلَى حَارِكَ وَ  
لَنْجَعَلَكَ أَيْهَةً لِلتَّائِسِ وَالنُّظُرِ إِلَى  
الْعِظَامِ كَيْفَ تَنْشِرُ هَاشِمَ نَكْسُرُهَا  
لَهُمَا طَلَّتَا شَبَّيْنَ لَهُمَا طَالَّ أَغْلَمُ  
إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عَقِيدَرُهُ  
اَللَّهُمَّ قَالَ يُولَّ مَرْوَوْنَ كَرْحَلَتَهُ اَللَّهُمَّ كَبِيرَانِيْنَ اُخْلَتَهُ اَللَّهُمَّ بِحُرَمَيْنَ كُوْشَتَ  
پَنْتَنِیْنَ میں جب بیس اس کے لیے ظاہر ہو گیا (اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہم نے اس کے  
گردھے کی گلی ہوئی ہڈیوں کو درست فراہر کر گشت پہن کر زندہ کر دیا) بولا میں جاتا ہوں کہ اللہ سب کچھ  
کر سکتا ہے، اس کے بعد رب جبل و ملانے سیدنا ابو یم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقدر ذکر فرمایا ہے۔ کہ  
انھوں نے اپنے رب سے عرض کی۔ مجھے دکھادت تو کیونکروتے جلا نہ کہ، حکم ہوا چار پنڈا پنے اور پنڈا  
پھرا نہیں ذبح کر کے مقرر پہاڑوں پر ان کے اجزا اور کھدے۔ سیدنا ابو یم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
ابساہی کیا۔ ان کے پر اس خون اور گرشت فیتیہ کر کے سب خاطل ملطک کے اور اس جمیع خلودا کے  
حصے کے مقرر پہاڑوں پر رکھے۔ حکم ہوا، اب انہیں گلاییرے پاس درٹے چل آئیں گے۔  
سیدنا ابو یم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیچ میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ طاحظ فراہیا کہ جاوز کے گرشت  
پورست اپنے کاربیہ ریزہ ہر پیار سے اڑ کر رہا میں باہم ملتا۔ اور پر اپنے بن کر زندہ ہو کر ان کے پس  
ڈٹتا آ رہا ہے تو جب چند پنڈ کر دنیا میں پھر پڑے اور عزیزیہ یا اسیا علیہما الصلوٰۃ والسلام سو بر سوت کے  
بعد دنیا میں پھر تشریف لا کر مادی خلق ہر سے تو اگر سیدنا علیہی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالغ من انتقال  
بھی فرمایا ہو تو ان کے دوبارہ تشریف لانے اور بہادیت فرانے کا کیا مانع ہو سکتے ہے۔

نذر علیہی کا ثبوت احادیث متواترہ واجماع ائمۃ سنت سے جو ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں:-

۱۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

کیسا حال ہو گا تمہارا جب تم میں میں کم نذر کریں گے اور تمہارا امام تھیں میں	کیف اَنْتَرَادَا نَذَلَ اَبْنُ مَنْ يَمْدُ فِنِّكُمْ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ سنت ہو گا۔
--	--

۲۔ حدیث صحیح مسلم و سنن ابو راؤدہ میں، جامع ترمذی و سنننسائی و سنن ابن ماجہ میں حضرت خدیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَنَّهَا لَنْ تَقْرَمَ حَتَّى تَرَأَفَ بِهَا عَشَرَ اِيَّاتٍ فَذَكُرُ الدَّخَانِ وَ الدَّجَالَ وَالدَّآبَةَ وَ طُولُ عَشْمَنِ عَنْ مَغْرِبِهَا وَ نُزُلُ عَلِيِّيْنِ ثُنِ مَنْ يَمْدُ وَ كَا جُرْجَ وَ مَا جُرْجَ۔ ما جرج کا انکنا	بَشَكْ قِيَامَتْ هَأْتَهُ تُمَ اس سے پیدے دس نشانیاں نہ دیکھو اذا نجداً يك دھوان اور دجال اور دا بڑ بالارض اور آفات بکا مغرب سے طلوع کرنا اور علیہی بن مریم کا اتنا اور بیا جرج و
---	---

۳۔ مسنداً امام احمد و صحیح مسلم میں حضرت امام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کے ذکر میں فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الشَّاهِرُ مَدِينَةُ بَلْقَسْطِيْنِ بَيَابَسِ لَدَّ فَيَنْزَلُ عَلِيِّيْهِ الصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ فَيَقْتَلُهُ وَيَنْكِثُ عَلِيِّيْهِ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً اِمَاماً عَدْلًا وَحَكْمًا مُقْبِطًا۔	وَ شَكْ شَامَ مِنْ شَهْرِ قَسْطَلَبِينِ دِعَاتِهِ شَهْرِ لَدَّوْ جَاءَتْ كَمَا عَلِيِّيْهِ عَلَيْهِ الصلَوةُ وَالسَّلَامُ زَمِينَ مِنْ چَالِمِیْسِ بَرْسِ رَبِیْسِ گَے۔ اِمامِ عَادِلٍ وَحَاكِمٍ مُنْصَفٍ مُوكِرٍ۔
--	--

۴۔ مسنداً و صحیح مذکورین میں حضرت جابر بن عبد اللہ الفزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔ رسول

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّلَتْ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ مِنْ آنِيْلَهُ  
لَا تَرَالِ طَائِفَةً مِنْ أَمْرِيْنِ يَقَاتِلُونَ  
عَلَى الْحَقِيقَةِ لَمَاهِيَّنَ إِلَى يَوْمِ الْعِيَمَةِ  
مُبَشِّرُ عَنْيَيِّنِ بْنِ مَرْيَمَ فَيَقُولُ لَانَّ  
بَعْضَكُمْ عَلَى الْبَعْضِ أَمْيَرٌ تَكُرْمَهُ  
اللَّهُ تَعَالَى لِهُدْيَةِ الْأُمَّةِ -

تم میں بعض بعض پرورداریں بسیدب اس امرت کی بزرگی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔  
۵۔ منداحمد صاحب مسلم و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں مطولاً اور سنن ابن داود میں مختصر حضرت  
نواس بن سمعان رضنی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وجہ العین  
کا ذکر فرمایا کہ وہ شام و عراق کے درمیان سے لکھا گا، چال دین میں دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کا  
ہوگا اور دوسرا ایک میئنے کا، تیسرا ایک سیخنے کا۔ باقی دن جیسے ہوتے ہیں۔ اس قدر جلد ایک  
شہر سے دوسرے میں پہنچنے کا جیسے بادل کو ہوا اڑائے لیے جاتا ہو، جو اسے مانیں گے اُن کے  
لیے بادل کو حکم دے گا اور سے لگئے گا۔ زمین کو حکم دے گا، ھیئتی جم اٹھے کی، جو زمینیں گے اُن کے  
پاس سے چلا جائے گا۔ ان پر قحط ہو جائے گا۔ تھی دست رہ جانیں گے۔ دریائے پکڑا ہو کر کیا  
ایسے خزانے نکال جزادے نکل کر شہد کی مکھیوں کا طرح اس کے تیچھے ہولیں گے۔ پھر ایک جوان  
گئے ہوئے جم کو بلا کر تکوار سے دو ٹکڑے کرے گا۔ دونوں ٹکڑے ایک نشانہ تیر کے ناصیلے  
سے رکھ کر مقتول کر آزاد ہوئے گا۔ وہ زندہ ہو کر چلا آئے گا، وجہ العین اس پر بہت خوش  
ہو گا، اور نہیں گا۔

وحال لعین ایسی حال میں ہو گا کہ اللہ عز وجل  
سچ این مرکم غایبۃ الصلاۃ والسلام کو  
بیسے گا۔ وہ دشمن کی شر قی جانب مشارکہ  
پسند کے، پاس نزول فراہیں گے۔ دو  
گز مدد درس و تحریران سے نگے ہوئے

**فِي هَذِهِ الْكَلَمَاتِ اذْبَعَتُ اللَّهُ الْمُرْسَلُونَ**

پہنچے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے  
جب اپنا سر جھکا دیں گے بالوں سے  
پانی پکنے لگے گا۔ اور جب سڑاٹا دیں گے  
سوئی سے جھپڑنے لگیں گے کسی کافر کو  
حلال نہیں کہ اُن کے سامنے کی خوشبو  
پائے اور مردہ جائے اور ان کا سامنہ وہاں تک پہنچے کہ جہاں تک اُن کی لگاہ پہنچے  
گئی۔ وہ دجال لعین کوتلاش کر کے بہت المقدس کے قریب جو شر لدمہ ہے اُس کے  
دروازے کے پاس اسے قتل فرمائیں گے۔

اس کے بعد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے زمانے میں یا جوج و ماجوج کا نکلن اپھر  
اس کا ہلاک ہونا بیان فرمایا۔ بھراؤ کے زمانے میں برکت کی افراط، بیان تک کہ اندازتھے اتنے بڑے پیدا  
ہوں گے کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھر سے گا۔ چھلکے کے سارے میں ایک جماعت آجائے گی ایک  
اوٹھنی کا دودھ اور میوں کے گرد ہوں کو کافی ہو گا۔ ایک گھائے کے دودھ سے ایک قبیلے اور ایک بکری کے  
دودھ سے ایک قبیلے کی شاخ کا پیٹ بھر جائے گا۔

۴۔ مسنداً حمد و صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔ رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

دجال میری است میں نکلے گا۔ ایک  
چیلہ بھر سے گا۔ بھرالله عزوجل علیی بن  
مریم کو بھیجیں گا۔ وہ اسے ڈھونڈ کر قتل کریں گے۔

سنن ابن داود میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
فرماتے ہیں:- میرے اعلیٰ سی کیزیں میں کوئی بھی نہیں اور بے شک

لیں نہیں وہ بینہ نہیں یعنی علیسی  
وہ اترنے والے میں جب تم انہیں  
دکھنی پچاہ لینا۔ وہ میاں قدیمیں رنگ  
سرخ و پیدا درپر سے بلکے زرد زنگ کے

فَظْلُ وَإِذَا سَقَعَ تَحْتَ سَرْمِنَةَ  
جَهَنَّمُ كَالْأَلْوَاءِ فَلَمَّا يَكُلَّ لَكَ أَفْرَيْ يَجُدَّ  
سَرْمِنَةَ نَفَسِهِ الْأَمَاتَ وَلَفَسَدَ  
بَيْتَهُ تَحْيَتُ حَيْثُ مُبْتَهَيْ طَنَفَهُ فَيَطْلُبُهُ  
حَتَّى يَدْرِكَهُ بَلْدَهُ فَيَقْتُلُهُ

صَبْرُجُ الدَّجَالُ فِي أُمَّتِي بَيْنَكُثُ  
أَرْجَعِينَ قَبْعَثُ اللَّهُ عَنِيَّ بْنُ مَرْيَمَ  
نَبْطَلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ۔

سَرْمِنَةُ كَافَّا غَرَفُوا سَرْجُلَ مَنْزُبُغُ  
غَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنَّهُ نَازِلٌ فَإِذَا  
سَرَّ أَيْتُمُو كَفَّا غَرَفُوا سَرْجُلَ مَنْزُبُغُ

پہنچ ہوئے گویا ان کے بالوں سے پانی  
ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ انہیں ترمی نہ پہنچی  
ہو۔ وہ اسلام پر کافروں سے بحاجا فرمائیں  
گے۔ سلیب لڑنے گے۔ خنزیر کو قتل  
کریں گے۔ جزیرہ اصحاب دین گے۔ ان کے  
زانہ میں اللہ عز وجل اسلام کے سواب  
نمیں گوئنا کرنے گا۔ وہ سیخ و جال کو  
ہلاک کریں گے۔ زندگیں چالسیں برکت  
رہ کر دفات پائیں گے۔ مسلمان ان کے

إِلَى الْحَمْدِ وَالْبَيْضِ مُنْقَصِّ تَثِينِ  
كَانَ رَأْسُهُ نُقْطَرٌ وَأَنَّ لَفْظَهُ  
بِلَدٌ فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ  
فَيُدْقَتُ الصَّرْلَبُ وَيُقْتَلُ الْخَزَرَبُ  
وَيَنْبَغِي الْجَزِيرَةُ وَيُهْدِكُ اللَّهُ فِي  
شَمَائِلِ الْمُنْقَلِ كُلَّهَا إِلَّا إِلَيْهِ  
وَيُهْدِكُ الْمَسِيحُ الدَّجَالُ فَيَنْهَا  
فِي الْأَرْضِ أَذْكَرْتُنِي سَنَةً ثَعْرَتْنِي  
يُصْلِي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ۔

جاذے کی نسبت پڑھیں گے۔

۸۔ امام احمد اور طبرانی حضرت سکرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے ذکر و جال بیان کر کے فرمایا:-

اس کے بعد علیی بن مریم علیہما الصلاۃ  
و السلام جا نب مغرب سے آئیں گے۔  
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے  
ہوئے اور انہیں کی ملت پر پس جال  
کو قتل کریں گے۔ بچھاگے قیامت ہی

ثُمَّ يَجْئُ عَيْنَيِّ بْنِ مَرْيَمَ مِنْ  
تَبْلِيغِ الْخَرَبِ مُصَدِّقًا بِمُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى  
مِلَّتِهِ يَنْقُتُ الدَّجَالُ شَرَّاً تَمَّا  
هُوَ قِيَامُ السَّادَعَةِ۔

فَأَنْمَلْ بُونا ہے

۹۔ معجم بیہی حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
علیہ وسلم نے بعد ذکر و جال فرمایا:-

وَهُنَمَّ مِنْ رَهْبَانَهُ  
چَاهِ۔ بچھا علیی بن مریم علیہما الصلاۃ  
وَالسَّلَامُ أُتَيَنِ گَے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

يَلْبَثُ فِي كُلِّ مَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِرِيزْلٍ  
عَيْنَيِّ بْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا بِمُحَمَّدٍ  
عَلَى مِلَّتِهِ إِمَامًا مَهْدِيًّا وَحَكِيمًا

عَدْلًا فَيُقْتَلُ الْمَجَال۔ کی تصدیقی مگر نے حضور کی ملت پر اسلام

راہ پاٹے ہوئے اور حاکم عدل کرنے والے وہ مجال کو قتل کر دیں گے۔

۱۰۔ طبرانی کبیر میں اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فراتے ہیں کہ:-

عَيْشَىٰ بْنُ مُرِيمٍ مُسْتَقْ كی شرقی جانب  
منارہ پیغمبر کے پاس نزول فرمائیں گے

بَيْنَ زَلْعَيْشَىٰ بْنُ مُزَيْمٍ عِنْدَ الْمَنَارَةِ  
الْبَيْنَقَاءِ شَرْقِيًّّا مُشْتَقًّا۔

۱۱۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

خدا کی قسم ضرور عیشیٰ بن مریم حاکمہ و امام عادل  
ہو کر اتریں گے اور ضرور شارع عام کے  
رستے حجج یا عمرے کو جائیں گے اور ضرور  
میرے سلام کے لیے مزار افسوس پر

لِيُهُبَطَنَ عَيْشَىٰ بْنُ مُزَيْمٍ حُكْمًا  
وَإِمَامًا مُقْسَطًا وَلَيَسْلُكَنَ فَجَأَ  
نَجَاحًا حَاجَأً أَوْ مُغْتَمِمًا أَوْ لَبَأَ إِعْيَنَ  
قَبْرًا حَتَّىٰ يُسْلِمَ عَلَىٰ رَلَاسَ دَنَ عَلَيْهِ۔

حضرات ہیں گے۔ اور ضرور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

۱۲۔ انعامیہ اور ابو سعید نقاش فوائد العراقین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

خوشی اور شادمانی ہے اس عیش کے لیے  
جو بعد نزول عیشیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
ہو گا۔ آسمان کو اون ہو گا کہ برسے ادنیٰ میں  
کو حکوم ہو گا کہ اگے۔ بہان تک کہ اگر تو اپنا  
دانہ پتھر کی چیز پر ڈوال دے تو وہ بھی جنم  
اُٹھے گا۔ بہان تک کہ آدمی شہر پر گزرے گا  
اور وہ فقحان نہ پہنچا گئے گا۔ اور سانپ پر  
پاؤں رکھ کے گا۔ اور وہ اُسے معزت نہ دے گا۔ ناپس میں مال کا لایچ رہے گا،

طُوبِي لِعَيْشِ بَعْدَ اُسْبِحَجِيُّوْذَتْ  
لِلْسَّمَاعِ فِي الْقَطْرِ وَلِيُوْذَنَ بِلَلَّادِصِ  
فِي النَّبَاتِ حَتَّىٰ لَوْبَدَ سَاتَ حَبَّكَ  
عَلَى الْقَسْفَالنَّبَاتِ وَحَتَّىٰ يَمْسَأَ الْمَعْجَلَ  
عَلَى الْأَسْدِ فَلَا يَصْرُهُ وَيَطَّعَ عَلَى  
الْحَيَّةِ فَلَا تَنْصَرُهُ وَلَا تَشَاهِجَ  
وَلَا تَحَاسِدَ وَلَا تَبَاغِضَ۔

زحمد، زکبید

۱۴۔ امام رازی دا بن عکس کر لطیرتی عبد الرحمن بن ابوبن نافع بن کیسان عن ابیہ عن جده صنی اللہ تعالیٰ عنینہ راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

علییی بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام درد را  
دوشنا کے نزدیک سپید نارے کے پاس  
چھ گھٹری دن چڑھے دو سالین کپڑے  
پسے اُتریں گے جو بیان کے بالوں سے

بَيْنَلِ عَنِيَّيْ بْنِ مَهْرَيْ عِنْدَ بَابِ  
دَمْشِقِ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَشِّنَاءِ لِسَتْ  
سَاعَاتٍ مِنَ النَّهَارِ فِي ثَوَّبَنِ هَشْتَينِ  
كَانَتْهَا يَحْدِي مَرْهَنْ رَاسِهِ الْلَّوْلَوْهُ۔

موتی جھڑتے ہیں

۱۵۔ ابن الجوزی کتاب الوفایہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رادی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

علییی بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام  
زمیں پر اُتریں گے۔ بیال شادی کریں گے  
ان کے اولاد ہو گئی۔ سپیا لمیس بر سر  
رہیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات  
ہو گی۔ میرے ساتھ مقبرہ پاک میں زدن  
ہوں گے۔ روز قیامت میں اور وہ ایک  
ہی مقبرے سے اس طرح اُتھیں گے کہ ابوکبر و عمر مدنوں کے دامنے باہمیں ہوں گے۔

بَيْنَلِ عَنِيَّيْ بْنِ مَهْرَيْ إِلَى الْأَرْضِ  
فَيَنْزَلُهُ جَوْنِيلَهُ وَجَنْهُتُهُ حَسْنًا  
وَأَذْكَرَهُنَّ سَنَةً ثَمَّ عِيْتَ فِي هَذِهِنِ  
مَعْنَى فِي قَبْرِيْ فَاقْرُمْ أَنَا وَعَنِيَّ  
بْنُ مَهْرَيْ مَنْ قَبْرِهِ أَحِدٌ بَيْنَ  
أَنِيْ بَكْرٌ وَعُمَرَ۔

۱۶۔ جانب ابوہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-  
وَاللَّذِي لَفَتَتِي مِسْرِيْ بِلِيُونِ شَكْنَ  
أَنْ يَنْزَلَ فِي كُلِّ أَيْنَ مَرْتَهِ حَكْمًا  
عَدْ لَأَفِيكْسِرِ الْعَصَلِيَّتِ وَلَقِتُلُ  
الْخِنْزِرَ وَلَقَصَعَ الْجِنْيَةَ وَلَيَقِنُ  
الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبِلَهُ أَحَدٌ حَتَّى  
يَكُونَ السَّجَدَةُ أَنْوَاحَدَةَ خَيْرٌ

فَوْلَهُ قَرْمَائِيْنَ گے، اور بال کی کثرت ہوگی۔ یہاں تک کہ کوئی لیسے والا نہ ملے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہو گا۔ یہ حدیث بیان کر کے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علیہم یک دوت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے

۱۴۔ صحیح مسلم میں اینیں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ رومی نصاریٰ عماق یا دلت میں اُتریں کہ ملک شام کے دو موڑ حصے میں) ان کی طرف بڑی طبیعت سے ایک لشکر جائے کا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہوں گے۔ جب دونوں لشکر مقابل ہوں گے، رومی کمیں گے ہمیں ہمارے قوم سے لڑ لیئے دو جو ہم میں سے قید ہو کر تمہاری طرف گئے (اوہ مسلمان ہو گئے) میں مسلمان کمیں گے نہیں واللہ ہم پیشے بھائیوں کو تمہارے مقابلے میں تہذیب چھوڑیں گے۔ پھر ان سے لڑائی ہوگی۔ لشکرِ اسلام سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ الکعبی اینیں تو بُصِيبَ ذَكَرَ ہے گا۔ اور ایک تہائی مار سے جاییں گے۔ وہ اللہ کے نزدیک بہترین شہداء ہوں گے اور ایک تہائی کو فتح ملے گی۔ یک ہمیشہ نفتیں میں نہ پڑیں گے۔ پھر یہ مسلمان قلنطینیہ کو رکذا کس سے پہلے نصاریٰ کے قبضے میں آچکی ہو گی، فتح کریں گے وہ غنیمیں تقسیم ہی کرنے ہوں گے۔ اپنی شواریں درختان زینتیں پڑھکا دی ہوں گی کہ ناگاہ شیطان پکارے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آگی۔ مسلمان پلٹیں گے اور پیغیر حجھوٹی ہو گی۔ جب شام میں ایمیں گے دجال نکل آئے گا۔

اسی اثناء میں کہ مسلمان دجال سے نکال کی تیاریاں کرنے صافیں سنوارتے ہوں گے کہ نماز کی تکبیر ہو گی۔ عیسیٰ بن مریم نزول

مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا لَمْ يَهُوْلُ أَبُو  
هُرَيْرَةَ فَاقْتَرَبَ إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ  
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَ بِهِ  
قَبْلَ مَوْتِهِ۔

فَبَيْنَمَا هُمْ لَيَعْدُونَ وَنَلْقَتَهُمْ لَيْشُونَ  
الْمُصْفَوْتُ إِذَا أُعْيَمَةُ الْعَصْلَوَةُ فَيَنْزَلُ  
عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَأَقْهَمُهُمْ فَإِذَا

ذلک عَدْوُنَا اَهُدَىٰ دَابٌ لَّمَآ يَدْرِي ذَبْجٌ  
الْمَلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَأَنْذَابٌ  
حَتَّىٰ يَهْلِكُ وَلَكِنَّ اللَّهَ بِيَدِهِ  
فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حُوَيْنَةٍ -

فرماں گے۔ ان کی استکری گے  
وہ خدا کا دشمن دجال جب انہیں دیکھے  
گا۔ ایسا گھنے گئے گا، جیسے نک پانی میں  
کھل جاتے ہے۔ اگر عیسیٰ رسول اُسے شہر  
جب بھی گل گل کر بلکہ ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے اُسے قتل کرے گا۔ سیخ سماں  
کو اس کا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے۔

صلوٰۃ اللہ : یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ تعالیٰ وسلام علیہ پا ب تک مرست  
طاری نہ ہوئی۔ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھا یہ گئے اور بعد نزول دنیا میں سالہ سال تشریف  
رکھ کر پھر دفات پائیں گے۔ یہ سائل آخری و قسموں سے تعلق میں ہے۔ جس کا منکر بعد وضیح امر  
خطی و اثم قرار پاتا ہے کیونکہ ان سائل کا ثبوت دلیل ظنی سے ہوا ہے اور جا ب خلاف کی گنجائش  
بھی ہے۔

بہ حال جناب عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ انسان پڑھائے جانے کے متعلق  
اس ایک رسم سے اسئلہ لال کیا جاتا ہے۔

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَيْهِ مِنْ  
ہر کتاب عیسیٰ کی مرست سے پہلے ضرور  
پہ نبیل مؤتیہ -

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ اور اس وقت جو یہودی و عیسائی  
رکتیں، ان کے زمانہ میں ہوں گے۔ وہ ضرور ان کی کوت سے قبل ان پر ایمان  
لے آئیں گے — کہونکہ اس وقت روئے زمین پر ایک

لہ۔ البتہ یہ سلسلہ ضروریات خوب اہل سنت سے ہے کہ تمام انبیاء کو معملاً علیم الصلة و السلام بحیات  
حقیقی زندہ ہیں۔ وعدہ الیکی تصدیق کے لیے ایک آن کے لیے ان پر مرست طاری ہوتی ہے۔ پھر  
ہمیشہ حیات حقیقی و ابدی ان کو حاصل ہے۔ جیسا کہ آئیہ اہل سنت نے اس سند کو محقق  
فرمایا ہے۔ (رافعہ)

ہی دین ہو گا۔ دین اسلام۔

آیات مذکورہ کی تفہیم حضرت ابو ہریرہ صاحبی رسول نے فرمائی۔ اور تفسیر سید المفسرین  
حضرت عبداللہ بن عباس سے مردی ہے (بخاری و مسلم و ابن حجر)۔

**فائڈ ۲:** علام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت علیسی بن مریم علیہ السلام حضور علیہ السلام  
کے صحابہ میں سے ہیں بکریہ کاپ نے شبِ معراج حضور کی زیارت کی ہے۔

نَهُوْنَبِيٌّ وَصَحَابِيٌّ وَهُوَ الْأَخْرُ  
حضرت علیسی نبی بھی ہیں اور حضور

كَصَحَابِيٍّ بھی۔ اور ایسے صحابی جواب

بھی زندہ ہیں اور سب سے آخر میں انتقال فرمائیں گے۔  
ظاہر ہے کہ حضرت علیسی کی تخصیص اس نیاد پر ہے کہ آپ کو حضور کی زیارت قبل طیران موت  
ہوئی ہے۔ درہ شبِ معراج تو تمام انبیاء نے حضور کی زیارت کی ہے۔

امام تاج الدین سعی علیہ الرحمۃ نے ایک معرکی صورت میں فرمایا کہ تباہ حضور کی است میں وہ  
کو نساجوان ہے جو بالاتفاق تمام صحابہ کرام حشی کے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ سے بھی نفل ہے۔

**جواب سیدنا علیسی بن مریم علیہ السلام (اصحاب) اور تفسیر حلالین وغیرہ میں ہے۔**

إِنَّ مَتَوْفِيكَ قَالِضِيكَ دَرَأَ فَعْدَ  
لِيَنِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ نَعِيَ علِيِّي علیہ السلام سے فرمایا

إِلَى مِنَ الدَّنَيَا مِنْ غَيْرِهِ  
میں تجھے اپنے پاس بلالوں کا۔ اور دنیا۔

سے بغیرت دینے کے اٹھالوں کا۔ بہ حال حضرت علیسی علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھا جانا ہی  
قول جب تک ہے اور قول جب تک۔ میعت و منصور اور اس کا مقابل ساقط و نامعتبر۔

امام ابوالسعود فرماتے ہیں۔

الْعَجِيْمُ اَنَّ اللَّهَ تَعَالَى رَعَيَهُ مِنْ عَيْدِ  
وَفَاقِةٍ وَلَا تَوْهِيْمًا قَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ

زَيْدٍ هُوَ اخْتِيَارُ الطَّبَرِيُّ وَهُوَ الْعَجِيْمُ

عَنْ ابْنِ حَمَّادٍ رَفِيْمُ شَرِحِ مُسْلِمٍ تَفَسِيرِ

اَرْثَدَسِيْمٍ حضرت عبداللہ بن عباس سے صبح را بیت پہنچا ہے۔

## فاطمہ طیبہ طاہرہ

★ مریم از یک نسبت علییی عزیز | از سیّد نسبت حضرت زہرا غزیز |  
 جناب مریم علی بنینا علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علییی علیہ السلام کی والدہ ہونے کی نسبت سے مقدس  
 و مختصر میں بلکن جناب خالون جنت سیّدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تین نسبتوں سے شرف حاصل ہے  
 ★ نور حشم رحمۃ للعالیین | آں امام اولین و آخرین |  
 جناب فاطمہ حضور سید المرسلین جو کہ اولین و آخرین کے امام اور حسنة العالمین میں، کی ائمکھوں کا نور  
 دل کا سبر و رہیں۔

★ بانوئے آں تاجدار حفل اتنی | مرتضی شیر خدا مشکل کشا  
 دوسروی نسبت یہ ہے کہ آپ تاجدار حفل اتنی، مولا علی مشکل کشا شیر خدا کرم اللہ وجہ اکرم کی مقدس بیوی میں۔  
 ★ مادر آں مرکز پر کارِ عشق | مادر آں قافیلہ سالا عشق  
 تیسروی نسبت یہ ہے کہ آپ مرکز پر کارِ عشق اور کاروں سالا عشق شہزادہ کو نین سیدنا احمد حسین  
 سید الشدائد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ مختصر میں۔  
 ★ مُر رعِ تسلیم راحصل بتول | مادران را اسوہ کامل بتول  
 تسلیم درضا کی بھیتی کا حاصل، دنیا کی ماڈل کے لیے اسوہ کامل اور مسلمان عورتوں کے لیے روشنی  
 کا مینار جناب خالون جنت سیدہ عفیفہ حضرت بتول ہی ہیں۔

اہل بیت نبوت پر لاکھوں سلام	پارہ ہائے صحیح غنچماٹے قدس
اس ریاض نجابت پر لاکھوں سلام	آپ قطبیرے جس میں پورے جے
ان کی بے اوث طینت پر لاکھوں سلام	خون خیر الرسل سے ہے جن کا خیر
جملہ آراء عفت پر لاکھوں سلام	اس بتول حسگر پارہ مصطفیٰ
اس ردائے نزاہت پر لاکھوں سلام	جس کا اتحل نہ دیکھا ماہ و مرنے

سیدہ زاہرہ، طیبہ طاہرہ

جان احمد کی راحت پر لاکھوں سلام

# مُحْضٌ أَكِيدَ مِي؟ چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی

حضور علیہ السلام مُحْضٌ أَكِيدَ انسان

تھے ملا کوئی بات قرآن مجید کی صاف اور صریح آیات کے خلاف ہے اور قرآن نے کہیں بھی حضور خاتم النبیین علیہ السلام کو مُحْضٌ انسان، ہونے کی حیثیت سے نہیں پیش کیا۔ پھر اگر خدا توفیق مسے تو عطا ہبی جیسا بات واضح ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والصلوٰۃ والصلوٰۃ دا سلام مُحْضٌ اکِيد انسان، ہی تھے تو پھر کفر و اسلام کا فرق و امتیاز بھی باقی نہیں رہتا۔ «مُحْضٌ اکِيد انسان» تر دنیا میں لاکھوں نہیں کروڑوں ہیں۔ الی صورت میں حضور سرور کائنات علیہ السلام کو «مُحْضٌ اکِيد انسان» ترا در دنیا دراصل کفر اور اسلام کے فرق کو حشم تک رکھنا ہی ہے۔ غور کیجئے۔ «مُحْضٌ اکِيد انسان»، تو زیاد بھی ہے اور بکر بھی ہے بلکہ نہہ و اد تار استگھ بھی ہے تو کیا معاذ اللہ خاکم بد ہیں نپاک حضور علیہ السلام بھی «مُحْضٌ اکِيد انسان» ہیں۔ انوس کیسی ذیل ریکیک لایمنی اور مہل و مضمکہ خیز بات تو آج اسلام کے بدرین دشمن بھی نہیں رکھتے۔ چچا یا کلر پڑھنے والے مدعا اسلام بھیں۔ چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی قرآن کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو کفار نے بھی آپ کی رسالت و نبوت کو رکھنے سے سے۔ ہی کہ کرانکار کیا تھا۔

حضور علیہ السلام نے بھگت الی اعلان فرمایا۔

انی رسول اللہ الیکم جمیعا

اے لوگو! ہمیں تم سب کی طرف رسول بنائ کر

معمرث کیا گیا ہوں۔

اس کے جواب میں کفار نے کہا۔

اَبَشْرِ بَشَرَ بَعْبَعِينَ هُرَايْتَ كَرَے گا؟

پھر یہ صرف حضور عیسیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تقریباً ہر بُنیٰ کی قوم نے اپنے بُنیٰ کی اطاعت اور ان کی رسالت کا انکار ہے جو جلد کر کر کی ہے کہ۔

حضرور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والصلوٰۃ والصلوٰۃ دا سلام کو مُحْضٌ اکِيد انسان، ہبھاتے اما انا بُشْرٌ مُثْلَكْمٌ کرنے کے لیے آئیت اما انا بُشْرٌ تر بڑے نزد شور سے پیش کردی جاتی ہے۔ ملکستم ظریفی یہ ہے کہ اس کا دوسرا لکھا ٹوچی ایسی لوگوں سے چھالیا جاتا ہے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے۔ ملت مُحْضٌ اکِيد بُشْر عِرَمَ اللہ مُسْكِنِ نَاسٍ اور جلدے ہادی نہیں پور سکتے۔

کفار کے یہ جواب قرآن مجید کی سورہ ہود ہدایت مون ہے انشرا مر ۱۹، انجیار ۱۷، ایسین ۲۳ میں مذکور ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیاء کرام کو «مُحْضٌ اکِيد آدمی» ماننا دراصل ان کی نبوت و رسالت کا انکار ہے اور ہر بُنیٰ کے مخاطب کا فرود نے «مُحْضٌ اکِيد آدمی» میں نکھر کر کیا اپنے نہیوں کی اطاعت سے انکار کیا تھا۔ اور آج

”حضرت علیہ السلام ایک ایسے مقدس بشر پر جو پر اللہ عزوجل کی طرف سے دعیٰ کیا ہے۔  
 غور فرمائیے کیا ایک عام بشر اور وحی پانے والے بشر ہیں کوئی فرق نہیں ہے؟ جو بشر اللہ کا رسول ہر قرون وہ اللہ  
 کا نائب ہوتا ہے اور جس بشر پر وحی آئے تو وہ اللہ عزوجل سے بیان راست ہدایت پا کر کام کرتا ہے۔ اس کی حیثیت  
 اور ایک عام بشر کی حیثیت کیسے کیاں پوسکی جیسے؟ مگر بات یہ ہے کہ حبب دین انت دین کو خیر ادا کر دیا جائے  
 تو پھر انسان کو گردھا اور گردھے کو انسان قرار دے دینا بہت آسان ہے۔ بہر حال حق یہ ہے کہ قرآن نے حضور  
 علیہ السلام کو شخص ایک انسان، کی حیثیت سے بلکہ مخفی صاحب ہونے کی حیثیت سے بھی نہیں پیش کیا بلکہ آپ کو  
 سلطان۔ نادی۔ مرابی۔ امام، حاکم، امر، نایبی، مبشر، فقیر، شاہد، شہید، سراج منیر، شارخ،  
 حکم، داعی الی اللہ، صاحب حکمت، صاحب مقام تقدیر، صاحب خلق، عظیم، مجتبی۔ اور مصطفیٰ۔  
 ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام نہیں کیا ہے۔ ۱۰  
 بیمار سے حکم سے رنجنا کرتے ہیں۔

۱۰) وَجَعْلَنَا هُمَا إِشْمَةً تَيَهْنَدُ دُفَابَمِهَا

کسی مومن مردار عترت کو کیر حق نہیں ہے کہ  
 جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو پھر ان  
 کو اپنے معاملے میں خود کرنی فیصلہ کرنی کا اختیار رہاتی ہے  
 جس نے اطاعت کی اللہ کی۔ اور اس کے  
 رسول کی۔ اس نے بڑی مراد کو پایا۔  
 جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ وہ مکن  
 ہوئی گمراہی میں ہے۔  
 بنی نیاد و حقدار ہے مومنوں کا ان کی جانب  
 سے۔

۱۱) مَا حَانَ لِمُؤْمِنٍ كَلَامُ مُؤْمِنٍ إِذَا  
 قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ  
 لَهُمُ الْحَيْرَةُ۔

۱۲) مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ  
 فَوْزاً عَظِيمًا۔

۱۳) وَمَنْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَقَدْ فَسَلَ  
 ضَلَالًا مُبِينًا۔

۱۴) أَلَيْنِي أَدْلِي بِإِلَيْكُمُومُؤْمِنِينَ مِنْ  
 أَنفُسِهِمْ۔

۱۵) وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ أَنْ تَرْضُوا إِنْ  
 كَانُوكُمْ مُؤْمِنِينَ۔

۱۶) مَنْ يُطِيعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ  
 اللَّهَ۔

۱۷) إِسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلَّهِ سُؤْلٌ إِذَا دَعَكُمْ  
 اللَّهُ اسْأَدِرَ اسْكَنَكُمْ أَوْ زَدَنَكُمْ  
 قَوْنَ کی اواز پر لبیک کہو۔

ان کیاں سے آفات نیروز کی طرح واضح ہے کہ حضور علیہ السلام کو شخص ایک انسان قرار دینا اور  
 آپ کے ارشادات کی تمازنی حیثیت کا انکا کرنا۔ ستان کی رو دے غلط اور بے بنیاد بات ہے۔  
 اللہ تعالیٰ مسلموں کو حق پر رکھے اور حق کئے کی قربت عطا فرمائے۔

# حضور کے فراہض نبوت

جبیا ہم نے بھیجا تم میں اکیپ رسول  
تم میں سے کتم پر ہماری آئینیں تلاوت  
فرماتا ہے اور تھیں پاک کرتا ہے اور کتا  
اور حکمت سکھاتا ہے اور تھیں وہ

کہما اذ سلنا فینکم فرسنلا منکم  
بینتو اعلیکم دایاتنا و بینکیم  
و لیعیم کم و الکتاب دا لحکمة  
و لیعیم کم ما لکم تکوندا تخلیمون

تعلیم فرماتا ہے جس کا تھیں علم نہ تھا۔

اس آیت میں حضور سید عالم نور حسین صلی اللہ علیہ وسلم کی چند خصوصیات اور آپ کے فراہض نبوت کا بیان ہے۔

**اول:** آپ اللہ کے رسول میں یعنی صاحب شریعت اور صاحب کتاب نبی ہیں۔ اگرچہ نبیت درسات میں تمام انبیاء مساوی ہیں اور متقل طور پر ب کی نبوت کو مانتا اور حق سمجھنا ضروری ہے میکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مانتے کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً رکھا جائے کہ اپنے تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ امام الانبیاء اور سید المرسلین ہیں اور اللہ نے سلسلہ نبوت اور رسالت کو اپ پڑھم فرمادیا ہے۔ آپ تمام الانبیاء میں اور اللہ کے آخری رسول ہیں اور اب قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لیے نجات دن فلاح صرف آپ ہی کی اتباع اور آپ ہی کی ہدایت اور پیروی میں ہے، اسی طرح تمام کتب سما دیر توریت و انجلیل، زبور اور قرآن نجات اللہ ہونے میں باری میں یعنی ایک لوگ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر وقتاً فوقتًا جو ہدایت نامے بھیجے ہیں وہ حق ہیں۔ لیکن قرآن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہدایات نامے بھیجے ان میں سب سے آخر اور سب کا خاتم قرآن مجید ہے جو سپلی سب کتابوں کا مصدق ہی ہے۔ یعنی گزشتہ کتابوں میں چندی ایسی یاتیں تھیں جن کی تبلیغ دشیشہ اور ہر زمانہ میں ضروری تھی۔ وہ سب اس قرآن میں جمع کردی گئیں۔ گویا قرآن مجید تمام کتب سماویہ کے غیر تبدل مصنفوں میں پڑھاوی ہے اور سب سے مستغنى کریں۔ والی اللہ کی آخری کتاب ہے اور چونکہ

پہلی آسمانی کتاب میں اب محفوظ نہیں رہیں کہ ترکان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہیں ٹھانی سختی۔ اس بیے ان میں تحریف، اکنی زیادتی، تغیر و تبدل ہو گیا، اب صرف قرآن ہی ایک محفوظ نہیں اور ہے جو سبکا قائم مقام اور سب سے زیادہ بکل ہے۔ اسی لیے زمانہ آخر تک اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے لی۔

**دوم۔** حضور کافرض نبوت یہ ہے: تلاوت آیات تعلیم کتاب نیطا ہر ہے کہ تلاوت آیات اور تعلیم کتاب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسی لیے واٹو اس کے درمیان موجود ہے: تلاوت کا مطلب تو یہ ہی ہے کہ قرآن پاک کو پڑھ کر سنا اور زیاد کرانا۔ تکین تعلیم کتاب کا مطلب قرآن پڑھ کر سنا نہیں ہے کیونکہ اگر اس سے مرا دھجی قرآن پڑھ کر سنا ہی ہو تو پھر ایسی کا نزدیکی یہ ہو جائے گا:

یہ رسول قرآن کی تلاوت کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں: پڑھ کر اور بلاغاً مددہ مکار کوں معنی نہیں رکھتا۔ اس لیے لقیناً تعلیم کتاب سے مرا قرآن پاک کی آیات کی تشریح، اس کے معانی و مطاب کی توضیح اور اس کے اصول و احکام کی تفسیر ہی ہے۔ لہذا قرآن ہی سے واضح ہو جا جس طرح الفاظ و کلمات قرآن کی تلاوت و تبلیغ حضور کافرض نبوت ہے۔ اسی طرح آیات تراثیہ کے معانی و مطاب کا بیان بھی فراہم رہا تھا میں داخل ہے۔ جس سے یہ تبلیغ جس طرح متن قرآن یعنی قرآن کے الفاظ و کلمات پڑایاں لاتا ضروری ہے۔ اسی طرح حضور نے قرآن کے کلمات کی جو تشریح فرمائی وہ بھی حبیت اور واجب القبول ہے اور دین اسلام کا مأخذ و مخزن ہے۔ ورنہ حضور کو تعلیم کتاب کافرض سونپنا بالکل یہ سمجھی ہو جائے گا۔

دوسری تجیہ اسی سے یہ نکلتا ہے جب حضور کافرض نبوت تلاوت و تعلیم قرآن ہے تو جیسے اکپنے تلاوت فرما کر اپنے فرماں کو داکیا ویسے ہی اپنے قرآن کی تشریح بھی فرمائی ہے ہو یہ نہیں سکتا کہ حضور نے قرآن کی تلاوت فرمائی ہو مگر اس کے احکامات کی تشریح نہ کی ہو۔ تیسرا تجیہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے اور حضور اس کے آخری تبی میں۔ اب مذکوری نئی کتاب اور مذکوری دوسرا نبی آئنے والا ہے۔ تو جس طرح اسی آخری ست بـ قرآن کا اس کے نزول کے وقت سے رہتی دنیا تک ہر دو میں محفوظ و باقی رہنا ضروری ہے اور جب قرآن کا باقی رہنا ضروری ہے تو اس کے سمجھنے اور قرآن پڑھنے کے لیے

حضور نے اپنے قول اور فعل سے قرآنی حکام کی جو تفسیر فرمائی، اس بنوی تفسیر کا بھی ہر دور میں مشقول و متلاول اور موجود رہنا ضروری ہے۔

۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم قرآن کے معلم اور شارح ہیں قرآن کی تشریع و توجیح اپنے کا فرض نبوت ہے۔

۳۔ آپ نے جس طرح قرآن کی تبلیغ کی اسی طرح اس کے ساتھ آپ نے قرآن کی شرح بھی مانی۔

۴۔ جب قرآن ہر دور میں باقی رہنے والی چیز ہے تو اسی طرح قرآن کے ساتھ "بیانِ قرآن"

کا بھی ہر دور میں موجود رہنا ضروری ہے۔

سوم۔ آپ مذکور ہیں، یعنی آپ کا فرض نبوت یہ ہے کہ آپ لوگوں کو پاک کریں، خلا ہر ہے کہ اس سے خلا ہر جسم کی پاکی مراد نہیں بلکہ دلوں کو کفر و شرک کی نجاست سے پاک کرنا مراد ہے۔ کیونکہ خلا ہر جسم کی پاکیزگی تو ہر شخص و صنو عسل کے ذریعہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ خلا ہر جسم کو پاک کرنا کوئی ایسا کام نہیں ہے جو حضور کے اوصاف میں ذکر کیا جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ اپنے انعامات و احسانات میں شامل فرمائے جیسیا کہ آیت لقدمت اللہ را ای عربان پڑے، اس پاک کرنے کو احسان عظیم میں شامل کیا گیا ہے۔ بہ حال پاک کرنے سے مراد کفر و شرک سے پاک کرنا ہے۔ جب تک نہ یہ نفوس حضور کا فرض نبوت ہٹھ انداز محاوا حضور نے اپنے مخاطبین کا تکمیل فرمایا اور آپ کی توجہ سے سیلکردار اور ہزاروں کے قلوب پاک ہو گئے۔ اور ان میں بعض تو ایسے پاک فرمائے اور ان کے دلوں سے کفر و شرک، نفاق اور بُرے عادات و خصائص ایسے دور فرمائے کہ ان کے جنتی ہونے اور ان کے ایمان و اسلام اور اعمال و افعال کا بارگاہ الہی میں مقبول ہونے کی اسی دنیا میں دگری دے دی۔ جیسے خلفاء، ارلیجہ صدیقین و فاروقی و عثمان و علی، عشرہ مبشرہ۔ حتیٰ یہ ہے کہ اگر انصاف و دیانت سے غور کیا جائے تو یہ بات کھل جاتی ہے کہ جن کے جنتی ہونے کا اعلان زبان نبوت نے فرمایا تو یہ اس بات کی گاہ رہی ہے کہ حضور نے ان افراد کو ایسا پاک کیا ہے۔ کہاب ایمان ان کے دلوں سے نکل نہیں سکتا اور اب کفر و نفاق کا ان کے قلوب میں والیں آنماحل ہے اور یہ افراد اسی ایمان و اسلام اور احسان کے ساتھ اپنے رب سے ملائی ہو جائیں گے اور ہو گئے۔

چہارم۔ حضور کا فرض نبوت یہ ہے کہ آپ اُتھ کو حکمت کی تعلیم دیں جو حکمت کے متعلق  
جندا سو رپورٹر کا ناظر و رؤی ہے۔

۱۔ یہ کہ حکمت اللہ عزوجل کی ایک خاص نبوت ہے اور جس کو یہ مل جاتی ہے وہ خیر و کثیر کا  
مالک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد و ربانی ہے:-

من يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ  
جَاءَ بِهِ الْحِكْمَةُ | جَاءَ بِهِ الْحِكْمَةُ لَوْلَا  
خَيْرٌ كَثِيرٌ دِيْنِيْ.

خالہ ہر ہے کہ خیر کثیر اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ اشیاء کی حقیقت و ماہیت پر نظر ہو  
اور حقائق اشیاء پر مطلع ہو کر فیصلہ کیا جائے۔ چونکہ صاحب حکمت کو حکمت کی وجہ سا اشیاء  
کی حقیقت پر آگاہی حاصل ہوتی ہے اور پھر وہ حقائق اشیاء پر مطلع ہو کر جو فیصلہ کرتا ہے  
اس میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا، اس لیے صاحب حکمت کے لیے خیر کثیر کا حاصل ہو جانا ضروری ہے۔

۲۔ یہ کہ قرآن میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:-

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مِنْ يَشَاءُ | اللَّهُ جَعَلَهُ چَاحِتاً بِهِ حِكْمَةَ عَطَا فَرَأَى هُنَّا

لیکن اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر نبی کو بھی حکمت دی جاتی ہے۔ زیادہ  
سے زیادہ اس آیت کا معنوم صرف اس قدر ہے کہ اللہ جس کو چاہے حکمت عطا فرادے لیکن  
اس نے کس کو حکمت عطا فرمائی۔ اس آیت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا یہ کیسے معلوم ہوا کہ فلاں  
شخص جو بھی نہیں صاحب حکمت ہے۔ اور فلاں شخص صاحب حکمت نہیں ہے۔ بہ حال جب تک  
خود قرآن نہ بتا دے کہ فلاں شخص صاحب حکمت ہے، اس وقت تک اس کے صاحب  
حکمت ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ قرآن میں جو حکمت کا لفظ آیا ہے یہ قرآن کی  
خاص اصطلاح ہے اور اس کے متعلق ہمیں قرآن ہی حصہ فیصلہ کرنا چاہیئے۔

۳۔ قرآن کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکمت جس کو حکمت نبوت کہتے ہیں وہ صرف انبیاء اور  
کرام ہی کو دی گئی۔ کسی غیر نبی کو یہ حکمت نہیں دی گئی۔ بلکہ قرآن نے صفات طور پر اعلان  
کیا کہ اللہ نے ہر نبی کو حکمت سے نوازا ہے۔ چنانچہ اگر اس طلب کی آیات جمع کی جائیں  
تو اس کے لیے کافی اور اراق پر ہو جائیں۔ بیان ہم صرف ایک آئیت پڑی کرتے ہیں جس سے

یہ ثابت ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جی کو کتابت کے ساتھ حکمت بھی دی۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

وَإِذَا أَخْذَ اللَّهُ مِنْتَهَىَ النَّبِيِّينَ  
لَمَّا آتَيْتَكُمْ مِنْ كِتَابٍ فَ  
حِكْمَةٌ (الْأَخْ)  
همم کو کتاب اور حکمت دیں۔ پھر تمھارے  
زبان میں ہمارے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف کے آئیں  
تو تم خود ان پر ایمان لانا۔

اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو کتاب کے ساتھ حکمت  
بھی عطا فرمائی۔ یعنی ہر وہ نبی جس کو کتاب دی گئی اس کو اس کے ساتھ حکمت بھی دی گئی۔ اس  
کے بعد سوچوں نساد کی یہ آیت تلاوت کیجئے۔

اے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم، ہم نے آپ پر کتاب بھی نازل کی  
اور حکمت بھی نازل کی۔

یہ آیت نص ہے اس بات میں کہ جیسے دیگر انبیاء کرام کو کتاب کے ساتھ حکمت دی گئی اسی  
طرح ہمارے رسول کریم علیہ السلام کو بھی حکمت دی گئی اور ایک اہم بات اس میں یہ بھی بتائی گئی کہ جیسے  
کتاب وحی الہی ہے اسی طرح حکمت بھی وحی الہی ہے۔ کتاب بھی منزل من الشّریعہ اور حکمت بھی منزل  
من اللّٰہ ہے اور ریطا ہر ہے جو چیز منزل من الشّریعہ و لیقیناً دین ہے تو نتیجہ یہ نکلا۔ کتاب اور حکمت  
یہ دونوں دین ہیں۔ اور رجحان دونوں کو دوننے والے لیقیناً قرآن کا حکلہ ہوا منکر ہے۔

۲۔ پھر قرآن نے یہ بھی نصیح فرمائی ہے کہ حضور اکرم کا فرض نبوت یہ ہے کہ وہ کتاب اور  
حکمت دونوں کی تقدیم دین اور است کو دونوں چیزوں پر کھایاں۔ یا علیہم السلام کتاب  
والحکمة اور اسی لئے سورہ احزاب میں از واج سید المرسلین کو حکم دیا گیا۔

وَإِذْ كُرُنَّ مَأْيُتْلَى فِي بُيُّونَتِكُنَّ  
اور یاد کرو جو تمھارے گھروں میں پڑھی  
جاتی ہیں اللہ کی آئینیں اور حکمت۔

اول: اللہ کا از واج سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم تھا کہ کتاب یعنی قرآن اور حکمت

دونوں کو باؤکریں خلاہ رہے کہ یاد کرنے سے مقصود نہ ہی ہوتا ہے کہ اس پر پڑھو جو مل کریں اور دوسروں سمک اس کو پہنچا میں۔ گویا یہ بتایا گیا ہے کہ از واج مطہرات کے مھر قرآن اور حکمت کے چھپے چارہ ہی ہو گے۔ پھر جن کے مھر قرآن اور حکمت کے مخراں ہوں۔ اور وہ قرآن و حکمت کے سلسلے اور اشاعت کرنے والے ہوں ان کی عظمت کا کیا ٹھنکا رہے۔

غرض مکلاس آیت نے تباہ چھوڑا زواج مطہرات کو صحی قرآن اور حکمت کی تعلیم دیا کرتے ہیں اور از واج مطہرات پر قرآن اور حکمت دونوں کے یاد کرنے کی ذرداری بخشی۔

جب یا موراپ نے قرآن ہی کی نصوص سے سمجھ لیے تواب حکمت کے لغوی معنی پر پڑھ کر تجھے اور پھر فیصلہ تجھے آیت میں کتاب کے بعد حکمت کا لفظاً بایا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟

حکمت کے لغوی معنی صلاح جوہری۔ مفرواتِ راغب، تاج العروسِ فضل الحادیہ من بالیم وغیرہ کتبِ لفت میں ہے:-

وَضَعُ الْأَشْيَا عَمَّا أَصْنَعَهَا

معنی اشتیا کو اپنے صحیح محل پر رکھنا  
جس کا حاصل یہ ہا کہ حکمت کے معنی یہ ہیں کہ اشتیا کی صحیح حقیقت کو جان لینا اور اس صحیح علم کے مطابق اس پر عمل کرنا اسی لیے حکمت کی دو قسمیں ہو گئیں۔ حکمت علمی یعنی اشتیا کی ماہیت و حقیقت کا صحیح علم اور حکمت عملی یعنی اس صحیح علم کے تقاضا کے مطابق اس پر عمل کرنا۔ جب آپ نے حکمت کے لغوی معنی سمجھ لیے تواب آیت میں جو لفظ حکمت ہے اس کے معنی بھی معلوم ہو گئے۔ یعنی کتاب کے بعد چون غلط حکمت آیا ہے اس سے مردی ہے کہ قرآنی احکام کی ماہیت حقیقت کو جو بیان اس کا صحیح صحیح علم رکھتا اور ان پر صحیح صحیح عمل کرنا اور کرانا۔ توجیہ اللہ تعالیٰ نے حضور کافر فی نبوت تعلیم حکمت بھی قرار دیا تھا اپ کو قرآن کی حقیقت ماہیت کا علم بھی عطا فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور نے قرآن کے اصولی و اجمالی احکام کی توضیح فرمائی۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ حلال و حرام سے متعلق قرآن نے جو اصولی ہدایات دی ہیں حضور نے اپنے قول و عمل سے اس کی تشریح فرمادی جو حضور کافر فی نبوت تھا۔ پس جیسے قرآنی اصول ہمہ شیے کے لیے اجب العمل اور غیر متبادل ہیں۔ اسی طرح حضور نے احکام ہم قرآنی کی تشریح فرمائی۔ وہ بھی ہمہ شیے کے لیے اجب العمل اور غیر متبادل ہے۔ جیسے قرآنی احکام کو بانداز و ری ہے اسی طرح بیان قرآن حدیث کو باندازی صدر درزی ہے۔

حسن ریفت دم علیکی ید بخداواری  
آپنے خوبیاں ہمہ دارند تو تنہا داری

اوے پھلوئے آمنے ہویدا      دعائے خلیل و نوید سیحا  
وہ شبیحوں میں رحمت لقب پانے والا  
مرادیں عزیزوں کی بیر لانے والا  
مصیبت میں عینیزوں کے کام آنے والا  
وہ اپنے پرانے کامنہ کھانے والا  
فیروں کا بیجا، غمیقوں کا مادی      تیجوں کا دالی غلاموں کا مولی  
خطا سے درگزر کرنے والا  
بداند لیش کے دل میں گھر کرنے والا  
مخاہد کو زیر و زبر کرتے والا  
قباائل کو شیر و شکر کرنے والا  
اتر کر حسرا سے سوئے قوم آیا اور اک نبڑ کیا ساختہ لایا  
میں خام کو جس نے کستدن بنایا  
کھرا اور کھونٹا الگ کر دکھایا  
عرب، جس پر فتنہ نوں سے تھا بھل چھایا  
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

قہادہ و متنبہت خواہدن پر مضاہد است اور فضائل بیان کرنے میں کیا مصانع تھے۔  
وکتوریات ج ۳ ص ۱۶۲

## سراج امّت ابوحنیفہ

سید علام محمد بن ادريس شافعی متوفی ۷۰۳ ہجری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:-  
وَاللَّهُمَّ مَا أَصْرَرْتُ فَقَبِّلَهَا الْأَبْلَغْتُ  
خدا کی قسم میں امام عظیم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ  
کے شاگرد حضرت امام محمد بن علی علیہ الرحمہ  
محمد بن الحسن اشتبہ فی نہ  
کی تصنیف کو پڑھ کر فقیرہ بن گیا۔  
(ور مختار)

واضح ہو کہ امام محمد حضرت امام عظیم کے شاگرد ہیں اور سیدہ امام شافعی علیہ الرحمہ اگر مجتهدین سے  
ہیں۔ ان کا بیان یہ ہے یہ فقیرہ بصیرت و بصرارت امام محمد علیہ الرحمہ کی تصنیف کے سطاب عکیل یا میں انت  
ہے ہام بانی مجدد الف ثانی شیخ الحج فاروقی سرمند ہی قدس سرہ العزیز کمتو بات میں فرماتے ہیں:-

علم فقہ میں سیدنا امام عظیم ابوحنیفہ صراحت  
و دیگر ایں برعیال و سے اند با جو روزگار  
خانہ ہیں اور باقی امام ان کے عیال اور  
خوش چین۔ با جو روزہ سب حسین پر کار بند  
ہونے کے مجھے امام شافعی علیہ الرحمہ سے  
ذائق طور پر محبت ہے اور بعض اعمالِ انفراد  
میں ان کے ذہب کی تقلید سبھی کر لیتا ہو  
گر کی کروں کو دیگر اگر کام با وجود و نور علم  
می یا یام (وکتوریات شریعت)  
و کمال تقویٰ امام عظیم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے ساتھ طفیل کتب نظر آتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت محبی الدین ابن عربی، حضور شریش پاک، حضرت مجدد الف ثانی، دو ائمّۃ الجمیل  
خواجہ نظام الدین، مخدوم اشرفت جہاں گیگر سکنی، خواجہ عین الدین حشمتی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہے برائی  
جامع شریعت و طریقت تھے۔ یہ حضرات اپنی فقیرہ بصیرت و بصرارت کے سماں سے بھی باشہ مجتبیہ

شان رکھتے تھے۔ احکام اسلامیہ کے اسرار سے واقع اور انوار بعید کے استدلالات پر محاکمہ و ترجیح پر قادر تھے۔ لیکن باوجو اس عظیم و طیل تقویٰ دلدارت و فقہی مرتبہ و اجتماعی شان کے حیثیات آئندگار بعید میں سے کسی ایک امام کے مقدار ہے ہے یہ اور اُنہوں نے ائمہ اور بعید کی تحقیقات کے مقابلہ پر تحقیقات کے تفوق اور برتری کا دعویٰ شیش فرمایا۔

ان علیل الفقدر بزرگوں میں کی روشن اور طریقہ پر غور کیجئے اور ان لوگوں کی کیفیت نارواہا نامم بیکھرئے جو کسی عظیم علمی شخصیت کی تحقیقیں کو دہی درجہ دیئے کی کوشش کر رہے ہیں جو مبینہ آئمہ اعظم علماء الحدیث کی خاطر ادا دیتے کو مقلدین امام الجعفیہ میں حاصل ہے۔ حالانکہ جمارے اکابر تو بیان تک تراویح کئے اور فیصلہ کر گئے ہیں کہ:-

ہم نے صرف امام عظیم علیہ الرحمہ کے مذہب  
کی تعلیم کا التزام کیا ہے۔ کسی اور کا  
ہمیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ تعلیم کے

إِنَّا لِلتَّرَّامَانَ تَقْلِيْدٌ مَذْهَبٌ مُذَنَّبٌ  
مَذْهَبٌ غَيْرِهِ كَوْلَتِ الْقُرْآنُ إِنَّ  
مَذْهَبَهَا حَنْفَى لَا يُؤْسَفُونَ۔

محاملہ میں) ہم صرف حنفی ہیں، یعنی محمدی نہیں۔ (امام یوسف و امام محمد کے تقلد نہیں (ذقاوی کی ضمیری تالیف علیہم السلام فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز)

## جزر تک عابد کا واقعہ

حضرت سید عالم نو محبتم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے  
اپنے بیٹے کو اواز دی اور وہ اپنے عبادت خانے میں تھا۔

اسے جریح روہ نماز پڑھ رہا تھا، وہ دل میں کہنے لگا۔ یا اللہ ادھر ماں مجھے بُلا رہی ہے اور ادھر نماز ہے۔ اس عورت نے پھر کہا اے جرنج! جریح کہنے لگا، یا اللہ میری ماں اور میری نماز! پھر ماں نے کہا۔ اے جریح! اس نے کہا یا اللہ! میری ماں اور میری نماز۔ ماں نے دیکھا اس کہا۔ یا اللہ! جب تک کہ میرا بیٹیا جریح فاحش اوز بکار عورت کی شکل نہ کیجوں لے زمرے اور

اس کے عبادت خانے کے پاس ایک چرداہن سترھی تھی جو کہ بکریاں چراتی تھی۔ اس نے بچا جنا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ یہ سچے کس کا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ جریحہ کا لڑکا ہے۔ وہ اپنے عبادت خانے سے اتر کر میرے پاس آیا تھا جریحہ رکوجب یہ حال حکوم ہاتا تو کہنے لگا:-

قَالَ جَرِيْحٌ هُنَّ هَذَا إِلَّا أَنَّهُمْ عَمَّرُوا أَنَّ وَلَدَهُمْ قَالَ يَا يَا بُنُوْثُ مَنْ مَنَّ أَبُوكَ قَالَ رَاعِيُ الْعَنَمِ (رَجَالِي) يَرَاكُ أَبْصَرْتُكَ كَمْ كَمْ	وَهُنَّ عُورَتُكُمْ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ
---	--

صومعہ۔ عبارت خلذ کو کہتے ہیں۔ صیامیں۔ میسمہ کی جمع ہے۔ ہوسہ فاسقہ ناجرہ عورت کو کہتے ہیں۔ باپوں عجمی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنے چوری کے ہیں۔ — جریحہ بنی اسرائیل کے ایک عابد تھے جو اپنے عبادت خاز میں مصروف عبادت رہتے تھے۔ ان کی شریعت میں بھی بحالت نماز کلام مباح تھا جیسے ابتداء میں اسلام میں بھی مباح تھا۔ یہ ہو دجئے کہ جب ان کی والدہ نے آکارڈ کی اور جریحہ نے جواب نہ دیا تو ان کو بد دعا دے دی۔ لیکن اسلام میں اب بحالت نماز کلام ممنوع ہے۔ کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَقُوْمُوا اللَّهُ فَإِنْتِمْ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ اور اللہ تعالیٰ کا حق بہر جعل ولدین کے حق سے زائد ہے۔ — البترہارے علماء نے فرمایا۔ اگر بحالت نماز والدین آواز میں تو مستحب ہے کہ نماز میں تغییف کر کے اور نماز مکمل کرنے کے بعد والدین کو جواب دے۔ الفرض اس خصوصی میں حضور پیر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دوسرے اور حضور کی شان یہ ہے کہ نمازی کو بحالت نماز بھی حضور کی آواز پر لیکیں کہا ہے تو اسی ہے۔

## درود کے فضائل

سلطان محمود غزنوی کے دور حکومت میں ایک شخص بنت عزیب تھے۔ قرض بہت ہو گیا تھا۔ اور نہایت عسرت سے زندگی گزار رہے۔

تھے کسی عارف کامل نے انہیں درود شریف پڑھنے کی ملکیت کی؛ چنانچہ انہوں نے روزانہ درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ ایک رات ان کے نصیب جا گئے۔ خواب میں زیارت حضور سرور کا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے جحضور نے فرمایا۔ سلطان محمود سے جا کر کہو کہ وہ تمہارا قرض اناردوں سے اور ہاں سلطان سے کہنا کہ جو درود شریف تم فخر کی ممتاز سے پہلے پڑھتے ہو اور جس کی خبر کسی نہیں ہے قبول ہے یہ شخص صحیح بیدار ہوتے۔ سلطان محمود کے دربار میں پہنچے۔ سوار واقعہ سنایا۔ سلطان محمود یہ سن کر قرض کرنے لگے، خواجہ کو حکم دیا کہ فرماں کا قرض اٹارا جائے۔ خواجہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ حضور بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو اس نے کہا یہ قرض میں اناردوں کا۔ قاضی شہر کو بھی اس واقعہ کا پتہ چلا تو انہوں نے قرض اٹارنے کی پیش کش کی قرض خواہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے کہا یہ قرض معاف کرنا ہوں۔

چنانچہ یہ صاحب سلطان خواجہ اور قاضی سے بہت سوار پیریے کر گھر کو روانہ ہوتے اور درود شریف کی برکت سے مالدار ہو گئے۔

جلتے بجھادیے ہیں رو تے ہنسادیے ہیں

## بلا ضرورت سوال کرنا ناجائز ہے اور ایسے افراد کو کچھ دینا درست نہیں ہے

واضح ہو کہ بلا ضرورت سوال کرنا، بھیک

نامگنا ناجائز ہے۔ آج تک عام طور پر اچھے

خاصے ندرست لوگ جو کہ خود کا سکتے ہیں

بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور انہوں نے بھیک کو اپنا پتپتیہ بنایا ہے۔ الیسوں کو سوال کرنا حرام ہے اور جسے ان کی حالت معلوم ہواں کو انہیں بھیک دینا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثوں کے خلاصے یہیں۔

۱۔ چو شخص بلا ضرورت بھیک مانگتا ہے قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے مذنب پر گشت نہ ہو گا (ربیقی)

۲۔ چو شخص سوال کرے اور اس کے پاس اتنا ہے جو اسے پڑا کرے۔ وہ اُگ کی زیادتی چاہتا ہے لوگوں نے عرض کیا وہ کیا مقدار ہے جس کے سوتے ہوئے سوال جائز نہیں جھوٹ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بسح و شام کا کھانا را بولا وہ

۳۔ بندہ سوال کا دروازہ نہیں کھولے گا مگر اللہ تعالیٰ اس پرستاجی کا دروازہ کھول دیگا (احمد) ۴۔ چو شخص بغیر حاجت کے سوال کرتا ہے گواہہ انکار کھاتا ہے۔ (طبرانی)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے ماقومیں میری جان ہے اگر کوئی اپنی رسمی لے کر تکڑی کا گھشا اپنی پیٹ پر لدا کر لائے رائے نیجی کراپنگ کزار کرے خَيْرُ اللَّهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَنِي عَرَجَلًا تو وَهُوَ أَسَسَ سَعَيْهِ كَمْسَى سَعَيْهِ عَلَهُ أَعْطَاهُمْ مَا مَنْعَنَهُ جا کر سوال کرے وہ دے یا زے دے اپنارکی، حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی ربلا فرقہ لوگوں سے مانگتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ دمٹے کے بعد

حَتَّىٰ يَأْتِيَنِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَعِيشَ فِي قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ وَجْهَهُمْ مُّزْعَنَةٌ لَخَمْرٍ (بخاری) اسکے بعد پر ایک گرشت کا مکمل بھی نہ ہو گا۔ واضح ہو کر بھیک ناگذر اصل عترت نفس کے خلاف ہے۔ اسی لیے اسلام نے سخت ضرورت اور غلصی کی حالت میں بقدر ضرورت سوال کی اجازت دی ہے۔ اور یہ تاکید کی ہے کہ بقدر ضرورت سوال کرنے کے بعد سوال کو پیش نہ نہیا جائے۔ تو چو شخص دنیا میں بلا ضرورت بھیک مانگ کر پڑے بھرتا ہے وہ گویا اپنی عترت کو ختم کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن اس کے جرم کے مطابق سزا ملے گی۔ کر جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کا چہرہ بے رونق ہو گا۔ گوشت سے خالی زاہدیوں کا دھانچہ۔

# عذاب قبرحق ہے

**عذاب قبرحق ہے** | عذاب قبرحق ہے۔ اہل سنت و جماعت کا آنفانی مسئلہ ہے  
قرآن و سنت سے اس کا اثبات واضح ہے۔ اور احادیث تواریخ میں ارشاد ہے۔

اور کچھی نم دیکھو جس وقت ظالم موت  
کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ  
پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالا پی جائیں  
آج تعمیں رقبہ میں (خواری کا عذاب  
دیا جائے گا)۔

فرعونیوں کو بڑے عذاب نے گھیریا  
صبح و شام اگ کے سامنے لائے جاتے  
ہیں اور جس دن قیامت فائم ہوگی، تو  
فرعونیوں کیلئے کہا جائے گا کہ انہیں  
سخت عذاب میں لے جاؤ۔

▪

۱- وَلَوْ شَرِّي رَأَى الظَّالِمُونَ فِي  
عَمَّرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَالِكَةِ  
بَا سُطُّرَا أَيْدِيهِمْ رَاحِرُجَا  
الْفَسَكُمُ الْيَوْمَ تَحْزُونَ  
عَذَابَ الْهُرُونِ۔

اور سورہ مومن میں ارشاد ہے:-

۲- وَحَاقَ بَالِ فَرَعَوْنَ سُوْرَة  
الْعَذَابُ الْتَّارِيْخُ ضُرُونَ  
عَلَيْهَا عَذْدُوا وَعَشَيْبَا وَلَوْهُ  
نَقُومُ الْسَّاعَةُ نَفَّا ذَخْلُوا الْ  
فَرَعَوْنَ أَسْلَلَ الْعَذَابُ

۳- اور سورہ قوہ میں ارشاد یادی ہے:-

سَنَعْذِلُهُمْ مَرَّتَنْبَرِ  
لُّهُمْ يَعْذِلُهُمْ وَلَمَّا دَلَى عَذَابٍ  
عَيْظِبُهُمْ (قرآن)

تو عنقریب انجیں دوبارہ عذاب  
ڈیکھے گے وہ دنیا اور قبر میں ہمچر ہے  
عذاب کی طرف ٹوٹائے جائیں گے۔

پہلی آیت سورہ النعام کی ہے۔ اس میں الیوم تجذب و عذاب المھون سے قبر کا عذاب مراد ہے۔ اسی طرح دوسری آیت سورہ مومن کی ہے۔ جس میں دو عذابوں کا ذکر ہے۔ اس میں پہلے عذاب سے قبر کا عذاب مراد ہے اور تیسرا عورت سورہ توبہ کی ہے۔ امام مجاهد نے فرمایا مرتبتین سے دنیا اور قبر کا غذاب مراد ہے۔ اور طبرانی و ابن ابی حاتم کی روایت عن ابن عباس کا مصalon ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے منافقین کو سجدہ سے نکال دیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عزز نے فرمایا کہ ان کو سچلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب انہیں قبر میں ہوگا۔

### بِرَحْضُورِ عَلِيِّهِ السَّلَامِ نَفَرَ مَيَا-

<p>جَبَكُلَّمَيَانْ وَلَا أَنِيْ قَبْرِيْ بُجَاهِيَا جَانِيَا</p> <p>تُوْرَشَتِيْ رِسْكَنْجِيْر، آتَيْ مِنْ بَهْرَوْه رَانْ</p> <p>كَسَوَالْ كَجَوابِيْ بَيْنْ، اسْ يَاتِكِلْ</p> <p>گُواهِيْ دِيْتِيَا هِيْ كَخَذِيْ سَوَا كُوئِيْ مَعْبُودْ</p> <p>نَبِيْنْ اوْ مُحَمَّدَ اللَّهِ كَرْسِيلْ بَيْنْ، بِيْ التَّرْ</p> <p>تَعَالَى كَمَ اسْ فَرَانْ كَامْلَبِ هِيْ، كَمْ</p>	<p>إِذَا أَقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرَهِ</p> <p>أَتِيَ ثُمَّ شَهَدَ أَنَّ لِلَّهِ إِلَهٌ</p> <p>إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ</p> <p>اللَّهُ وَقَدِ الْإِلَكَ قَوْلُهُ بُيَثَتُ اللَّهُ</p> <p>الَّذِينَ أَمْنَوْا بِالْقُولِ الثَّابِتِ فِي</p> <p>الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَنَجَى</p> <p>اللَّهُ تَعَالَى اِيَّا يَوْمَ وَلَوْنَيَا كِيْ زَنْدَگَانِيْ بَيْنْ تُوْلِ ثَابَتْ پَشَابَتْ قَدْمَ رَكْتَهِ</p>
--	---

منکروں تکیر مریت کو قبر میں بھلاتے ہیں۔ بھروسال ہوتے ہیں تو جو شخص سوال کے جواب تھیک تھیک دے دیتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور جو جواب نہ دے سکے تو اس کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ اس آیت سے قبر کے عذاب کا انشا ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اصح العقیدہ مسلمانوں کو کلمہ حق پر فاقم رکھتا ہے اور عذاب قبر سے بچاتا ہے۔ چنانچہ

<p>حَضَرَتْ اِبْنُ عَمْرِيْ مَرْدِيْ ہِيْ ہے كَبْنِي</p> <p>صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرَ بَدَ كَكَنْوَنْ بَيْنْ</p> <p>جَهَنَّمَ كَجَسْ بَيْنْ مَرْقُوْلَ كَافِرِوْنَ كَلَاشِنْ</p> <p>وَالْأَنْجَنِيْنْ بَيْنْ، اَپْ نَے فَرَمَا تَحْكَمَسْ</p> <p>رَبْ نَے جَوْمَنْ سَے سَچَا وَعْدَهُ كَيَا تَحْمَدَهُ تَمَنَّ</p>	<p>قَالَ اَطْلَمَ الشَّجَرَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ</p> <p>وَسَلَّمَ عَلَى اَهْلِ الْقَلِيشِ فَقَالَ</p> <p>وَحْدَتُمْ مَا وَعَدْتُ بِهِ حُكْمُ</p> <p>حَفَّا مَفْقِيْلَهُ تَكْدِيرًا اَمْوَادًا</p> <p>قَالَ مَا اَنْتُ بِيَا سَمِعَ فِنْهُمْ وَلَكِنْ</p>
---	--

**لَا يُحِبُّونَ رِجْمَارِيٍّ**  
 سے مخاطب ہو رہے ہیں۔ اپنے فرمایا کہ ان سے زیادہ نہیں سُنتے، البتہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

قذیب سے بدر کا کتوں مراد ہے جس میں ابو جہل، امیر بن خلف، عتبہ اور شیبہ وغیرہ کی لاشیں ڈالی گئی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ مختارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ تم نے پالیا؟ لیعنی جس عذاب سے میں تم کو ڈرا نہیں کیا تھا۔ اب تم اس میں بعتلا ہو۔ صحابہ نے عرض کی۔ حضور مردوں کو مخاطب فرمائے ہیں۔ جواب دیا تم ان سے زیادہ نہیں سُنتے۔ اس سے عذاب قبر کا اثبات ہوا اور سماع موتی کا بھی۔ البتہ کفار کی روح پوچھ کر مقید و معدب ہوتی ہے۔ اس پلے وہ جواب نہیں دے سکتے۔

عَنْ عَالِيَّةَ قَالَ ثَانِيَةً أَنَّهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا  
 حَدَّثَنَا عَنْ عَالِيَّةَ قَالَ أَنَّهَا قَالَ لِيَعْلَمُونَ الْأَنَّ أَنَّ مَالِكَتْ أَتَوْلُ  
 لِهِمْ حَقَّ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ لَا تَسْمِي الْمَوْتَىٰ (رجباری)  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کافروں کو فرمایا تھا کہ میں جوان سے کہتا تھا وہ اب ان کو معلوم ہو گا کہ وہ پس ہے۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

\* علام عینی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حدیث ابن عمر کی روایت کو رد کر دیا۔ لیکن یہ جھوک مسلک کے خلاف ہے۔ یہ زکر جھوک نہیں بلکہ غر کو قبول کیا گئے۔ یہ زکر دوسری صحیح ہیشیں اس کی تائید تو توثیق کرتی ہیں جنما پچاہیں قبور کو مسلم کرنے اور ان کے جواب دینے کی آداز، جو تیوں کی پھل سُنتے کی صحیح اور کشیر روایات سماع موتی کی صریح دلیل ہیں۔

\* حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے کہ بنی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آدمی قبر میں رکو دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ مل پڑو مور کر جیل دیتے ہیں، تو وہ

حَتَّىٰ إِنَّهُ لَيَسِمِّعُ قَزْعَ نَعَالِمَهُ  
 الَّذِي كَسَّ جُنُونَ كَمَا دَارَتْكَ سُنْتَاهَ  
 آتَاهُ مَلَكَاتِ فَاَتَهُمْ دَعَاهُ فِي قُولَانِ

میں۔ اس کو بھاگ کر دریافت کرنے  
میں کرتو ہضبو علیہ السلام کے بارے  
میں کیا اتفاق اور گفتاخواہ وہ کہتا ہے  
کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے  
اور اس کے رسول ہیں۔ بچہ اس سے کہا  
جانا ہے، ودرخ میں جو تیری جگہ تھی اس  
کو دیکھو لے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد سے  
میں تجویز ہشت میں جگہ عنایت فرمائی،  
بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے

دونوں ٹھنکانے دیکھا ہے اور کافر یا منافق رشتوں کے جواب میں کہتا ہے میں نہیں جانتا

میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے بچہ اس سے کہا جائے گا۔ ز تو ٹو نے خود غور کیا اور زہر عالمیوں  
کی پروپری کی، بچہ لوہے کے گزر سے اس کے کافوں کے درمیان ایک حزب لکھائی جاتی ہے تو وہ چیخ  
مازتا ہے۔ اس حزب کی آواز سوائے انسانوں اور جیزوں کے قریب والی سب مخلوق سُنٹی ہے۔ اس  
حدیث سے واضح ہوا کہ (۱) قبر میں منکر نکیر و درفترستہ اُتے ہیں، جو تین سوال کرتے ہیں۔ ان میں ایک موال  
خاص صنوصلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، افسوس کے متعلق ہوتا ہے (۲) قبر میں ہی مقبرہ کو ان کا اصل  
مقام و کھا دیا جاتا ہے۔ اسے اپنا جنتی یا دوسری ہونا معلوم ہو جاتا ہے رسی عذاب قبر حنی ہے،

جمور کا یہی سلک ہے۔ البتہ متاخرین معترض رہاں کے منکر ہیں۔

جو لوگ عذاب قبر کے منکر میں وہیرہ کہتے ہیں کہ عذاب اسی صورت میں منصور ہو سکتا ہے جبکہ جنم  
میں دوبارہ حیات آجائے اور قرآن مجید نے تشریح کی ہے کہ متصرف ایک ہی ترتیب آتی ہے۔

لَا يَدْعُونَ فِيهَا إِلَّا الْمُؤْمَنَةَ الْأُذْلِيَّ.....الخ

جواب یہ ہے کہ آیت لا یذ و فون سے مذکورہ بالا استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ آیت مذکورہ  
میں تو اس امر کا بیان ہے کہ جنت میں داخل کے بعد ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہاں کی نعمتوں سے محروم ہو  
جائے۔ چنانچہ خود قرآن مجید کی دوسری آیتیں اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا:-

لَهُ مَا كُنْتَ تَعْقُلُ فِي هَذَا الْجُنُلِ  
فَقَيْقُولُ أَشْهَدُ أَسْتَهُ  
عَنْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَيَقَالُ  
إِنْظُرْ إِلَى مَقْعِدِكَ مِنَ النَّارِ  
أَنْذَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا إِلَنْتِي  
الْجَنَّةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمْ جَمِيعًا رَّآءَةً  
الْكَافِرُوْا وَالْمُنَّافِقُ فَيَقُولُ لَأَ  
أَذْرِي۔

(۱) اللَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ صُنُونَ عَلَيْهَا غُدُوٌّ وَغَعْشِيشًا۔  
یہ آیت تعزیب بعد الموت میں صریح  
ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ موت

کے بعد صبح و شام ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور جب عذاب کا ہونا ثابت ہوا تو اس  
دنیا میں موت کے بعد حیات اور پھر اس کے بعد موت کا واقع ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

(۲) يَوْمَ تَقُومُ الْمَسَاعَةُ أَذْخُلُوا  
الْأَلْفَرَعَوَادَ، أَشَدَّ الْعَذَابِ۔  
فرعون کو دو عذاب دیے جائیں گے  
ایک عذاب خفیف ، دوسرا عذاب شدید قیامت میں ہو گا۔ معلوم ہوا عذاب خفیف  
سے موت کے بعد کا عذاب مراد ہے۔ جن کی نشان دہی مندرجہ بالا آیت نمبر ۳۱ میں  
کی گئی ہے کہ ان پر سچ و شام آگ پیش کی جاتی ہے۔ اور احادیث تو اثبات عذاب  
قبسمیں حدائق اتک کو پیشی ہوئی ہیں۔

(۳) حضور علیہ السلام اپنے خطبات میں بھی عذاب قبر کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اسماعیل ہبیتی  
ہیں کہ حضور نے دوران خطبہ قبر کی آزمائش کا ذکر فرمایا جس میں ادمی جانچا جاتا ہے جب  
اپنے اس کا ذکر کیا تو:-

فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَيَّعَ الْمُسْتَهْمِنُونَ  
تو صاحب کرام دعاڑیں مار کر رونے  
لَكُمْ لَهُ (بخاری)

(۴) حضرت ابوالیوب سے مروی ہے کہ حضور بعد غروب آفتاب مدینے سے باہر تشریف لائے  
فَسَمِّمَ صُوَرَةً فَقَالَ يَهُودُ  
وہاں آپ نے آواز سنی ماپ نے فرمایا  
تُعَذِّبْ بِفِي قُبُوْدِهَا۔  
بیو دیلوں کو ان کی قبروں میں عذاب  
اور ہا ہے۔ (بخاری)

(۵) خالد بن سعید بن عاصی کی صاحبزادی نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے سنا کہ:-  
وَهُوَ يَعْوَذُ مِنْ عَذَابِ  
آپ عذاب قبر سے پناہ مانگ سکتے۔

الْقَبْرِ (بخاری)

(۶) حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَنْبِرِ  
مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فَتْنَةِ  
الْجِنَّاءِ وَالْعَمَّاٰتِ وَمِنْ فَتْنَةِ  
الْمُسَيْبِينَ الدَّاجِنَاتِ (نجاری)

اللّٰہ میں تیری پیاہ چاہتا ہوں اعذاب  
قبتے اور حبیم کے عذاب سے اور  
موت و حیات کے فتنے سے اور سیعی  
وجال کے فتنے سے۔

• ان احادیث سے واضح ہوا کہ عذاب قبرحتی ہے اور اس سے پناہ مانگنی چاہیئے جحضور سید  
علام اصلی اللہ علیہ وسلم سبی و عالمیں عذاب قبر سے پناہ مانگنا کرتے تھے۔ مگر آپ کا پناہ مانگنا اصل  
تعلیم امت کے لیے تھا (۲)، فتنہ دینیت سے مراد خواہشات نفسانیہ کی پیروی ہے جو نام بُرا یوں  
کی جائے۔ جب انسان نفس کا بندہ ہو جاتا ہے تو پھر رنج و غم و نکالیت پر صبر نہیں کرتا، اگر ہوں  
پڑھرا کرتا ہے اور زادم نہیں ہوتا، تو یہ نہیں کرتا، بلکہ گناہوں پر خواہش کرتا ہے اور فرشیت کرنے  
والے کو بُرا سمجھتا ہے (۳) فتنہ موت سے مراد سکرات موت کی سختی، جان کنی، امتحان، آزمائش  
حیرت اور، دہشت، عذاب قبر، سوال مکروہ نکیر وغیرہ ہے۔ وجال سے مراد وہی وجال اکبر ہے  
جو قرب قیامت میں ظور کرے گا۔ حضور علیہ السلام نے امت کو یہ ہدایت دی ہے کہ وقت  
الشہر سے ڈرتے رہیں اور فتنہ دینا اور فتنہ موت اور وجال سے پناہ مانگنے رہیں۔

نیز احادیث میں یہ بھی تصریح ملتی ہے۔ مرنے کے بعد صبح و شام اس کا ٹھکانا اس پر  
پیش کیا جاتا ہے جحضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اس پر صبح و م  
عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدَةً بِالْعَدَوَةِ

وَالْعَشِيَّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ  
الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ  
كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ  
فَيَقْلُلُ هَذَا مَقْعُدُكَ حَتَّى يَعْشَكَ  
اللّٰہُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ -  
(نجاری)

جنپیوں میں سے ہوتا ہے تو جنپیوں کا  
ٹھکانا اور اگر وہ دوزخیوں میں سے  
ہوتا ہے تو دوزخیوں کا ٹھکانا پیش  
کیا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے  
کہ بترا ٹھکانا ہے جب قیامت کے  
دن اللہ تعالیٰ تم کو اٹھاتے گا۔

واضح ہو کہ جنپتی کو اس کا مقام جنت اور دوزخی کو اس کا مقام دوزخ صبح و شام

پیش کر دیا جاتا ہے: تاکہ مون صاحب کو خوشی ہو اور وہ مطلب رہے اور دوزخی کا رنج غم بڑھے۔ — رہایہ سوال کراس کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ کیا العینہ دوزخ یا جنت دکھائی جاتی ہے، یا صرف زبانی یاد دلاوی جاتی ہے تو اول تو اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ثانیاً اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے۔ وہ جیسا چاہے دونوں کو ان کا اصلی ٹھکانا دکھائے۔ اس میں بحث کی ضرورت کیوں؟ (۲) اس حدیث سے مُردول کے لیے سُننا، بُونا، سُمجھنا وغیرہ شرط ہوتا ہے — غرضِ ان احادیث سے واضح ہوا کہ عذاب قبرت ہے۔ کافر کو قربیں فرشتے گزدی سے مارتے ہیں اور گناہ کبیر کے مرتکب مسلمان کو بھی قربیں عذاب ہو سکتا ہے۔ عذاب قبر اسی اُمت کے سانح خاص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مونین مخلصین کو قربیں شابت قدم رکھتا ہے اور وہ فرشتوں کے سوالات کے صحیح جواب دے کر کامیابی حاصل کرتے ہیں حضرت ابو سعید خدري سے مردی ہے۔ حضور علی السلام نے فرمایا:-

إذا فضَّلتُ الْجَنَاحَةَ وَاحْتَمَّا  
الرِّجَالُ عَلَى آعْنَاقِهِمْ فَإِنْ  
كَانَتْ صَالِحةً قَاتَلَتْ قَدْ مُعْنَىٰ  
وَإِنْ كَانَتْ عَيْدَ صَالِحةً قَاتَلَ  
يَا ذَيَّلَهَا أَيْنَنَ هُبُونَ بِهَا  
بِسْمِمُ صَوْتَهَا كُلُّ شَئٍ إِلَّا  
الْأَشَانَ وَلَوْسِمَعَهُ لَصَحْقَىٰ -

جب جنازہ سہری پر کھو دیا جاتا ہے اور مرد اسے اپنے کندھوں پر ٹھالیتے ہیں تو اگر وہ متبت نیک ہوتی ہے تو تمہی کے محیے آگے لے چلو اور اگر وہ بد ہوتی ہے تو وہ کتنی ہے اس خرابی! مجھ کو کمال لیے جاتے ہو۔ انسان کے علاوہ اس کی آواز کو تمام مخلوقات سُستی ہے اور اگر انسان وہ آواز سُننے تو سوپوش ہو جائے (نجاری)

• اور یہ تاویل کرنا بھی درست نہیں ہے کہ حدیث نہ میں جو متبت کے بولنے کا ذکر ہے یہ وقتی طور پر ہے۔ یعنی اس خاص وقت میں مردے کو کلام کرنے کی قدرت دے دی گئی تھی پھر نہیں۔ کیونکہ سماں موتی کے متعلق کسی بھی حدیث میں وقتی کی قید نہیں ہے۔ نیز حضور علی السلام نے فرمایا۔ کہ جب متبت کو دفن کر کے والپس ہوتے ہیں تو مردہ چلسے والوں کی جو تیوں کی آواز کو بھی سُستا ہے (نجاری) • قربیں جب سوال و جواب میں کامیابی ہوتی ہے تو

فرشتے کہتے ہیں :-

لَمْ كُنْوْمَةُ الْعُرُوْسِ (بخاری) اب دُلہن کی طرح سوجا۔

• جب قبرستان میں جا کر سلام کیا جاتا ہے تو مرد سے سلام کا جواب دینے ہیں اور سلام کرنے والے کو سچھانتے ہیں اور قرآن پاک کی یہ آیتیں ائمَّةُ لَا تَسْمِعُ الْكُوْفَّيْ وَ قَوْمًا أَنَّكُمْ لَمْ تَسْمِعُوْ مَنْ فِي الْقُبُّوْرِ تَوَانُواْ آیتوں میں سماع کی نفع نہیں ہے بلکہ استماع کی نفع ہے۔

• علام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ان دونوں آیتوں ہی میں بلکہ استماع کی نفع نہیں بلکہ استماع کی نفع ہے یعنی یہ بتانا مقصود ہے کہ یا فراگر حی زندہ ہیں لیکن آپ کی بڑیت ان کو نفع نہیں دے سکتی کیونکہ یعدم استماع میں مردوں کی طرح ہیں۔

اور بات یہ ہے کہ سماع، سمع اور استماع سب کا حاصل عمل ہی ہے کیونکہ سمع عنص کے بیلے ہوتا ہے تو شخص عن کعمل نہ کر سے تو گو یا اس نے سُنَّہ اسی نہیں اور یہ محاوارہ صحی ہے۔

ثابت ہوا کہ مردہ سنتا اور بولتا ہے۔ ابوسعید خدری سے مردی ہے کہ میت اپنے عنسل دینے والے، اٹھانے والے، کھن دینے والے اور قربیں ایثار نے والے کو سچھاتی ہے رہا بالمشی بالجنائزہ

• علام کربانی نے لکھا ہے کہ سمع کا لفظ اس امر پر دال ہے کہ حدیث بذا میں میت کے لونے کا جو ذکر ہے وہ مجاز نہیں بلکہ حقیقت ہے یعنی واقعی جب میت کو اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اگر وہ بد ہے تو کہتا ہے اسے مجھے کمال لے چلے اور اگر وہ نیک ہے تو کہتا ہے جلدی سے لے چلے — اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر منے والے کو بجالت نزع اپنے آئندہ حال کا پتہ

چل جاتا ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

کجب مومن کو موت آتی ہے تو اے اللہ کی رضا کی بشارت دی جاتی ہے تو پھر

اس کو فاقہُ الہی سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں رہتی اور کافر کو اللہ کے

عذاب و نزاکتی خبر دی جاتی ہے رشکوہ باب تمنی الموت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام مدینہ منورہ

یا مکہ تک کسی باغ پر گزرے تو آپ نے دہاں دو آدمیوں کی آواز سنی

فَسَمِّمْ صَوْتَهُ اَنْسَابَيْنِ لِيُذَمَّ بَارِنَ

اس وقت آپ نے فرمایا۔ ان دونوں  
کو عذاب ہورتا ہے کبھی بڑی وجہ  
سے نہیں، پھر آپ نے فرمایا۔ البتہ  
بڑا گناہ ہے۔ ان میں ایک تو اپنے  
پیشایاب سے نہیں تھا تھا اور دوسرا  
چھل خوری کرتا تھا۔ پھر آپ نے  
کھجور کی ایک ہری ٹھنپی مسنگوائی  
اس کے دکڑے کیے اور دونوں  
قبوں پر ایک ایک ٹکڑا اڈاں دیا  
صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا  
اس لیے کہ جب یہ نبیاں سبز رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہو۔

فَقَالَ وَمَا يُعَذَّبُ بَانٍ فِي كَبِيرٍ  
ثُمَّ قَالَ بَلِّي إِنَّ أَحَدَهُمَا  
لَا يَشْتَرِي مِنْ بَؤْلِهِ وَكَانَ الْأَخْرُ  
يَمْشِي بِالثَّيْمَةِ ثُمَّ دَعَا  
بِنَجْرِ يَدِهِ فَلَكَسَ هَاكَسَرَ تَيْنَينَ  
فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كَسْرَةً  
فَقَبِيلَ لَهُ يَارَ سُولَ اللَّهِ لِمَا  
فَعَلَتْ هَذَا قَالَ لَعَلَّهُ أَثَّ  
لَمْخَفَتْ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْيَسَا۔

**پیشایاب سما پتے جسم اور کپڑوں کو محفوظ نہ رکھنا گناہ کبیر ہے۔ حدیث ہذا میں پیشایاب سے گناہ کبیر** | نہ بچنے والے پر عذاب کا بیان ہوا۔ جس سے اس گناہ کا اشادہ اور کبر سونا ثابت ہوا اور اور گناہ کبیر حدیث بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شاث گناہ میں گئے اور حدیث حاکم میں نہ اور کسی میں اس سے بھی زیادہ، جس سے اس مرکی و صاحت ہوتی ہے کہ اس لگنی سے حصہ مقصود نہیں ہے۔ بعض علماء نے فرمایا، ہر وہ گناہ جس کے از کتاب پر شائع علیہ السلام نے دعید سنائی یا العنت فرمائی یا عذاب و خفب کا بیان آیا، وہ کبیر ہے۔ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سی نے کہا گناہ کبیر سات میں۔ آپ نے کہا سات سو نوک میں مطلب یہ کہ جیسے ایک چھوٹی سی نیکی اگر خلوص ولہمیت کے ساتھ کی جائے تو اس کا اجر بڑھ جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک ذرا سا گناہ اللہ عز وجل سے جس قدر بے خوفی اور درجات کے ساتھ کیا جائے گا۔ اسی قدر اس کی شکنی میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

- علام عینی علیہ الرحمۃ نے فرمایا، کبیر و مرنستی ہے۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کی نسبت کم درج کا ہونا ہے تو اسی نسبت صیغہ و کبیر کی تقسیم ہو گی (مینی جلد اصل، ۸)
- حائل کی جست حیطان ہے۔ کھجور کے باعث کو کہتے ہیں، جو چار دیواری میں ہو۔ واقعی

کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ باع جس میں حضور علیہ السلام گاگر رہوا۔ اُتم بن شریف اشارہ کرتا تھا۔ روایت اعشش میں مریقبین کے لفظ ہیں اور روایت ابن ماجہ میں بقرين جدیدین کے لفظ آئے ہیں یعنی دو قربیں نئی تھیں۔ اس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ مقبور مسلمان تھے۔ — لا یَشْتَرُونَ: بعض روایت میں لا یَشْتَرُنَ اور لا یَشْتَرُنَہُ بھی آبیا۔ یہ تمام قریب المعنی ہیں۔ اور ابوالنعمیم کی روایت میں لا یَتَوْثِی (نہیں پختا تھا) آیا ہے۔

**فَسَمِحَ صَوْتُ النَّاسِ** یعنی: کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سمجھیں فیر میں عذاب ہوا تھا۔ اس سے یہ چیز معلوم ہو اک عالم بزرخ میں جو کیفیت میں ان پر ادمی مطلع ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ آبیت و ماانت پیشہ میں فی القبور کے یہ بات سنانی میں ہے۔ کیونکہ آبیت میں خود سخون سخنے کی نظری ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ سُنَّةً نَجَّابَهُے یا کسی کو ایسے حوالس ہی عطا فرمادے جو حالی برزخ کا مشاہدہ کریں تو یہ مکن ہے اور آبیت کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو اس کا وقوع ہو گیا۔ اور حضور علیہ السلام نے عالم برزخ کے احوال کو اپنی مقدار سُنَّةً نَجَّابَهُے دیکھ دیا۔

• نہیں کہ معنی بات کو دستے تک نلقان دینے کے لیے پہنچانے کے ہیں۔ اور یہ فعل نہایت مکروہ ہے اور اشتہر کیا ہے۔ کیونکہ حنفی کی وجہ سے دو مسلمانوں میں ناجائز پیدا ہوتی ہے۔ بعض روایات میں آیا کہ شیطان دو مسلمانوں میں ناجائز سے بہت خوش تر ہے۔

• بعد یہ: عذاب قبر تھا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں حبیل القدر صحابہ سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔ **صَالِيْعَيْدَ:** ان فی کبیر کے ایک معنی شارحین نے یہ کہ کہ وہ ایک ایسے کام سے نہیں پہنچتے لئے جس سے بچنا ان کے لیے کوئی مشکل نہ تھا (شرح السن)

• فی کبیر: علام رنودی نے فرمایا: پیشاب سے پرسیزہ کرنافی نفسگنناہیں ہے۔ یہ کہ اس لیے بن جاتی ہے کہ یہ ضما صلوٰۃ کا سبب بن جائے گا، لیکن اصل یہ ہے کہ پاک رہنا بڑا میں شارع علیہ السلام کو مطلوب ہے اور نجاست سے ملووت رہنا مکروہ ہے تو پیشاب سے پرسیزہ کا گز پیغامبر ہے۔ لیکن صغیر ہے۔ پر جب اصرار کیا جائے تو وہ کبیر ہو جاتا ہے۔

• اگر سب دریث میں عذاب قبر کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے پیشاب سے نہیں پتتا۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کی نجاست سے ز بچا عذاب قرب کا سبب بن سکتا ہے (العیاذ بالله) یعنی کلمہ کوہ قرآن کی نجاست سے ایذا ہوتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ جس گھر میں کتابیا جاندار کی تصویر ہو دہاں ملائکہ رحمت کا نزول نہیں ہوتا پھر نجاست خواہ حسمی ہو سببے پیشاب باحکمی جیسے حعل خوری ان سے کبھی ملائکہ کو ایذا ہوتی ہے۔

اور حدیث میں جو پیشاب کو خاص کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانانہ گو برادر و سری نجاستیں ایسی ہیں جن سے عام طور پر لوگ پرہیز کرتے ہیں جوہا جاہل ہوں یہ عالم، اس کے عکس پیشاب ایک ایسی نجاست ہے کہ لوگ اس کی پڑائی نہیں کرتے۔ آپ مسٹران کرام کو دیکھو لیجئے کہ ان کی تپنوں میں حینٹنگیوں پیشاب ہوتا ہے۔ عرب بھی پیشاب سے پرہیز کرنے کا خاص خیال نہیں رکھ کرتے ہیں۔ جیسا کہ شارحین نے فقرہ بول اعرابی فی المسجد کے ضمن میں تصریح کی ہے میں کو جب اسلام آیا تو حضور علیہ السلام نے ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ پھر انہی عربوں کا یہ حال ہو گیا کہ خود قرآن مجید میں ان کی طمارت و پاکیزگی کو سرا ابیا۔

• حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا۔ تو من سب ہو کر قبر میں طمارت کے متعلق بھی سوال ہو۔ کیونکہ بزرخ حشر پر قدم ہے اور طمارت نماز پر قدم ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ پیشاب سے ز بچنے کے سبب قبر میں عذاب ہوا۔

• بیان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں تو یہ آیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز افْقَنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسْتَحْكَمْدَهُ | اللَّهُ تَعَالَى کی تسبیح کرتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ جب تک یہ کھجور کی شاخیں تریں گی، تسبیح کریں گی جواب یہ ہے کہ آیت میں صن شیع سے مراد شیع ہی ہے اور ہر چیز کی حیات اس کے حسب حال ہوتی ہے تو ہنٹیوں کی زندگی اسی وقت تک ہے جب تک کہ وہ سبز رہیں — لیکن جواب کھجور کی نہیں سا ہے کیونکہ آیت کا غنوم و اطلاق تو یہ بتاتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز نماز وہ خشک ہو یا تر، وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور محققین کلام نے بھی آیت کو اس کے غنوم پر رکھا ہے صحیح جواب یہ ہے کہ آیت و حدیث میں تضاد ہے اسی نہیں۔ کیونکہ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درست یہ بتایا ہے کہ کھجور کی ان شاخوں کا جامالت نہ نماز کی تسبیح سے عذاب قبر میں تخفیف ہو گی۔ باقی ہی

یہ بات کو خشک ہو جانے کے بعد بھی تسبیح کرتی ہیں۔ تو حدیث میں ان کی نعمتی نہیں ہے اور جب قرآن مجید میں یہ بات ہے تو حدیث میں اس کی نعمتی کیسے ہو سکتی ہے

**کیا ہر حمزہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے؟**

اب یہ جو عین آثار میں دار ہوا کہ:-

”کپڑا جب تک سفید رہے اللہ کی تسبیح کرتا ہے اور جب میلا ہو جائے تو نہیں کرتا۔

پانی جب تک جاری رہے تسبیح کرتا ہے اور جب کھڑا جائے تو نہیں کرتا۔ تخریج

تک اپنی جگہ پر ہے تسبیح کرتا ہے۔ اور جب پھر سے کاٹ دیا جائے تو نہیں کرتا۔“

تو نہیں کرتا کا مطلب صرف یہ ہے کہ تسبیح تو ہر حمزہ سر حال میں کرتی ہے، مگر عالیٰ میں جب بغیر مرتبا ہے اس کی تسبیح میں بھی بغیر ہو جاتا ہے۔ دیکھئے انسان کو خوشی کی حالت میں بھی بھوک لگتی ہے۔ وہ اس بھوک سے مختلف نوعیت کی ہوتی ہے۔ جو اس کو غمی کی حالت میں لگتی ہے۔

چنانچہ خود قرآن مجید نے اس کی تصریح فرمائی ہے:- کہ ہر حمزہ کی تسبیح

**مُكْلِّفٌ قَدْ عَلِمَ صَلَاةً وَتَشْيِعَةً** اس کے حال کے طبق ہوتی ہے۔

درخت جب تک تروتازہ ہے تسبیح کرتا ہے۔ اور جب مٹوکھہ جاتا ہے، تب بھی تسبیح کرتا ہے مگر یہ تسبیح اس نوع کی نہیں ہوتی جیسی کہ حالت تروتازگی تسبیح کرتا تھا۔ کپڑا جل جانے کے بعد بھی تسبیح کرتا ہے مگر جلنے سے پہلے اس کی تسبیح اور نوع کی نعمتی اور راکھہ ہو جانے کے بعد اور نوع کی ہے۔ آدمی زندگی میں تسبیح کرتا ہے اور مرنے کے بعد بہ عناء سے مل جاتا ہے جب بھی تسبیح کرتا ہے۔ مگر سپلی تسبیح، تسبیح سیارات ہے اور دوسری تسبیح تسبیح عناء ہے۔ غرض کہ جب یہ کما جاتا ہے کہ لکڑا دی سوکھنے کے بعد تسبیح نہیں کرتی تو نعمتی اس تسبیح کی کی جاتی ہے، جو وہ بجا تر تروتازگی کرتی نعمتی متعلقاً تسبیح کی نعمتی نہیں کی جاتی۔

**قَبْرٍ مَحْوُلٍ وَالنَّاجِزَةِ** لعلہ ان مخفیت - کھجور کی ترشادیں قبروں پر والنتے کی حکمت حضور علیہ السلام نے یا رشد فرمائی کہ سبزے کی تسبیح سے ان کے غذاب میں تخفیف کی اُمید ہے۔ اس سے قبروں پر سبزہ والنتے کے جواز کا ثبوت ہوا۔ اور جو لوگ

سبرہ دالنے کو بعثت کہتے ہیں، ان کے خیال کی تردید ہو گئی۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو معلوم ہو گیا تھا کہ ان قبر والوں کو مذکوب ہو رہا ہے۔ اس لیے اپنے سبز شانجیں ڈال دیں۔ لیکن اور وہ کو معلوم نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب حضرت علام ابن حجر عسقلان رحمۃ نے بیہدیا کہ کسی مقبور کے متعلق، ہمیں یہ معلوم نہ ہونا کہ قبر میں اس کا کیا حال ہے، اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ہم وہ کام نہ کریں جو تخفیف عذاب کا سبب ہے جیسے حکم کا نہ معلوم ہونا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ ہم مقبور کے لیے رحمت کی دعا بھی نہ کریں (فتح الباری و عینی جلد اطہر)۔ "نیز بخاری کتاب الحجراۃ میں ہے کہ حضرت بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت وصال یہ وصیت فرمائی کہ میری قبر پر سبز شاخیں لگائی جائیں، تو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبہ کرام فتوح اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ امنقول ہے تو اس کے جائز ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سبرہ کی تسبیح تخفیف عذاب کا سبب بن سکتی ہے اور قبر پر سبزہ دالنے میں فائدہ ہی کی امید ہے، لفظ ان کی نہیں۔ اگر فی الواقع صاحب قبر کو عذاب نہیں ہو رہا تو بھی سبرہ کی تسبیح و تحلیل اس کے لیے باعث برکت و مرید رحمتہ ہی ہوگی۔

قبر کے پاس تلاوت قرآن پاک جائز ہے | علام خطاہی نے فرمایا جب سبز شاخوں کی تسبیح سے مبتلت کے عذاب میں تخفیف کی امید کی جا سکتی ہے تو قبر پر قرآن مجید کی تلاوت تو بطریق اولی مستحب ہر کسی چاہئے۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

اس حدیث میں اس بات کی دلیل  
ہے کہ قبر پر قرآن مجید کی تلاوت  
مستحب ہے۔ کیونکہ جب ترثاخون  
کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید  
ہے تو قرآن عزیز کی تلاوت ہے جس کی  
برکت کی امید ہے۔ عینی بعد از م

فِيَهِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْمَابِ  
تِلَادَةِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ  
عَلَى الْقُبُودِ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ  
يُدْرَجٌ عَنِ الْمَيِّتِ التَّخْفِيفُ  
يَتَشَبَّهُ الشَّجَرُ فَتِلَادَةُ الْقُرْآنِ  
الْعَظِيمُ أَعْظَمُ بِحَاءَ بِذَكِيرَةٍ۔

• علماء عینی عدید الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضرت امام عظیم الجعفی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسلک یہ ہے کہ میت کو قرآن عزیز پڑھنے کا ثواب پہنچتا ہے اور اس باب میں احادیث بھی وار و ہوئی ہیں۔ مثلًا ابو جابر النجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رواۃ کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جو کوئی قبرستان پر گزرے اور گیرو  
باز قل ہو اللہ احمد پڑھ کر اس کا ثواب  
اموات کو خوش دے۔ الشفافی مردوں  
کے برائے ثواب عطا فرمائے گا۔

مَنْ مَرَّ بِبَيْنِ الْمَقَابِ رَفِيقًا  
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ أَحَدٌ عَشَرَ  
مَرَّةً لَّمَرَّةً وَهَبَ أَجْرَهَا  
لِأَمْوَاتٍ أَغْطِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
بِعَدِ الْأَمْوَاتِ۔

• حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-  
جو قبرستان میں جائے اور سورہ لیسین  
پڑھ کر میت کو پہنچائے اللہ تعالیٰ عذاب  
میں تخفیف فرمائے۔

مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِ رَفِيقَ عَسْوَدَةَ  
لِيسِينَ مُخْفِقَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَمْنَعُ  
(عن انس بن فتح)

• حضرت صدیق اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-  
جو شخص اپنے والدین کی قبر کی زیارت  
کرے یا فقط باب کی قبر پر جائے اور  
وہاں سورہ لیسین پڑھے، اللہ تعالیٰ  
آن کی بخشش فرمائے۔ اور تمام علمائے اسلام نے اجماع کیا کہ دعا سے میت کو فائدہ  
پہنچتا ہے اور بربارات قرآن مجید سے ثابت ہے۔ الشفافی نے ارشاد فرمایا:-

جو ان کے بعد آئے وہ یہ دعا کرتے ہیں  
کرائے رب ہم کے! ہماری معرفت فرا  
اور ان کی بھی معرفت فرا بھم سے پہلے  
ایمان لائے را درود فاتح پاچکے)۔

وَاللَّذِينَ جَاءُوكُمْ مِّنْ بَعْدِهِمْ  
بَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ  
لَا خَوَانِتَ الَّذِينَ سَبَقُونَا  
بِالْإِيمَانِ۔

اور بہت کی آیات دا حادیث سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ دعا کرنے سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

• اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ يَقْبَعٍ | الْهَبِيْ بِقَبْعِ غَرْقَدْ كے رہنے والوں کی  
الغَرْقَدْ - مغفرت فرمادے۔

اسی طرح نماز جنازہ میں حضور علیہ السلام نے تعلیم دی کہ میت کے بیٹے اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيْتَنَا و مَمْتُوتَنَا کے الفاظ کے ساتھ دعائیں جائے۔ اسی طرح ہر زیکر عمل کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے جس کے متعلق چند حدیثیں یہ ہیں:-

• ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے والد کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کیا نیکی کر سکتا ہوں جنور علیہ السلام نے فرمایا یہی کہ سکتے ہو۔ کران کے البصال ثواب کی نیت سے

اُنْ تُصَدِّقُ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِكَ	اپنی نماز کے ساتھ اور نماز پڑھلو اور
وَ اُنْ تُصَوِّرُ لَهُمَا مَعَ صَبَابِكَ	روز کے ساتھ روزہ رکھلو اور صبور کے
وَ اُنْ تُصَدِّقَ عَنْهُمَا مَعَ صَدَقَتِكَ	ساتھ ان کا نام پڑھی صدقہ دے دو۔

• حضرت المسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم اپنے دفات شدہ افراد کے ثواب پہنچانے کی نیت سے صدقہ دیں یا جو کریں تو ان کو فائدہ پہنچے گا؛ حضور علیہ السلام نے جواب دیا:- ہاں ثواب پہنچے گا اور تمھارے صدقہ سے میت یا خوش ہو گی **نَعَمْ وَلَيَقْرَبُونَ إِلَيَّ يَقْرَبُ أَخْدَافُ** جیسے تم کو کوئی ایک طشت کھانا وغیرہ

بِالطَّيْقِ إِذَا أُهْدِيَ إِلَيْهِ

بہری میں دے تو خوش ہوتے ہو۔

• اسی طرح حضرت سعد نے عرض کیا، میں اپنی والدہ کے البصال ثواب کے لیے غلام آزاد کر دیا حضور علیہ السلام نے فرمایا نعم (ہاں) اور بخاری وسلم میں ہے کہ ایک صاحب نے عرض کی حضور میری والدہ کا انسقال ہو گیا ہے تو میں صدقہ کر دیں تو ان کو نفع ہو گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا نعم (ہاں)

• حضرت ابو جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الحکیم کی ذات پاک کا البصال ثواب کے لیے غلام آزاد فرمایا کرتے (عینی جلد احمد ۲۷)

**فائدہ کا:** اسی مضمون کی حدیث جابر کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں کھجور کی شاخ کے دو نکری سے کر کے قبروں پر ڈالنے کا حکم دیا۔ اور اس میں عذاب کے سبب کا ذکر نہیں ہے اور کلمہ رحمی بھی نہیں ہے اور حدیث ابوہریرہ میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ایک قبر پر سے گزرے اور کھجور کی دو شاخیں منگوائیں۔ ایک قبر سے سرانے چاہروں اور دوسرا پانچی گاڑوی۔ علام علی بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سب ایک ہی واقعہ کی حکایت ہنیں ہیں بلکہ ہر ایک سبق واقعہ ہے۔

• اس حدیث سے علوم ہو کر حنفی خوری ایک نہایت ہی نامومن فعل ہے اور گناہ کبیرو ہے اور الیسا گناہ ہے کہ اس کے سبب آدمی عذاب قبر میں بُنتلا ہو سکتا ہے اور یہی حال اپنے حسم اور کپڑوں کو پیش اب سے زیکرانے کا ہے۔

**ابن یازد کرامہ علیہم السلام کے حواس کی کیفیت** حدیث زیجہت میں یقنزیع ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے اندر کی کیفیت کو دیکھ لیا اور وہاں جو کو اداز پیدا ہو رہی تھی اس کو سن لیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی علیمِ السلام کے قوائے ملکہ عام انسانوں کے قوی سے بالکل الگ حیثیت کے ہوتے ہیں، اسی لیے وہ، وہ کچھ دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں جن کو عام انسان دیکھو اور سن نہیں سکتے۔ ابوالبقاء عن تعریفات میں نبوت پر بحث کرتے ہوئے بعلی سینا کے حوالے سے کیا خوب لکھا ہے کہ:-

ہم لوگ (عام انسان) اشیاء کو حواس کے ذریعہ دیکھتے ہیں اور بنی قوائے باطنی کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ ہم لوگ ایک چیز دیکھتے ہیں پھر جانتے ہیں اور بنی پیدا جانتے ہے اور پھر دیکھتا ہے۔	فَخَنَّقُ نَرِي الْأَشْيَاءِ بِوَاسِطَةِ الْحَسْنِ وَالْتَّسِيِّ بَرِي الْأَشْيَاءِ بِوَاسِطَةِ الْقَرَوِي الْأَطْنَنَةِ وَ مَخْنَقُ نَرِي ثُمَّ لَعَلَمَ وَالْتَّسِيِّ يَعْلَمُ شَرَرِي - .
---	--

• حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ اللہ علیہ سی حقیقت کا گلوں اخبار فرمایا:-  
 ظسفی کو منکر حناد است  
 از حواس نبیاں بیگنا داست  
 نطق خاک نطق آب نطق گل  
 ہست محسوس حواس اہل دل  
 اس مسما کی مزییفیں کے بیٹے راقم کی تابیہ: خفا اغص مکمل نے درج ایسا و جامع اوصفات

کا مطالعہ کر جائے۔ جو مکتبہ ضمانت لائے رہے قیمتیں مل سکتی ہیں۔

**قبیر حضور کے متعلق سوال ہوا** | قبر میں منکروں نکیروں کی حضور علیہ السلام کے متعلق بھی ہے۔ فرشتے پوچھتے ہیں۔

**ماعلمک بیهقی رجحی** —————

ماعلمک: یہ خطاب مقبور کو ہوگا۔ اور ہذا الرجح سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات اور اس سوال پر یاد ہتا ہے۔ ۵۱ اس اسم اشارہ ہے جو مثلاً راجحی کو چاہتا ہے۔ یعنی ہذا سے اس پیغام کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، جو حسوس بھی ہو اور نظر بھی آئے۔ تو کیا قبر میں خود غلب نفیں حضور علیہ السلام تشریف لاتے ہیں یا آپ کی تصویریں کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ نہ تو حضور علیہ السلام خود قبر میں آتے ہیں اور نہ آپ کی تصویریں کی جاتی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ حضور اپنے مقام اعلیٰ وارفع میں تشریف فرماتے ہیں اور جو بات اٹھادیے جاتے ہیں۔ اور حضور نظر آجائے ہیں اور فرشتے آپ کی ذات اقدس کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں کہ ان کے متعلق تیر کی عتقاد ہے؟ تو مومن تو اس سوال کے جواب میں حضور علیہ السلام کی رسالت و نبوت کا اقرار کرے گا اور کافر اس امتحان میں فیل ہو جائے گا۔ اور وہ کہا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اس پر مومن سے کہا جائے گا کہاب میں ولادتی کے ساتھ سوجا۔

• علام رحیل الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ الترمذی یا انہاد ماماکان خفیا میں لکھا ہے کہ قبر میں حضور علیہ السلام کے متعلق سوال ہونا، یہ آپ کی خصوصیات سے ہے۔ کسی اور نبی کو یہ مرتباً حاصل نہیں ہے کہ اس کی نیزت و رسالت کے متعلق قبر میں بھی سوال ہو۔ اس سوال سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مترب و مقام کی برتری اور آپ کے عز و شرف کا اظہار ہے۔

**کیا قبر میں کافر سے بھی سوال ہوگا؟** | سوال ہوگا جو دنیا میں اسلام کے مدعاً ہستے۔ اور بیان مسلمانوں کی سیازندگی لزارتے ہستے۔ اور کافر مجاہر جو ظاہر و باطنًا کافر نہ خدا اس سے سوال نہیں ہو گا۔ وہ کہتے ہیں ان سوالات کا منشاء یہ ہے کہ مومن و منافق میں فرق ہو جائے۔ اور کافر مجاہر میں الہ تعالیٰ تھا ہی نہیں، لہذا اس سے سوال کیوں ہو؟ جب تھے کہ علام رحیل الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا

بھی یہ ہی مسلک ہے۔۔۔ وہ شرح الصدر میں لکھتے ہیں کہ ابن عبدالبرنے کا کیری سوال صرف مومن اور منافق کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جن احادیث میں کافر کا لفظ آیا ہے اس سے بھی منافق ہی مراد ہے۔ لیکن اگر ان حضرات کے نزد کیک مافر سے سوال نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے ہی سے متاز ہے تو یہ تیریز و انتیار تو مومن کو بھی حاصل ہے۔ لذوا یہ کتنا چاہیے کہ مومن سے بھی قبریں سوال نہ ہو گا۔ صرف منافق سے ہو گا۔ اور شاید اسی اعتراض سے پختہ کے لیے علام ابن قیم نے کتاب الروح میں یہ لکھا ہے کہ سوال صرف منافق ہی سے ہو گا۔

بہرحال مسئلہ مختار یہ ہے کہ قبریں نبینوں سے سوال ہو گا، منافق سے بھی مومن سے بھی۔ اور کافر مجاہر سے بھی۔ اور نشاد سوال التباہ س کو دوڑ کرنا اور مومن و منافق میں فرق کرنا نہیں۔ جتنا نچھہ احادیث میں تیغہ رکھ ہے کہ جب مومن سوالات کے صحیح جواب دے گا تو فرشتے اس سے یہ کیسیں گے کہ تم تو پہلے ہی بنتے تھے کہ تو حضور علیہ السلام کی رسالت و نبوت پر یقین رکھتا ہے۔ اس سے بھی واضح تر ہے کہ قبکے سوالات کا فرق مومن و منافق میں فرق کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کی حکمت حضور متید نالم صلی اللہ علیہ وسلم کی علمت و فرشتہ کا انعام ہے۔ خود علام بلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ پنے "سرائیز" لکھا۔

إِنَّمَا الْمَفْصُودُ مِنَ السُّؤَالِ أَمْوَالُ  
اس سوال سے مقصود و متعدد امور ہیں۔

أَخَدُهُمَا إِلَهًا رَّشِينَ إِلَيْهِ  
ایک ان میں سے حضور علیہ السلام کی

كَرَبَّ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
کے شرف کا انعام بھی ہے۔

جب مقصود سوال حضور علیہ السلام کے فضل و شرف کا انعام ہے کہ یہ وہ ذات مقدس ہیں جن کی رسالت و نبوت کے متعلق قبریں بھی پوچھا جاتا ہے۔ تو یہ سوالات مومن منافق اور کافر نبینوں سے ہونے چاہیے۔ اس کے علاوہ بلال الدین سیوطی حرمت اللہ تعالیٰ علیہ نے تکملہ میں ان آیات کی تفسیر اس طرح کی ہے۔

۱۔ يُبَشِّرُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقُولِ الشَّاثِيَّةِ رَهُوَ كَلِمَةُ الدُّوَّابِ (الْتَّوْجِيْب)

۲۔ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ (فِي الْقَيْرَ)

۳۔ وَيُبَشِّرُ اللَّهُ الظَّالِمِينَ (أَنَّ الْكُفَّارَ فَلَامَهُتَّدُونَ لِلْجَوَابِ الصَّوَابِ)

اس تفسیر سے بھی واضح ہوتا ہے کہ قبریں کافر سے بھی سوال ہو گا۔

# بے مثال بے مثال رسول

محمد رسولِ حمد ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے  
شریعت میں تو نہ ہے حقیقت میں خدا جانے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ انھوں  
نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صارے  
روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ تو وہ پر حرج کیا  
صحابہؓ نے کہا آپ بعض نووصال کے روزے  
رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تنہاری طرح ہی  
بہوں، مجھے زمیر ارب کھلانا اور پلا ابے۔

یہ حدیث اور اس مضمون کی دوسری احادیث میں نیز اصرار ہے کہ جب صحابہؓ کرام کو حضور نے  
نوم وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے عرض کی حضور اپنے نووصال نہ راتے ہیں۔ تو حضور نے اس  
کے حجاب میں فرمایا:

میں تنہاری مثل نہیں بہوں۔ مجھے  
کھلانا پلا یا جاتا ہے۔

میں تم میں سے کسی طرح نہیں ہوں مجھے  
کھلانا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

میں تنہاری طرح نہیں ہوں۔ میں رات  
اس طرح گزارتا ہوں کہ اکیک کھلانیوالا

کھلاتا ہے اور پرانے والا پلتا ہے۔

میں تنہاری طرح نہیں ہوں مجھے سیراب  
کھلانا اور پلانا ہے۔

عن عالیٰ شَرِيكَهُ قَالَتْ نَهْلَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى  
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَصَالِ رَحْمَةً  
لَهُمْ فَقَالُوا إِنَّكَ تَوَاصِلُ قَالَ إِنِّي  
لَسْتُ كَهَيْتَكُمْ إِنِّي بِطِيعَتِي سَرِيقٌ  
وَكَيْنَقِينٌ۔

✓ اُنی لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَطْعَمُهُ وَ  
أَشْقَى۔

• لَسْتُ كَاحِدٍ مِثْنَكُمْ إِنِّي أَطْعَمُهُ  
وَأَشْقَى۔

• اُنی لَسْتُ كَهَيْتَكُمْ إِنِّی أَبَدِیْتُ  
لَنِی مُطْعَمٌ وَسَاقِیْتُكُمْ بَسِيقِینِ۔

• اُنی لَسْتُ كَهَيْتَكُمْ اُنِّی بِطِيعَتِی  
سَرِيقٌ وَكَيْنَقِینِ۔

تم میں میرا شل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں مجھے میرا ب کھلا اور پلا دیتا ہے۔

میں تھاری طرح نہیں ہوں میں رات گزارتا ہوں ایک کھلانے والا مجھے کھلا دیتا ہے اور پلانے والا مجھے پلا دیتا ہے۔

۰ أَتَيْكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبْيَتُ لِطَعْنَتِي سَرَّتِي وَلَيْسَ قِنَتِي۔

۰ لَشْتُ لَهَيْتَكُمْ إِنِّي أَبْيَتُ لِي مُطْعِمٌ لِطَعْنَتِي وَسَاقَ يَشْقَنِي۔  
(بخاری ج ۱ ص ۳۶۶)

حضرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان جوابات میں اپنی بشریت کے متعلق واضح طور پر یہ تصریح فرمادی کہ اگر چہ میں انسان ہوں بشر نہیں، اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہوں

میری مثل کون ہے؟ عنود کجھے کہ ایکد مشتی کے مخاطب کون ہیں؟ صحابہ کرام اپنے والاصوان کو جن کے مرتبہ در مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ عام لوگ تو عام لوگ ہیں عنوث و قطب، افناو و ابدال، علماء و ملحاو و اولیاء مجھی ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ حضور ان کو مخاطب بنائی فرمائے ہیں:- "ایکد مشتی۔ تم میں میرا مثل کون ہے؟ لست کاحد منکحہ تم میں کوئی بھی میری طرح نہیں ہے"

جیسے صحابہ کرام کا مقدوس گرد حضور کی مثل نہیں، حضور کی طرح نہیں تو ہم آپ حضور کی مثل اور حضور کی طرح کیسے برسکتے ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ:-

بَشَرٌ نَدِيمٌ پَرِدَّا خِلِيلٌ اَنَامٌ نَسِينَ شَارِدٌ اَنَّ تَسْبِيحَ مِنْ اَمَامٍ نَسِينَ  
پناہ پس صحابہ کرام بارگاہ و نبوت میں عرض کیا کرتے تھے۔

قَالُوا اَنَا لِلشَّتَاءِ كَلَيْتَكَ بِيَا بَارُسُولَ اللَّهِ هُمْ اَبَّ كَ طَرَحَ نَسِينَ  
سَرَسْنُولَ اللَّهِ۔  
(بخاری ج ۱ ص ۴)

است لئے یہ کتنا حق و صواب ہے کہ حضور سردار عالم ذر محیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ سے ہمسری و برابری کا دعویٰ کرنا۔ اعلیٰ درجہ کی گراہی و بے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کی تعظیم و توقیر کی ترفیقِ رفتین عطا فرمائے۔ آمین۔

# وَحْيٌ أَوْ رُؤْسٌ كَمَا تَعْلَمُ وَكَمَا تَنْهَى

بخاری شریعت میں سیدہ عائشہ صدیقہ عفیض طیبہ بیہم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مردی

ہے کہ حارث بن شہام نے عرض کی یا رسول اللہ

کیف یا یاتیکَ الرَّوْحِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْيَا نَبِيًّا يَاتِيَ

مِثْلَ صَلَاصَلَةِ الْجَنِّ وَهُوَ

أَشَدُّهُ لَا عَلَيْهِ نَيْقَاصِمُ عَنِي وَقَدْ

وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَخْيَا نَ

يَتَمَشَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فِي كِلْمَةِ

فَأَعْنَى مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتَهُ يَتَزَلَّ عَلَيْهِ

الرَّوْحِ فِي الْيَوْمِ الْمُشَدِّدِ الْبَرِدِ

فِيَّهُ صِدْرٌ عَنْهُ دَرَانٌ جَيْشِنَةٌ

رِيَّقَةٌ قَصْدٌ عَرَقًا (بخاری)

آئی ہے۔ فرمایا۔ کہ مجھی گھر دیاں کی آواز کی  
طرح میرے پاس آئی ہے اور مجھ پر نی باڑ  
سخت ہوئی ہے اور پھر پریمات دُور ہو  
جائی ہے، دراں حاکی کیمی اس سے مفہوم  
اخذ کر لیتا ہوں۔ اور مجھی وہ فرشتہ  
اجبریل، یہرے بے انسان کی شکل ہی  
نمودار ہوتا ہے اور مجھ سے باقیں کرتا ہے  
اور جزوہ کرتا ہے میں اس کو محفوظ کر لیتا  
ہوں جحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا  
کہ وحی اتنے کی حالت میں میں نے آپ کو  
دکھا کر جب کیفیت ختم ہو جاتی تھی تو

سخت مردی کے دلوں میں بھی بین ببارک سے پسینہ بتا تھا۔

کیف یا یاتیکَ الرَّوْحِ۔ حضور علیہ السلام سے سوال ہوا۔ آپ پر دنی کیسے آئی ہے؟ افریاد دفعہ  
ایک تو منہد اواز جرس وحی کا آتا۔ دو م فرشتہ کا انسانی شکل ہیں اگر کلام کرنا۔

سوال: سائل نے وحی کی کیفیت دریافت کی تھی۔ سائل وحی کی صفت دریافت نہیں کی تھی اور جواب میں  
حامل وحی کی صفت کا بیان ہے کہ مجھی فرشتہ بشکل انسانی حاضر ہو کر کلام کرتا تھا۔ لہذا جواب  
سوال کے طبق نہیں۔

جواب: اگر کسی سوال کے جواب میں سوال سے زائد امور کو مجھی بیان کروایا جائے تو ایسے جواب کو

سوال کے غیر متعاب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مگر یہ جواب بمع الزیادۃ کھلتا ہے۔ جواب میں اضافہ کرنے پر ممکنی ہوتا ہے۔ لیکن یہ حضرت مولیٰ علیہ السلام سے سوال تو تمارے ماتحتیں کیا ہے عرض کی ہی خدھا ہی یہ ریرا اعضا ہے۔ جواب تو اسی جملہ پر تم موگل۔ مگر حضرت مولیٰ علیہ السلام نے عصا کے رہنماؤں کی عرض کر دیے۔ اس پر نکیہ لگاتا ہوں، اپنی بکریوں کے لیے

اَتَوْكُؤْ اَعْبَيْهَا اَوْ اَهْشُ لِهَا عَلَىْغَنْتَیْ دُرْخَتَ سَعَتَ پَتَّهُ تَنَاهُوْنَ اَوْ دُرْخَتَ سَعَتَ مِيرَنَسَ مِنْسَ مِنْ دُورَسَ کَامَعَیْ مِنْ .

دیکھئے! جواب مولیٰ میں یاد فانے اس نکتہ پر ممکنی ہیں کہ آپ نے عصا کے فوائد کا اضافہ بلور شکر سے کیا۔ کیونکہ نعمتوں کا شمار بھی شکر ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی جواب میں اضافہ احمد اشکر کے لیے فرمایا کہ بخشل انسانی فرشتہ کا حقیقی کے کاراً بھی ثابت ٹیکرے ہے۔ یا آپ نے جواب میں اضافہ اس لیے فرمایا کہ صفت وحی کے بیان کے بعد سائل کے ذہن میں حامل وحی کے تعلق بھی سوال پیدا ہوتا۔ تو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے حامل وحی کی صفت بھی بیان فرمادی تاکہ سائل کو سوال کی زحمت سی نہ ہو۔

**صلصلة مسلسل اور متصل آواز کو کہتے ہیں۔**

حدس گھوڑیاں کو بسکو لوں اور دنیا تر دنیہ میں چھپی کے وقت بجا یا جاتا ہے۔ اس پر جب ضریب پڑتی ہے، تو آواز میں گونج ہوتی ہے۔ اسی طرح بلا تشیل حضور علیہ السلام کو بالفون غیب سے آواز آئی، لیکن دلکوئی صورت نہ نظر آتی۔ اور شریک کلام نہ سترع ہوتا۔ سمجھانے کے لیے اس شیئی آواز کو پانگاں جرس سے تشبیہ دی گئی۔ پہنچا پھر اسی کے مقابل وحی کی دوسرا قسم یہ بیان فرمائی کہ بولنے والا فرشتہ مجسم پور سامنے آ جاتا تھا اور بالتمیز کرتا تھا۔

دھوانتدہ علی۔ حضور علیہ الصیلۃ والسلام فرماتے ہیں صلصلة الجرس والی وحی بہت شدید و تقلیل ہوتی تھی اور دوسری قسم کی وحی ہیں اتنی شدت نہیں ہوتی۔ اس کی اصلیہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ پھر نکر انسانی میں یہ طاقت ہی کہاں ہے کہ وہ ناقابل تشریح امور کی حقیقت و مہیت کو پاسکے۔ البتہ یہ وجہ بہکتی ہے کہ صلصلة الجرس والی وحی آواز جرس کی طرح ایک کلام تھا۔ اس لیے اس کا سخت دو شوارہ بہ قدرتی بات ہے۔ اس لیے اس نوع کی وحی میں آپ شواری

محسوس نہ ہاتے ہوں گے اور دوسری صورت میں تو فرشتہ مشکل ہو کر کلام صریح پیش کرنا تھا۔ اس بے اس میں وہ دشواری نہ ہوتی ہوگی۔

نیفصم عینی۔ فضم کے معنی قطع ہونے جدا ہونے کے ہیں۔

وقد وعیت عنہ کے معنی چھپ کرنے، حفظ کرنے اور سمجھنے کے ہیں بسطت ہے کہ جب جرس کی طرح مسلسل آوازات تو پھر وہ منقطع ہو جاتی تھی۔ اور حصن علیہ السلام اس سے طلب اخذ فراچکے ہوتے تھے۔

نتیشل لی المalk۔ یہ دجی کی دوسری کمیت کا بیان ہے کہ کبھی فرشتہ بخوبی انسانی حاضر ہو کر کلام کرتا۔

ملک سے مراد جبریل امین ہیں۔ رجلا سے علوم ہو اکہ جبریل امین مرداز مشکل میں حاضر ہوتے تھے۔

اس حدیث سے فرشتہ کا وجود ثابت ہوا۔ یہ نورانی خلائق ہے کبھی بھی مشکل و سورت میں آسکتی ہے جنہر جبریل امین عنوان حضرت وجہ سماں کی شکل میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی کسی انعامی کی سورت میں۔

علام قسطلانی نے بجو الفقیر ابن عادل لکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو

فامدہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں بارہ مرتبہ۔

حضرت اوریں علیہ السلام کی خدمت میں چار مرتبہ۔

حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں پچاس مرتبہ۔

حضرت ابریم علیہ السلام کی خدمت میں بیالیں مرتبہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں چار سو مرتبہ۔

حضرت علیسی علیہ السلام کی خدمت میں دس مرتبہ اور

حضرت سید عالم نو محتمم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چوہبیں ہزار مرتبہ بار باری کا شرف حاصل ہوا۔

\* اس حدیث میں دجی کی دو صورتوں کا بیان ہے۔ مگر مقصد حضرت میں ہے حضور علیہ السلام

کو ان صورتوں کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی اچونکہ ان دو طریقوں سے اکثر دبیت و حی سے نوازا جاتا تھا۔ اس لیے ان دو صورتوں کو خصوصیت کے ساتھ بیان کر دیا گی۔

• وحی کی دو صورتیں اس حدیث میں بیان ہوئیں:-

اول: صلصلة الجویں: گھر بیال کی طرح آواز آتا۔

دوم: فرشتہ کا آدمی کی صورت میں آتا اور پیغام الہی پہنچانا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ صلصلة الجویں والی وحی قرآن میں نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کلام صریح ہوتا تھا اور یہ صرف ایک آواز صریح جس سے حضور غیرہم اخدر فرماتے تھے۔

• عجیب و غریب امور کی تحقیق و تفہیش کا شوق انسان کی جذبیت میں دولیعت رکھا گیا ہے حضرت حارث نے وحی کے متعلق جو سوال کیا وہ کبھی اسی داعیہ کے مختص تھا۔ یہ نہیں کہ آپ کو وحی کے بارے میں کوئی شک و شبہ تھا۔

• اسی سے علماء نے یہ سُنّۃ نکالا کر سوال کرنے کا جواز صرف مسائل شریعت ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ پرشیدہ حقائق داسار کے بارے میں سوال کرنا بھی جائز ہے۔

بندے بن اموکی معرفت کے مکلف چنانچہ فقہا، کرام نے اس سلسلہ میں یہ بہارت دی ہے کہ وہ باقی زبان کی تحقیق و تفہیش کے ہر مکلف نہیں اور جو نہیں اور جو نہیں زیر بحث دلائیں کی معرفت ضروری نہیں ہے، اہمتر سی ہے کہ انہیں بحث شہزادے رود المختار مثلاً یہ سوال کر جیزیل امین کس طرح اترے کہس نسل میں حضور نے ان کو دیکھا جب حضور نے ان کو لشیری سلسلہ میں دیکھا تو وہ فرشتہ رہے یا نہیں اور جنت دوزخ کہا ہے۔ قیامت کب ہوگی عیسیٰ علیہ السلام کس تاریخ کو نازل ہوں گے جو حضرت اسمبلی افضل ہیں، یا حضرت اسحاق، ان دو نوں میں ذیع کون ہے؟ حضرت فاطمہ افضل ہیں یا سنت عالیٰ حضور علیہ السلام کھالدین کس دین پر تھے اور ابوطالب کا کیا دین تھا؟ مددی کون ہیں۔

یَتَبَعِيْ اَنَّ لَا يَتَّلَقُ اَلْإِنْسَانُ عَمَّا لَا اَسْقِمُ كی اور با نہیں جوں کی معرفت ضروری

حاجةٌ إِلَيْهِ حَمَالًا تَجِبُ مَرْفَقَتُهُ نہیں اور بندہ ان کے ساتھ مکلف

وَلَمْ يَرِدْ الْكَلِمَيْهِ بِهِ (رَدْ الْمُنْتَرَجَهُ)

ہے انہیں یہ سمجھنے لازما چاہیے۔

بلکہ میرے نزدیک توفی زمانہ اس نوع کے مسائل کو زیر بحث نہ لانا نزدیکی ہے۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس نوع کے فسائل میں بحث و تحقیق سے فتوؤں کے روازے کھل جاتے ہیں، پارٹیاں اور فرقے بن جلتے ہیں اور سخت انتشار و افراط پیدا ہو جاتے ہیں۔

فَأَعْنَىٰ هَمَّا يَقُولُونَ۔ حضور سید عالم الحمد علیہ السلام فرمادے ہیں کہ فرشتہ مردانہ شکل میں لاہر سوکھا کرنا تھا تو میں اس کو محفوظ کر لیتا۔ صحیح ابن حوارہ میں یہ لفظ لمحی ہیں۔ وَهُوَ أَهْوَانُهُ عَلَيْهِ اور وحی کا اس کیفیت سے آنحضرت آسان ہوتا تھا۔ لیکن اس کو محفوظ کرنے میں مجھے آسانی ہوتی تھی۔

**لیتفصل :** لفظدر کے معنی بخنے کے میں فضد کو اسی لیے فضد کرنے میں کرخون سدنے کے لیے اُس کو ہاتھے میں حضرت عالیہ صدقہ قریبی اللہ تعالیٰ عنہا کستی ہیں کہ بوقت وحی حضور علیہ السلام کی جیہیں اقدس سے پسینہ ہوتا تھا۔ یہ سینہ کا بہزادہ اصل وحی الہی کی سبیت و علمت کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ مندرجہ احادیث کا مضمون ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو وہنی بوجوہ **وحی کی شدت و ثقلات** سے بیخُش گئی۔ حضرت زبیر بن ثابت مابیان ہے، **رَبِّنُو عَلِيِّهِ سَلَامٌ** سربراک میری ران پر تھا کہ اس حالت میں آیت کا درج ایک سکھدا نازل ہوا۔ عبید اولی الصقر، تو میری ران پر اتنا بوجوہ پڑا کہ میرا خیال ہو گیا کہ ران کے دکڑے دکڑے سے ہو جائیں گے جبکہ حضور علیہ السلام غارِ حرام سے تشریف لاتے تو قلب اقدس و نعمتِ کوتا ہوتا۔ سردی محسوس فرماتے تو چادر اڑھادینے لایکم دیتے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ وحی کس قدر شدید و تسلیم ہے اور اس کے تخل و برداشت کے لیے کیسے مسلمان قلب کو ضرورت ہے۔ قراراً پاک نے وحی کو **قُوَّلًا لَثَقِيلًا** کہا جس کو خود رب العالمین قول شقیل فرماتے۔ اس کے تخل و شدید کا کیا ٹھکانہ ہے۔ ایک درسرے مقام پر قرآن کریم نے وحی کی شدت و قوت کو یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر آتا رہتے تو

لَا انْذَلَنَا هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى جَبَلٍ لَرَائِيَةٍ  
ضَرَرٌ تَوَاصِي وَكَيْفَنَا هَبَكَاهُوا، پاش پاش  
خَاسِنَعًا مُتَصَدِّيَ عَاهِنَ خَشِيشَةَ اللَّهِ۔  
ہوتا اللہ کے خوف سے۔

اللہ اکبر جس وہی سے پہاڑ پارہ پارہ ہو جائیں اجس کی شدت و ثقلات کو پہاڑ سبی سخت چیز برداشت نہ کر سکے اسے نبیا و کرام برداشت کرتے ہیں اس کا معمول سامنہ ہو رکھیجئے کہ اونٹی یا حضرت زید نہ اب نہ ازو جس کو وحی سے براہ راست نعلق نہیں بخا۔ صرف قطب وحی کے جبد مبارک سے

اس کا انتقال تھا۔ مگر بھرپوری و حجی کی شدت کو محسوس کر رہا ہے۔ اس سے قلوب انبیاء کی زبردست قوت برداشت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت امام شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب افسوس پر جو کچھ نازل ہوا ہمارے دل اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

اور وہ ذات اقدس جس پر وحی نازل ہوئی از قرآن اُڑا اس کی اپنی اُست کے ایک شخص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ان دونوں کی حالت میں بُرا فرق ہے۔	وَكَفَنْ يَكُونُ لِمُؤْرِدِ الْوَحْيِ دَمْنَزَلْ الْقُرْآنِ أَنْ نِسْبَةٌ مَعَ رَجْلٍ هِنْ أَمْنَتْهُ هَيْمَاتَ ذَالِكَ۔ الحجۃ اللہ البا العز جلد دوم ص ۵۶۳
---	--

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت بھسری و برابری کا دعویٰ کرنے والے اگر صرف نفس وحی کی شدت اور اس کی قوت ہیں کو ذہن میں رکھ کر غور کریں تو یہ بات سچل جائے کہ انبیاء عکرام عینهم پا و جو دن انسان ہونے کے عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ان کی بشریت و اندیختہ نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ ان کے قوائے بشریت پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دینے والی چیز کو بُرا شانت کر لیتے ہیں۔ ۵۵

بشرط ضرور میں پر داخل امام نہیں وحی کے لغوی معنی اشارہ کرنا، لکھنا، سیخام دینا، ول میں ڈانا، خفیہ بات	شاردا نتسبیح میں امام نہیں وحی کے لغوی معنی کرتا کے میں رسان العرب، امام کسانی عرب کا محاورہ بتاتے ہیں۔
--	--

کسی سے اسی طرح بتیں کہ کہ اس کو دُسردن سے چھپاؤ۔	۰ وَحَيْثَ إِلَيْهِ بِالْحَلَامِ دَاوَحَيْثَ إِلَيْهِ وَهُوَ أَنْ تَكْلِمَهُ بَكْلَامِ تَخْفِيَهِ مِنْ غَيْرِهِ
--	---

ابا سحاق امام لغت کہتے ہیں:-

۰ وَأَمْلُ الْأَرْجُنْتِيَّةِ كُلِّهَا

وحی کا اصل مضموم اس کے تمام معنوں میں چھپا کر اطلاع دینے کے ہیں۔	راغلًا مُرْفِقٍ خِفَاعِ۔
---	--------------------------

قرآن حکیم میں وحی کا لفظ متعدد و مقام پر آیا ہے۔ مثلاً

تیرے رب نے شہد کی بھیوں کو وحی کی تیرے رب نے زمیں کو وحی کی۔	۱- وَأَذْحَى رُبُكَ إِلَى النَّحْشِلِ ۲- يَا أَنَّ رَبَّكَ أَذْحَى لَهَا۔
---	--

ان دونوں آیتوں میں وحی فطری "نکم کے معنی میں آیا ہے۔

اور نہ نے حوار بیوی کو وحی کی کہ ہم پر اور

ہمارے سفیروں پر ایمان لاؤ۔

ہم نے عرضی کی ماں پر وحی کی کہ اس

بچ کو درود رپاوا۔

۳۔ وَإِذَا قَاتَةَ يَتُّ اَلْحَوَارِ تَبَيَّنَ

اَنَّ اَهْنَوِاً فِي دِيرٍ سُلْطَانٍ۔

۴۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَى اُمِّ مُوسَى

اَنَّ اَرْضِيَّةِ۔

ان دونوں آیتوں میں وحی کا لفظ المام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (معنی دل میں بات دالنا)

ایک دوسرے کو حکمی پُرپُری بالتوں سے

وحی کرتے ہیں۔

اور یہ شیاطین اپنے دستوں کو وحی

کرتے ہیں۔

۵۔ يُوحِي بِعَضُهُمْ اِلَى الْعَصِّ زُخْرَفَ

الْقَوْلِ۔

۶۔ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوَحِّدُونَ

إِلَى اَذْلِيَّةِهِمْ۔

ان دونوں آیتوں میں لفظ وحی پوشیدہ طور پر بات کرنے " میں استعمال ہوا ہے جب ان

تمام مقامات کو جہاں قرآن میں لفظ وحی آیا ہے۔ ایک جگہ جمیکا جائے تو یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ وہ

کلام جو منز اور کان کے بغیر کسی نہ کہا جائے۔ چنانچہ الشی تعالیٰ نے جب حضرت زکریا کو فرزند کی بشارت

دی تو انہیں یہ علامت بتانی کر تھی تین رات دلن کلام نہیں کر سکو گے حضرت زکریا علیہ السلام جب جوہ

سے باہر آئے تو بات نہ کر سکے۔ اس لیے انہوں نے شارہ سے

فَادْخُلِ الْيَهْدِ اَنْ سَتْخُوا الْبَكْرَةَ

لوگوں کو سمجھا دیا تسبیح و شام اللہ تعالیٰ کی۔

۷۔ وَعَشِيشًا

تسبیح کرتے رہو۔

اس آیت میں منز اور کان کی مدد کے بغیر ایک بات کے سمجھا دینے کو وحی کہا گیا ہے (معنی اور اثر)

ہمام راعنہ بنے فرمایا۔

الإشارة السرعية في خفية

لگو یا تین چیزوں ہی تو میں (اشارة، هجوت، خفا) کسی بسوٹ او مفقمل منہموں کو کہ از کم عنوان سے ادا کر دینے کا نام اشارہ ہے۔ یہ کئی طرح کا ہوتا ہے۔ کبھی

زبان سے ہوتا ہے کہ ایک دلفظ کہ دیے کبھی اغراق یا امکنی وغیرہ سے کبھی آنکھ یا گردن سے کبھی کسی

اور ذریدہ سے جسے آج محل مکمل اور اسخیر وغیرہ سے اشارات کا کام لیا جاتا ہے سرعیہ کے

سخنے ہیں بہت تیز و فی خفیہ۔ یعنی اشارہ مخصوص دل پر شید و طور پر ہوتا ہے جیسے آپ شارش نہیں کو دیکھتے ہیں کو مخصوص و مخفی قواعد کے تحت چند الفاظ و خطوط میں لبی عبارتوں کو سوچتا جاتا ہے یا جسے جمادات کے سلسلہ میں خاص قواعد کے طبق اشارے ہوتے ہیں یا جیسے ملیغون آپ شیر کے ذرا تر میں ہیں وہ کی آواز سے مخصوص اخذ کی جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وحی نام ہے اکیا ایسے تیز زبان اشارے کا جو پہنچ مخصوص و مخفی قواعد میں کو تیز مقتل باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

**وحی کے شرعاً معنی** اور اصطلاحِ شرح میں وحی ان مطالب و معارف کا نام ہے جو خدا کی طرف سے انبیاء علیهم السلام پر نازل ہوتے ہیں۔ بنیادی حثیت سے وحی کی تین قسمیں ہیں اللہ تعالیٰ کا بندے سے بلوغاً سطہ پر اور راست خطاب جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن حکیم ہیں نہ کوئی ہے۔ دوسرے فرشتہ کے اسطے سے کلام تبیہ سے ان دونوں طریقوں سے ہٹ کر کسی اور طرح کلام یا مطالب و احکام کا قلب بھی پڑنے والی۔ یہ قسمی قسم ہی وہ ہے جس کی روشنی میں حضرت علیہ السلام نے دین کے بارے میں بے شمار امور کی تفصیلی حدیث و شکل متعین فرمائی اور قرآن حکیم کے اجلال و بہام کی تسبیح و تشریح کی۔ واضح ہو جی بھلی جیسے قرآن کریم، توریت ازبور و انجیل، بہ کلام صریح ہے۔ اس نے علماء نے وحی جلی کی تعریف یہ کی:-

<p><b>هُوَ كَلَامُ اللهِ الْمُرْتَلُ عَلَى أَنْبِيَاءِ مِنْ</b> اَنْبِيَاَنَّهُ پُر نازل فرتا ہے      وحی اللہ کی سنت ہے اور انبیاء و کرام کا خاصہ ہے۔ بلکہ قرآن نے جس اہمیت سے وحی کو بیان کیا ہے، اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وحی بیوت کے متراود ہے اور بنی کے سوا کسی کو وحی ہوتی ہی نہیں ہے۔</p>	<p>(وحی جل) اللہ کے اس کلام صریح کو کہتے ہیں جو وہ اپنے انبیاء میں سے کسی بھی</p>
---	---

**وحی و الہام میں فرق** اثبات، اشارت، الدام، خفیہ کلام، اشارہ سریعہ تیزی سے اشارہ کرنا دل میں کسی بات کا ہواں دینا سمجھی رہتا ہے۔ بیکم شرع میں وحی بیوت کے متراود ہے اور الہام یا اشارہ یا اتفاق د جو بھی کو ہوتا ہے اس کو وحی کہتے ہیں۔ اور جو الہام یا اشارہ غیر بھی کو ہوتا ہے اس کو الہام کہتے ہیں۔ وحی و الہام کے متعلق تاریخیں کہاں کو خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل انور کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔

اول: وحی کے لیے ذریت کی وساحت نہ شرعاً ضروری ہے اور نہ لغتاً۔ مطلقاً القاع عربانی کو وحی کہتے ہیں۔  
دوم: اصلاح حشرت میں کا جو غقوم ہے وہ اب مغلیق ہو چکا ہے اور قیامت تک ایسی وحی کوئی نہیں  
پاسکتا۔ کینونک حصہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ نبوت درسات آپ پر ختم ہو  
چکی ہے۔ اس لیے اب وحی کا سلسہ بھی بند ہے۔

سوم: المام۔ یہ اب بھی جاری ہے۔ اولیے کرام اصلاحیے امت کو سوتا ہے جس کی مختلف شکلیں  
ہوتی ہیں۔ کبھی غیب سے اداز آتی ہے۔ کبھی ملکوتی اسرار ان پر مشتمل ہوتے ہیں اور غیریکے  
امور ان پر صفاتی باطن کی وجہ سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ مگر حجت نہیں ہوتے اور وحی رسول سے  
جو حکم بھی ثابت ہو وہ لازم القبول ہوتا ہے۔ اس کے عکس المام اولیا ہرگز ہرگز کسی حکم اور امر نہیں  
کے صادر و نافذ کرنے کا مجاز نہیں اور نہ ہمارے لیے جھٹ اور مندرجہ ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:-

”وحی انبیاء میں حکام اور اوصاد نہیں ہوتے ہیں اور وحی (المام) اولیاء میں یہ کبھی  
نہیں ہو سکتے۔ جو دلی اس کا دعویٰ کرے اُس کی گردان مار دینی چاہئے۔ وہ در پر وہ  
نبوت کا دعویٰ کرتا ہے：“

پھر المام اولیاء میں عصمت بھی ضروری نہیں۔ ممکن ہے اس میں شیطان کا دخل ہو۔ اس لیے  
المام کی دو قسمیں ہو گئیں۔ رحمانی و شیطانی۔ جو المام کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو وہ رحمانی ہے۔  
اور جو اس کے خلاف ہو وہ شیطانی ہے۔ پھر اگر المام واقع میں رحمانی بھی ہو تو وہیں میں جھٹ و سند نہیں بن  
سکتا اور نہ اس کو ماننا ہی ضروری ہوتا ہے اور نہ المام کی بنیاد پر کسی عقیدے یا کسی امر و نہی کا نفاذ و اثاث  
ہو سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب بیرونی کے المام شریعت میں جھٹ و سند نہیں تو پھر اس کا  
نامہ ہی کیا ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے جو علم، غور و فکر، انظر و استدلال کے بغیر طرق مذکورہ سے  
حاصل ہوا اس کو المام کہتے ہیں۔ اب اگر کسی کا دل المام رحمانی کا مخزن بنتا ہے اور اسرار ملکوتیہ  
اس پر مشتمل ہوتے ہیں تو یہ بات اس کے دل کی صفاتی اور مقرب بارگاہ والی ہونے کی دلیل منطق  
ہے۔ اور اس المام سے علم اپنی نشریوں کو طے کرتا ہے اور سرفہت الہی میں زیادتی پاتا ہے۔ گویا  
اس المام سے علم کی ذات کو نقیناً نامہ پہنچتا ہے اور بعض اوقات دوسروں کو بھی فائدہ پہنچ

جاہے۔ چنانچہ حضرت امام غزالی نے اہم کو الشکری رحست قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس باب میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

وَجْهِي وَالْأَمَامُ الطَّاغِيُّ رَبَانِيُّ كَمْ جَبَنَكَمْ جَبَنَ كَمْ تَجَنَّبَنَ كَمْ جَنَّبَنَ كَمْ دُورَ كَمْ رَتَّبَنَ  
میں اور پھر حقایقی علوم آئینہ لوح محفوظ سے آئینہ قلب عارف پر عکس انداز  
ہوتے ہیں اور ملکوتی اسرار کے دراک کرنے کی راہ سعادت الحکمتی ہے۔ (راجح العلوم)

**حضرتو علیہ السلام کے ساتھ وحی کا آغاز** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وحی کا آغاز روایتی  
صادقہ (پسچے خوابوں) سے ہوا جضرت ام المؤمنین

عَلَى شَصِدْلِيْقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَرَّاتِيْ بِيْ مَكَرِيْ ۖ ۗ

آپ جنوب بھی دیکھتے تھے وہ صحیح  
وَكَانَ لَأَيْذِيْ رُؤْيَا الْأَجَاءَتْ  
مشل فلق الصُّبُّج (بخاری)  
کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتا تھا۔

گویا ابتلاء وحی یعنی کرخاب میں آپ پر اسرار منکشت ہونے شروع ہوئے اور جو کچھ  
ملاحظہ فرماتے بعینہ وہی پیش آتا تھا۔

مکمل طور سے تین میل کے فاصلہ پر ایک غار تھا جس کو حرا کہتے ہیں آپ نہیں  
**غَارِ حِرَاءَ كَمْ جَمَاهُو** اور جا کر قیام فرماتے اور مرافقہ کرتے۔ کھانے پینے کا سامان سانپر لے  
جاتے وہ ختم روپ چلتا تو پھر گھر والیں تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر مصروف مراقیہ ہوتے۔  
بخاری کی حدیث میں ہے کہ غارِ حراء میں حضور علیہ السلام منش (عبادت) فرمایا کرتے تھے۔ یہ

عبادت کیا تھی۔ علام عینی لکھتے ہیں کہ سوال کیا گیا کہ:-

أُحِبِّبِيْ بِيَانَ ذَلِكَ كَانَ بِالتَّفَلُّوُ  
آپ کی عبادت کیا تھی، جواب یہ ہے  
كَغُورَ ذِكْرِ ادْعَبْرَتْ پُذْرِيْ تھی۔  
وَالْأَعْتِبَارَ۔

ایک دن جب آپ چھپے ہوں غارِ حراء میں مصروف مراقیہ کئے کہ فرشتہ غائب نظر  
آیا فرشتہ کی زبانی سب سے پہلی وحی غارِ حراء میں ہوئی۔

حضرتو علیہ السلام پر سب سے پہلی وحی جبکہ آپ کی عمر بڑک چالیس سال تھی۔ غارِ حراء میں  
پہلی بار سورہ اقراء کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک یہ سلسلہ رکارہا۔

محثیں کا اس پر اتفاق ہے کہ سلسہ وحی کے مگر جانے کے بعد سب سے پہلے سوہنہ مذکور کی آئیں نازل ہوئیں۔ اپنے حضرت جبریل نظر آیا جس نے علیہ السلام حضرت خدیجہ کے پاس آئے، فرمایا، کچھ چادر دو اور مجید پر ٹھنڈا پانی ڈال دو۔ اسی حالت میں یہ آئیں نازل ہوئیں :-

بِأَيْمَانِهَا الْمُكَثُرُهُ قُرْفَاتِهِ  
اے بادل پوش (محبوب) اُمّهٗ الْكُوْكُوكُو  
خدا سے ڈرا اور اپنے رب کی کہیاں یہ کو  
وَرَبُّكَ فَكِبِرُ۔

نزول وحی کی مدت | تمام قرآن کریم یکم نازل نہیں ہوا، بلکہ حسبِ نزولت اور وقتاً فوقتاً  
مکتوٰہ تجوہ نازل ہوتا رہا۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اول نزول شریعت  
میں ہوا شب قدر رضنا المبارک کی آخری راتوں میں سے ایک طاق تاریخ کی رات ہے۔ غیرہ میں  
سب سے پہلی وحی سوہنہ افراء کی پانچ آنینیں ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید بھائیجا جنماد صاحب افسوس سے کچھ  
دن پہلے تک نازل ہوتا رہا۔ باعتبار نزول کے قرآن مجید کی آخری آیت والقوایوم ماترجعون فیہ  
اللہ۔ اس حساب سے چالیس برس کے من سے لے کر تیس برس کے من تک کل ۲۷ برس نزول  
وحی کے ہیں۔ یعنی تکمیلِ قرآن کی کل مدت ۲۳ سال ہے۔  
قرآن حکیم نے وحی کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

وحی کے اقسام | (۱) وحی، اشاروں سے بات کرنا۔ یعنی دل میں کسی معنی کا بغیر اواز اور الفاظ کے  
آجائنا، یہ اگر حالت بیداری میں ہے تو کشف ہے۔ اگر خواب میں ہے تو روایا  
ہے۔ (۲) خدا کا پردے کے پیچے سے بات کرنا۔ یعنی متكلم نظر نہیں آتا، مجر غیب سے آواز آتی ہے۔ الفاظ  
سنائی دیتے ہیں، اس کو الہام کہ لیجھے۔ (۳) فرشتہ کے ذریعہ۔ بات کرنا، یعنی فرشتہ خدا کا پیغام لے کر سامنے  
نظر آتا ہے اور اس کے منس سے الفاظ ادا ہوتے ہیں جن کو سن کرنے محفوظ کر لیتی ہے۔ قرآن پاک کا نزول  
اسی طریقہ سے ہوا ہے۔ وحی کے تین اقسام خود قرآن پاک نے بیان فرمائے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید نے ان تینوں  
قسم کی وحی کا علیحدہ علیحدہ و نام نہیں لکھا ہے۔ ان اقسام کا ذکر سوہنہ سورتی کی اس آیت میں ہے:-  
ماَمَانَ لِبَشِّرَانَ يَطِّعِمُهُ اللَّهُ وَإِلَّا | کسی بشر میں یہ تاقت نہیں کا لاثر تعالیٰ

وَحْيًا أَهُمْ وَرَأَ عِجَابًا  
يُرِسَّلَ رَسُولًا فَيُوحِي بِاِذْنِه  
مَا يَشَاءُو۔ (سُورہ شوری)

اس سے بات کرے ملکیں دھی کے دعیہ  
یا پوچھ کی اڑتے یا فرشتہ کو سمجھے جو اس  
کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے لبٹ کو پہنچا دے۔

\* انبیاء کرام کی دھی کی تین صورتیں ہیں :-

۱۔ کلام قدریہ کو فشننا جیسے نص قرآن مولیٰ علیہ السلام نے سُنا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
صحیح آثار کے ساتھ۔

۲۔ دھی رسالت یعنی فرشتہ کی وساطت سے کلام کرنا۔

۳۔ تلقی قلب جس کو حضور علیہ السلام نے بیوں بیان فرمایا:-

ان رُوح القدس نعمتِ روی | رُوح القدس نے میرے لیں ڈالا۔

امام سیفی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دھی کی سات صورتیں بیان  
دھی کی سات صورتیں | کی ہیں جو سب کی سب احادیث سے متخرج ہیں۔

۱۔ رویائے صادق، سچے نواب دکھننا۔ ۲۔ صاحبِ الامر بگھریاں کی طرح آواز آنا۔

۳۔ الظافی القلب، دل میں بھیجنکنایا دل میں ڈالنا۔ ۴۔ بخشش فرشتہ کا کسی شکل میں مشکل ہو کر آنا  
جبکہ اکابر حدیث میں آیا ہے کہ جبریل حضرت دھیر کلی سچائی کی شکل میں بانداز ہوتے تھے۔

۵۔ فرشتہ کا اپنی اصل صورت میں نہوار ہونا۔ ۶۔ وہ طریقہ کالم جو حضور علیہ السلام کو شب  
مراجع میں پیش آیا اور اس شبِ اللہ نے آپ پر رُحی فرانی اور بلاؤ سے مطلع کالم جسیسا کہ ترمذی  
کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

آنفی رَبِّنِي أَهُنْ صُورَةً فَقَالَ | میرے بے بہترین صورت میں تھلی فرائی

فِيهِ مِنْ تَصْمِيمِ الْمَلَائِكَةِ عَلَى رِجَارِي | اور کمالِ عالِیٰ رجاری

مِنْ جَعْدِ دَكْرَتِي ہیں

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جو حضور اکرم پندرہ سال تک میں مقیم ہے اور آپ کو نہ سمجھ سکتے  
متوائز غیب سے اوازیں آتی رہیں اور آپ روشنی دیکھتے رہے لیکن کوئی صورتِ نظر نہیں، آتی ہیں

اور آخر سال اپ پر وحی نازل ہوئی (مسلم)

۷۔ وحی اسرافیل: مسند احمد میں صحیح حدیث ہے جو حضرت شجی کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم علیہ السلام کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوتی۔ اس وقت وحی نازل ہونا شروع ہوئی راتباد میں تین سال تک حضرت اسرافیل (قرآن کے علاوہ) وحی لاتے رہے) دس سال کم ہیں اور دس سال مدینہ میں اور حضور علیہ السلام کا وصال ۶۲ برس کی عمر میں ہگوا۔ (عینی جلد ام)<sup>۲۲</sup>

**وحی متلو وغیر متلو** | اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَنْ دُوْحَ الْقُمُّ مِنْ نَفْثَتِ رَوْعِيٍّ  
كَمِّيْسٍ يَصْنَعُهُ مَجْوُلٌ بَحْبَيْهِ  
لَقْنَثٌ مِّنْ بَرْيَةٍ يَلْبَقُهُ كَمِّيْسٍ  
هُبَّتْ سَمِّيَ حَدْثِيْرُونَ مِنْ بَرْيَةٍ زَنْجٍ  
هُبَّتْ رَلَشَقَانِيَّ نَجْجَهُ حَلَّكَرْ دَرِيَا يَا اللَّهَ تَعَالَى نَجْجَهُ سَمِّيَ  
نَجْجَهُ سَمِّيَ وَحْيَيْهِ كَمِّيْسٍ كَمِّيْسٍ كَمِّيْسٍ كَمِّيْسٍ كَمِّيْسٍ كَمِّيْسٍ  
نَجْجَهُ سَمِّيَ فَقْدَانِيَّ وَحْيَيْهِ دَوْقَسِيْرَ كَرْدِيْنِ - وَحْيَيْهِ مَتْلَوُ - يَجْنِيْنَ سَمِّيَ تَلَادِنِيَّ كَيْ جَاتِي  
بَيْسِيَ قَرَآنَ كَرِيْمَ - اَسَمِّيَ حَصْنُو سِيْتَ يَهِيَّهِ كَرَاسِيْنَ كَبَاهَا اَكِيْكَ اَكِيْكَ اَكِيْكَ  
كَهْنَلَادِ رَحْنِيَ دَرَنَوْنَ خَلَاكَلَامَ مِنْ - وَحْيَيْهِ مَتْلَوُ - جَوْتَلَادِتَ نَهِيْنَ كَبَاتِيَ اَوْ قَرَآنَ كَرِيْمَ  
كَهْنَلَادِ رَحْنِيَ دَرَنَوْنَ خَلَاكَلَامَ مِنْ - وَحْيَيْهِ مَتْلَوُ - جَوْتَلَادِتَ نَهِيْنَ كَبَاتِيَ اَوْ قَرَآنَ كَرِيْمَ  
کَهْنَلَادِ رَحْنِيَ دَرَنَوْنَ خَلَاكَلَامَ مِنْ - وَحْيَيْهِ مَتْلَوُ - جَوْتَلَادِتَ نَهِيْنَ كَبَاتِيَ اَوْ قَرَآنَ كَرِيْمَ  
تَوَاتِرَسَ بَسِيْتَ كَمِّرَوْيِيَ بَيْسِيَ - وَحْيَيْهِ مَتْلَوُ - لَيْسِيَ حَدِيثٍ - بَيْلَفَاظَ كَلَامَ نَهِيْنَ بَيْلَفَاظَ كَلَامَ نَهِيْنَ بَيْلَفَاظَ كَلَامَ نَهِيْنَ  
مَفْهُومَ كَلَامَ نَهِيْنَ بَيْلَفَاظَ سَمِّيَ اللَّهَ تَعَالَى اَرْشَادَهِ - بَيْلَفَاظَ حَفْنُو رَأْكَرْ مَصْلِي اللَّهَ عَلِيْهِ وَسَلَمَ مَنْشَأَتَيْ اَيْزِدِيَ كَتَرْ جَهَانَ  
مِنْ اَوْ رَآپَ کَ زِبَانَ اَقْرَسَ سَمِّيَ دَهْبِی کَچُورَ خَارِجَ ہُوتَا ہے جو وحی الہی ہوتی ہے۔

**بُوقْرَتْ وَحْيَيْهِ مَتْلَوُ وَغَيْرِ مَتْلَوُ** | کی کیفیت

بُوقْرَتْ وَحْيَيْهِ مَتْلَوُ وَغَيْرِ مَتْلَوُ کی کیفیت ہوتی تھی خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ صدر الجرس والی وحی مجھ پر بست زیادہ سخت ہوتی تھی۔ حضرت عالیہ سریلیقی رسمی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو اس کی شدت سے جاڑوں میں آپ کی پیشیانی اقترس سے بویوں کی طرح پسینے کے قدر سے پیچنے لگتے۔ رنجاری واغفہ انکے

صحابہؓ کرامؓ کا بیان ہے کہ اس سالت میں سبم مبارک، بست، بخاری ہوئا۔ اگر آپ کسی عماری

پر بہوتے تو وہ ملیچہ جاتی (مسنواحمد بن حبیل)

- حضرت زید بن ثابت کنتے ہیں۔ ایک غرہ آپ پر وحی آئی اور میرا پاؤں زانوئے مبارک کے نیچے دبا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا پاؤں بوجھ سے پس جائے گا۔ (بخاری)
- یعلیٰ بن امیر کنتے ہیں کہ وحی کی حالت میں آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا۔ (بخاری)
- عبادہ بن صامت کنتے ہیں کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ضطرب ہوتے، چہرہ کا رنگ بد جاتا، آپ سر اقدس چھکا لیتے۔ صحابہؓ ہمیں اپنے سر پیچے کرتے۔ وحی کے بعد آپ سر اور اٹھایتے۔ (صحیح مسلم باب عرق النبی)

## وحی کی ابتداء و یا اے صالحہ سے ہوئی

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنتی میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وحی کا آغاز پے خوابوں سے ہوا آپ جو خواب ہمیں دیکھتے وہ پسیہہ سحرک طرح رسچا ہو کر نوار ہوتا۔ پھر آپ کو نکلیے پسندیدہ کیا گیا اور آپ غارِ حرام میں خلوت گزینی فرمانے لگے اور وہاں متعدد راتیں عبور فرانتے بغیر اس کے کابل و عیال کی طرف جائیں، اور آپ اپنے ہمراہ تو شرے جاتے جب وہ ختم ہوتا تو آپ حضرت خدیجہ کے پاس آتے اور مزید تو شرے آتے یہاں تک کہ خن آپ کے سامنے آگیا اور آپ غارِ حرام میں بھتے۔

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَنْهَا قَاتَلَ أَقْلَمَ مَأْبُدَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحةُ فِي النَّوْرِ فَكَانَ لَآيَةً لِرُؤْيَا الْأَجَاءَتِ مِثْلَ فَقَرْبَانِ الْقَنْبَرِ ثُمَّ مُحِبَّ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَ كَانَ يَخْلُونَ إِلَيْهِ حَرَاءً فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَ هُوَ التَّعَبُ الدَّيْنِيَّ ذَوَاتُ الْعَدْوَيْ قَبْلَ أَنْ يَتَبَرَّعَ إِلَيْهِ أَهْلِهِ وَ يَتَبَرَّعَ إِلَيْهِ تَقْرِيَّرَحْمَهُ إِلَيْهِ حَدِيدَيْهِ فَيَتَرَزَّ وَ دَمِيَّلَهُ حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَ هُوَ فِي حَارِّ حَرَاءِ۔

(بخاری)  
اگری وال کیجاۓ کہ حضرت عائشہؓ حسنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاہدہ حرا کے موقع پر موجود

ہی نہ متعین، پھر وہ نزولِ وحی کے واقعہ کو کیسے بیان فرمائی ہیں؟ — جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے حضور علیہ السلام سے سُن کر ہی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ جس پر حدیث کے الفاظ قال فَأَخْلَقَ فِي فَعْطَشَنِي وَاللَّهُمَّ مَا لِيْدُكُنْيَ بِهِ الْحُجَّةَ حضرت عالیٰ اللہ صدیقہ کے اپنے الفاظ میں جن سے نبوی کلام کی حکایت فرمائی ہے۔ لہذا حدیث نہ ارسل نہیں بلکہ مسند ہے۔

• من الوحی بتقدیر مصافت لیعنی من اقسام الوحی کیونکہ من برائے تبعیض ہے، اور اس کے مدخل کے لیے ذمی العاص ہونا ضروری ہے۔ نبوی خواب چونکہ وحی ہوتے ہیں اس لیے ان کو اقسام وحی میں شمار کرنا درست ہے۔

رویائے صاحبہ و صادقہ کا فرق [شیطانی عمل دخل سے پاک ہو۔ یا جوانبی نقیبہ خود ہو۔ علام رشطلانی نے فرمایا کہ صاحبہ اور صادقہ انبیاء کرام کے حق میں شفڑاً خرت متناوی ہیں، مگر دنیوی لحاظ سے ان میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ انہیاً کرام کے رویا و نبوی اعتبار سے صادقہ تو سمجھی ہوتے ہیں لیکن سب کے سب کا صاحبہ ہونا ضروری نہیں۔ جیسے یومِ احمد کا رویا کہ دنیوی شبیث سے صاحبہ نہ رہتا۔ اگرچہ صادقہ ضرور رہتا۔ لہذا ان میں عموماً خصوص مطلق کی نسبت ہوئی۔ صاحبہ خاص اور صادقہ عام ہے۔

• فی المدار۔ رویائیں کے ساتھ خاص ہے۔ رویت آنکھ کے ساتھ اور رسمی دل کے ساتھ۔ لہذا بیان فی المدار کے الفاظ بغرض مزبدہ تو ضمیح کے لیے ہیں یاد فرع و ہم تجویز کے لیے، اس سے کہ سمجھی وئیت عینی پر یعنی رویا کا اطلاق مجاز ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم کی اس آیت میں ماجعلنا الرُّؤيا إلَى الْحُجَّةِ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے آنکھ کا دیکھنا مراد ہے جو حضور علیہ السلام کو شیب اسرار دکھایا گیا (عائفاً)

رویائے اقسام و رکون سماوی بابت کا جزو ہے [۴۲، حرف۔ پھر رویائے باطل سات قسم پر ہے:-

۱۔ حدیث نفس؛ وہ باتیں جو آدمی اپنے نفس سے کہتا رہتا ہے۔ خواہ وہ کسی چیز کے منفرد ہوں یا کسی چیز کی آرزو ہیں۔ اسی کو عربی میں افسناشت اور نارسی میں پیش ان خواب کہتے ہیں۔

۲۔ تحذیل شیطان؛ جس کے متعلق حدیث میں آیہ ہے کہ اگر سیداً ہو کر آدمی با میں جا نب

تین فریب تھوک دے مفت رسان نہیں ہوتے۔

۳۔ حملہ۔ یعنی نواب میں جماع کرتے ہوئے اپنے کو دیکھنا جو موجب غسل ہوتا ہے اور اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

۴۔ ساحر۔ جو کسی جن یا انسان کے حکم کی وجہ سے نظر آتا ہے۔

۵۔ شید طافی۔ وہ خواب جو شیطان دکھاتے۔

۶۔ خلطی۔ جو اخلاق ارادت میں سے کسی ایک کے خالب ہونے سے نظر آتا ہے۔ مثلاً سوداء کے غلبہ سے قبریں، سیاہی، صفا کے غلبہ سے آگ، چراغ، خون وغیرہ، بلمغم کے غلبہ سے پسیدری، پانی، موجیں وغیرہ، دم کے غلبہ سے شریبات، پیول، آلات، مر امیر وغیرہ دکھائی دیتے ہیں۔

۷۔ جھی۔ جو ایسے زانہ میں نظر آئے، جس میں دیکھنے والا موجود تھا اور اس کو میں سال کا عذر گز گیا ہو۔

رویائے حقد پاٹھ قسم پر ہے:-

۱۔ شاهدی۔ وہ خوب سب کی محنت پر شاہد ہو جو شر کے خیار دخیر کے شر ہونے پر دلات کرے جیسے کوئی دیکھ کر مسجد یا مٹپورہ بجا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جیانی کی باقی اور بُرے افعال سے توبہ کرے گا۔ یا کسی نے دیکھا کہ حام میں قرآن پڑھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوں گے کسی بُرے کام میں مشورہ ہو گا۔ اور اس پر شاہد یہ ہے حام متخلص کی جگہ ہے جماں فرشتے داخل نہیں ہوتے اور سجدہ میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔

۲۔ مرہوزہ؛ وہ خواب جس میں تعبیر کی طرف اشارہ ہو۔ جیسے کسی نے فرشتہ کو دیکھا کر وہ کہتا ہے کہ تیری یا یوں تیر سے فلاں روست کے ذریعہ تجد کو نہ سرپلانا پا جائی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ یہ روست اس کی بیوی سے زنا میں مبتلا ہو گا۔ اس نواب میں تعبیر کی طرف اشارہ یوں ہے کہ بیسے زہر پر شید و طور پر کھلایا بتا تھا۔ اسکی طرح زنا علی مخفی طور پر کیا جاتا ہے۔

۳۔ ملکی۔ وہ خواب جو ملک ب روایے کے توسیط سے ہو۔ جس کا نام صدیقوں ہے۔ جس طرح آنکتا ہے کہ روشنی میں اشیاء از نظر آتی ہیں۔ اسی طرح صدیقوں نور الہی کی روشنی میں اشیاء

کی معرفت کرتے ہیں۔ دنیوی و اخروی خیر دشمن کی تلقین کرنے میں بگذشتہ یا آندرہ عمل خیر کی بشارت دیتے ہیں۔ بگذشتہ مھصیت یا آئندہ مھصیت پر ڈرتے ہیں۔ اگر ڈراونا خواب دکھائیں تو اسی وقت بوجاتا ہے تاکہ دیکھنے والا مفہوم نہ رہے۔ اور اگر مسُر درکم خواب دکھائیں تو چند دنوں کے بعد نہایہ نہیں ہوتا تاکہ اس وقت تک دل مسُر در رہے۔

#### ۴۔ صالحہ حوالہ عز وجل کی طرف سے بشارت ہوتا ہے۔

۵۔ صادقہ ظاہر۔ وہ خواب جس کی تبیہر نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ خود اپنی تعبیر ہوتا ہے۔ جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کارو بیا جس کو قرآن نے بیان کیا۔ یا اپنی اپنی آری فی المَنَاءِ۔ یا حضور علیہ السلام کا وہ روایا جو سورہ فتح میں مذکور ہے جس کو یوں بیان فرمایا گیا۔ لفظ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولُهُ الرُّوْيْدُ بِإِيمَانِ الْحَقِيقَ الْحَقِيقَ۔ یہی روایا یعنی صادقہ ظاہرہ بتوت کے ۳۶ اجزاء میں سے ایک جزو ہے اور یہ روایات انبیاء و کرام کے ساتھی خاص نہیں ہے، بلکہ عام انسانوں کو بھی لفڑا جاتا ہے۔

**روایاتِ صالحہ بتوت کا ایک حصہ ہے بغیر نبی** اس پرسب کا اتفاق ہے کہ پاکیزہ خواب کے خواہ کا حکم اور اسلامی شرعی حدیثت کا بیان میں بتوت کا جزو ہیں۔ اور اس اتفاق کے خواہ کا حکم اور اسلامی شرعی حدیثت کا بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض خواب کی ہدایت پر ہی ذیکر فرزند کا اہتمام فرمایا تھا۔ اور اللہ عز وجل نے ان کے اس اقدام کو غلط نہیں ٹھہرایا، بلکہ اس کی مدح فرمائی۔ اس سے واضح ہوا کہ خواب جزو بتوت نہ ہوتا تو ز حضرت ابراہیم علیہ السلام ذیکر فرزند کا قصد فرماسکتے تھے اور نہ اللہ کی طرف سے اس کی تجویں ہو سکتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اپنی آری فی المَنَام۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھ کو ذکر کر رہا ہوں۔ اس حضرت انتیل نے جواب دیا۔ افعُل مَا تُؤْمِنُ مَرْجُواً پ کو حکم ملا ہے اس کو کر دیا یہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جواب بھی اس کی تصریح کر رہا ہے کہ وہ خود بھی خواب کو حکم رہانی سمجھتے تھے۔ درست اگر نہ اپنے والد کی اعلیٰ اعut مقصود ہوتی تو ان کا جواب یہ ہنا جائیے تھا۔ افْعُل مَ تَرَى۔ کچھ جو آپہ مناسب سمجھیں۔ لیکن انھوں نے یہ جواب نہیں دیا جس سے واضح ہوا کہ نبی کا خواب بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے جاگتے ہیں، کوئی حکم ملا ہو۔

خوب یاد رکھئے کہ روایاتے صالح اگرچہ نبوت کا جزو ہیں۔ لیکن غیر نبی کے دویائے صالح دین میں جوت نہیں ہوتے۔ اور زادس سے کوئی شرعی حکم اخذ کیا جاسکتا ہے۔ نبوت کے بہت اجزا ہیں جو صالح اُنتیوں میں پائے جلتے ہیں۔ مگر ان اجزا کا پایا جانا اور اُدمی کو نبی نہیں بناتا۔ نبوت ایک وحی چیز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی خاص عطا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ نبی میں حسن اخلاق اور متعدد و ملکات کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ حسن اخلاق اور ملکات جس میں پائے جائیں وہ لازماً نبی ہو جائے۔ علیاً از میہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف اور اُری سے قبل تو کسی نبی کے سجوت ہونے کا مکان تھا۔ مگر حضور علیہ السلام کی ذات پر توانہ عز وجل نے نبوت کو ختم کر دیا۔ آپ کے بعد تو کسی نبی کے پیدا ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ پھر جب حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو غیر نبی کے دویائے صالح دین یا شرکیت بھی نہیں بن سکتے۔

**الروایاء الصالحة**۔ یعنی وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا، دیسے روایاء صالح سے عجی قبول کچھ اور حضور علیہ السلام کو متفق آئے تھے۔ شمار و شنی کا نظر آنا، جوہر و جمر کا بزیان، ضیع سلام کرنا، درخستوں کا سچہنہ۔ یہ بادیات وحی تھے۔ یعنی یہ سب چیزیں وحی بواسطہ ملک کے لیے تھیں تھیں۔ اس کے بعد اسٹشیہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو خوب حضور علیہ السلام کو دکھانے جلتے تھے۔ ان کا تنبیہ عمل دنیا میں وہی ظاہر ہلکی قسم تھی۔

**فلائق الصلاح**۔ فلان کے معنی صحیح کی رشتنی کے میں ادنفلق کی اضافت صحیح کی طرف بیانیہ ہے۔ اسٹشیہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو خوب حضور علیہ السلام کو دکھانے جلتے تھے۔ ان کا تنبیہ عمل دنیا میں وہی ظاہر ہوتا تھا جو آپ کو خواب میں صاف و صریح طور پر دکھایا جاتا تھا۔

**نَمَّةُ حُسْنِيَّةِ الْمُحَلَّاءِ**۔ خوابوں کے نظر آنے سے حضور علیہ السلام کی طبیعت میں وخت کا اور زیادہ خلیفہ ہوا۔ اور آپ کا میلان خلوت و مکیسوئی کی طرف ہو گیا۔ اور آپ اکثر دشیش نار جراہ کی خلوت میں رہنے لگے (۲۲)۔ یخوت زیر بھٹ چونکہ وحی کی شروعات ہو جانے کے بعد قوش پذیر ہوئی جس پر فقط تم دلات کرتا ہے جس سے واضح ہوا کہ ان کا اختیار فرماتا بھی بھکر لئی تھا۔

**بخارِ حَدَاءَ**۔ حرامکر سے منی جاتے ہوئے تین میل کے فاصلہ پر بالیں ہاتھ ایک پہاڑ ہے۔ تین چنانیں کچھ اس طرف مل گئی ہیں کہ قدر تاجرہ بن گیا۔ محقر اتنا کرد وادی اس میں تیگی سے

سے ناز پڑھو سکتے ہیں۔ داخلہ کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ بھی سیدھا نہیں ہے۔ بلکہ سکر کر جانا پڑتا ہے۔ خود نشینی دیک سوئی کے لیے یا ایک بہترین جگہ تھی جس میں خلوت نشینی کی محبت اپکے قلب مبارک میں ڈالی گئی۔

فیتحنث۔ حنث باب تفعل سے ہوتا اس میں سلب ذہنی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے تالمذگناہ سے دُور ہونا تو تحنث کے معنے ہوئے خلاف شان کام سے اچناب دوسری۔ اور شایاں شان کام میں انہاک مستحدی۔ ابن شہاب زہری نے تحنث کی تفسیر تعبد سے کہی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ غارِ حرام حسن علیہ السلام کی عبادت فرماتے تھے ہے اس کے متکمل فلسفی و تینی فضیلے کی تو کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ واقعات کا تعین خالی قیاسات سے نہیں ہو سکتا۔ تاہم شاھین نے متعدد احتمالات نکالے ہیں جن میں سے چند ہیں۔

اس معرفت کا طریقہ حسن علیہ السلام کو اپنے نورِ معرفت سے ہوا۔ بذریعہ المام اس کا طریقہ بتایا گیا۔

یا رویتِ صالح میں طریقہ عبادت بتایا گیا۔ عینی جلد اصلہ

یتزو د۔ تزو کے معنی تو شرک ہے جس سے معلوم ہوا کہ اپنے ساتھ تو شریعتی سامان نہ زور رکھنا تو کل کے خلاف نہیں ہے۔ حتیٰ جائید الحق۔ یعنی غارِ حرام میں خلوت نشینی، سلسہ اس وقت تک جاری رہا کہ اپ پر جو گئی۔ پس فرشتہ اپ کے پاس آیا۔

اس نے کہا پڑھو۔ میں نے کہا میں نہیں پڑھتا  
حنث کفرشتنے مجھے پکڑا اور تناہ بایا کرو  
تھک گیا۔ پھر حجور دیا اور کہا پڑھو میں نے  
پھر کہا میں نہیں پڑھتا۔ فرشتہ نے پھر  
دوسرا بار مجھے پکڑا اور تناہ بایا کرو  
تھک گیا۔ پھر مجھے حجور دیا اور کہا پڑھو  
میں نے پھر سی جواب دیا، میں نہیں پڑھتا  
فرشتہ نے تیسرا بار کھپر مجھے دیا اور کہا  
پڑھیے اپنے رہ کے اس سے جو سب کا

مجاءہُ الْمِلِكُ فَقَدَّلَ إِقْرَأً فَقُلْتُ مَا  
أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخْذَنِي فَغَطَّنِي  
حَتَّىٰ بَلَغَ مِنِي الْجَهَدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي  
نَقَالَ إِقْرَأً فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ  
فَأَخْذَنِي فَغَطَّنِي أَشَدَّهُ حَتَّىٰ بَلَغَ  
مِنِي الْجَهَدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ إِقْرَأُ  
فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخْذَنِي  
فَغَطَّنِي أَشَدَّهُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ  
إِقْرَأُ بِإِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ هَذَلِّ

**الإِنْسَانُ مِنْ عَلَيْهِ أَثْرٌ وَرَبُّكَ**  
**الْأَكْرَمُ (بِخَارِي)**

بانے والا ہے جس نے انسان کو رکھتے  
 لو سے پیدا کیا۔ پڑھیے تمہارا رب بڑا ہی  
 کریم ہے — یعنی غارِ حرام میں حضور علیہ السلام پر سب سے سپلی وحی اور ایک پیامبر  
 کی خلیت سے جبریل کی سپلی حاضری۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس  
**غارِ حرام میں جبریل کی آمد** فرشتہ تہرا حضرت جبریل علیہ السلام ہی میں اور قرآن کریم جبریل یہی تکریم  
 نمازیل ہوئے۔ قرآن مجید میں بھی اس کی تصریح کی گئی تزلیل پہ الدُّرُجُ الْأَمْنُ عَلَى قَلْبِكَ۔

\* روایتے صالح اور حرام میں خلوت گرنے کے بعد قسمیتی کیفیت یہ پیدا ہوئی کہ حضرت جبریل میں  
 علیہ الصلوٰۃ والستدیم سامنے آگئے اور انہوں نے سورہ اقراب کی پانچ آیتیں قرئیں۔ یہاں مرضان پر کا  
 دن تھا۔ اس وقت حضور علیہ السلام کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

**غارِ حرام میں جبریل پہلی لشکلِ الشر حاضر ہوئے تھے** اس حدیث سے پیشتر بوسروہ ہے اس میں یہی  
 کی وہ درتوں کا بیان تھا، مانند اور اذرا جرس  
 ۱۷ فرشتہ کا شکل بشر حاضر ہو کر کلام کرنا۔ اور حدیث زیرِ حیث میں چونکہ آمد وحی کی ابتدائی کیفیت  
 کا ذکر ہے تو لامحاء یہ آمد انہیں دو صورتوں میں کسی ایکی کے ساتھ ہوگی اور یہ تو ظاہر ہے کہ وحی  
 مانند جرس نہ تھی ترجیب چلی صورت کا انتقام ثابت ہوا تو دوسری صورت مختلف ہو گئی  
 کہ حضرت جبریل پہلی بشر حاضر ہوئے تھے۔ چنانچہ تین بار اقرار کرنا اور فنظی کے افاظ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔  
**نَقَالَ إِنْرَأْ حَضَرَتُ جَبْرِيلُ إِيمَنْ نَعَضَ كِيْ إِنْدَاعَ پُرَصِيْهِ حَضَرَتُ جَبْرِيلُ إِيمَنْ نَعَضَ تِينَ تِرْتِيْ**  
 اقرار کا اور حضور تے تینیوں باراً نایقادری میں تو نہیں پڑھتا۔ فرمایا۔

\* تین بار اقرار کئے میں اس ہرف اشارہ تھا کہ جس وحی کا آغاز ہوا ہے وہ تین چیزوں پر مشتمل ہوگی  
 توجید، احکام، فقصص۔ — **مَا أَنَا بِقَادِرٍ** حضور علیہ السلام نے جواب فرمایا۔ میں نہیں پڑھتا۔  
 سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے پڑھنے سے انکار کیوں فرمایا؟ تو حق یہے کہ حضرت  
 جبریل ایں کا تین بار اقرار کرنا اور حضور کا ما انا بقادری کے الفاظ سے جواب دینا، الشہری جانے  
 اس میں کیا حکمتیں تھیں۔ اس کے متعلق کوئی فضیلہ کن بات کہنے کی تو نہیں تھیں ہے۔ البتہ ظاہر  
 انکار کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نارِ حرام میں ذکرِ الہی سے لذت اندوزنے تکلب قدس

پر کیفیت کا عالم طاری تھا کہ اچانک جبریل امین نے حاضر ہو کر استدعا کی کہ ٹھہریے، تو ظاہر ہے کہ جب آپ کا قلب مبارک محبوبِ حقیقی کی یاد میں سرشار تھا اور ایک استذاق کی کیفیت طاری تھی تو اسی صورت میں آپ نے دوسری جانب توجہ مبذول فرمائی اور ایک اقتضا دیا۔ حضرت جبریل امین نے تین بار اپنی طرف توجہ کرنے کے لیے معاف بھی فرمایا۔ مگر حضور علیہ السلام کا قلبی اقتضا دیا ہی رہا کہ ذکر حبیب سے لطف اندر ہوتا رسول نما انکل سیدنا جبریل امین نے اسی محبوب کے نام کی برکت سے پڑھنے کی استدعا کی جس کے شابدہ جمال میں حضور مسیح موعودؑ اور سورہ اقراء کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

۰ اقراء بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَۚ اس رب کے نام کی برکت اور مدد سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، ام راغب مفواد میں رب کے معنے بیان کرتے ہیں کہ رب وہ ہے جو کسی حیز کو تدریجیاً اس کے حد تک سک سپنی پا سے۔ وہ حد تک جس کی وہ شے لائق ہے اور جس کی اس میں استعداد ہے۔

۰ خلق کمایا مگر یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کس جہیز کو پیدا کیا؟ تو کام تخلیق کو کمکہ پھر طردینے سے یہ واضح ہوا کہ کائنات موجودات کی ہر شے کا خالق صرف ایک رب ہے۔

گویا رب اور خلق کے لفظ سے اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ گوبلہار اقراء (پڑھیے) جبریل کی زبان سے ادا ہو رہا ہے، مگر یہ تو پسیدا اور واسطہ میں۔ ہمارے حکم کی تعییل میں افراء کہ رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں افراء کہنے والا اور وحی کے پڑھنے کی آپ میں استعداد و مہمت پیدا فرمائے والا بھی آپ کا رب ہی ہے لہذا اس کا نام لے کر پڑھیے خلق الانسان من علن۔ ہاں وہ انسان جس نے انسان کو نجت ہوئے ہوئے پیدا کیا تو اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کا مل محمد منصف علیہ النجۃ والثنا کو اپنے تمذیز لے کر ان کے سینے کو عدم و غرمان سے بھوڑے۔

عہ چنانچہ فتحیں نے لکھا کہ فاماً بقادِیٰ میں مانا یا ہے۔ آتا اس کا اکم ہے اور بقادِیٰ خبر ہے بت زائر ہے جو غنیم کی تائید کے لیے ہے۔ البتر علام عذری کی راستے یہ ہے کہ بیان فاماً استفہا میں ہے جیسے ما نیلک ہمینہ ک یا موسیٰ میر میں اور اس کی تائید روایت ابیالسود افی مخازن بھی کرتی ہے جس میں فاماً بقادِیٰ کی جگہ کیف افراء یا ماذا اقتصر آیا ہے۔ (عینی جلد اصل)

اقراغ و دبک الامکرم۔ بالفعل ٹھیجے اور آپ کیوں نہ پڑھیں گے جبکہ آپ کا رب کریم  
ہی نہیں بلکہ اکرم ہے۔ وہ فیض کے لاتنا ہی خزانوں کی بلا شرکت غیرے، اکٹ سنتی فیض پہنچانا چاہ رہی  
ہے اور حضور اکرم میں فیض قبول کرنے کی پوری استعداد بھی موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ فیض پہنچنے میں  
کوئی کسر رہ جائے۔

الذی علّم بالقلم جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ خدا ہر ہے کہ اگر اللہ عزوجل انسان کو تعلم  
کام لینے کا سلیقہ و شعور نہ عطا فرماتا تو آج علم و عرفان کے یہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مندر قلب انسانی کی  
گھاٹیوں میں ہی کھوئے رہتے یا کینون اللہ عزوجل نے قلم سے کام لینے کا سلیقہ عطا فرمایا۔ اور اس کے ذریعے  
انسان نے علم و معارف کے دریا بہاریے۔

یہیں سے اس امر کی وضاحت بھی ہو گئی کہ گودھی کا نازدیک بذریعہ جبریل یہو اادر زبان جبریل نے  
حضرت پیغمبر علیہ السلام اقرار کیا۔ مگر جبریل حضور علیہ السلام کے استاد پھر ہمیں ہوئے اور ان نادانوں کے  
خیال کی تزوید اسی چیزوں سے چلے نے کہ دی جو حضور علیہ السلام کو جبریل کا شاگرد قرار دیتے ہیں (معاذ  
غور) کیجیے کہ قلم علم کے سامنے کا واسطہ بتتا ہے۔ لیکن کیا کوئی یہ سکتا ہے کہ قلم خود صاحب قلم سے  
فضل ہو گیا۔ جس شخص نے تمام کے ذریعہ علم حاصل کیا وہ شاگرد اور تعلم اس کا استاد ہو گیا؟ نہیں بلکہ عقول  
فہم کا مالک یہ کتنا اور جانتا مانتا ہے کہ استاد قلم نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جو قلم کے ذریعہ کسی دوسرے  
کو علم سکھا رہا ہے۔ پس جبریل کہاں اور کیسے اُستاد اور تربیت کیم ہے جو جبریل کے واسطے  
حضرت علیہ السلام کو علم دے رہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قلم ایک بے جان ارہ ہے جس کی بجائے خود کوئی حیثیت نہیں ہے۔  
اور حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسیم اللہ کے مقدس رسول ہیں، ملک مقرب ہیں، واجب تنظیم ہیں۔  
رسل ملک کمک میں بھی متاز درج رکھتے ہیں۔ لیکن با یہ حضور علیہ السلام کے مقابل ان کی خیتیت عدم و حاکم  
کی ہرگز نہیں ہے۔ اس لیے وہی پہنچانے کے سلسلہ میں انہیں حضور علیہ السلام کا استاد قرار دینا یا کسی رئیسی  
درجہ میں حضور پیغمبرت دینا باطل محفوظ ہے۔

یہاں یہ شبہ وار و نہیں ہو سکتا کہ قرآن حکیم میں علم سکھانے کی نسبت جبریل کی طرف کی گئی ہے  
اور بہت سے غفرنیں نے کہی دیا جس جبریل امین کو ہی مراد لیا ہے۔ جیسے اس آیت میں علمہ شدید

القوى۔ تو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جمال قرآن میں علم سکھانے کی نسبت جبریل امین کی طرف کی گئی ہے۔ وہ مجاز ہے حقیقت نہیں ہے جو حقیقت استاد و علم اللہ عز وجل ہی ہے جبریل امین کی طرف علم سکھانے کی نسبت مجازاً کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اردو کا محاورہ ہے، ”اوہ علم حقیقی بکھیرا ہے“ اس کے علم نے فضاستع بالاخت کے دریا بہاریے۔ — ظاہر ہے کہ اس قول میں حقیقتاً تعریف اس علم کی نہیں جس سے ادمی صنون کھضا ہے، بلکہ تعریف خود اس شخص کے ملکہ تحریر اور حسن بیان کی اکی جاہری ہے جس کے ہاتھ میں علم ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی تواریخ کتھتے ہی ممالک زیر نگنی کریے۔ تو حقیقت میں یہ تعریف لوبھ کے اس نیز دعاوار والے تکڑے کی نہیں ہے جسے تلوار کہتے ہیں۔ بلکہ تساہبِ تلوار کی جنگ بجو یا ناقابلیت اور اس کی شجاعت و سالالت کی تعریف ہوتی ہے ایسی سینکڑوں مثالیں میں جن ہیں جسی مجازی مادہ ہوتے ہیں تو اسی طرح جمال کمیں بھی کتا۔ بوسنت میں حضور علیاً امام کو تعلیم ہے کہ نسبت نہ رہ جبریل کی طرف کی گئی ہے وہ نسبت مجھی مجازی ہے۔ حقیقتی نہیں ہے۔ عالم الامان مالکِ بعلم و مدارک ادمی کو وہ علم سکھایا جو وہ زبان تھا: ”یہ فقرہ مجھی بے شمار لطف و نکار پڑیں ہے۔ مگر سے مناز حقیقت جس کی طرف اس فقرہ میں اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہی مت سمجھنا کہ وہ رہ پکانہ از احتضرت وسائل و ذرائع ہی سے علم سکھاتا ہے اور اس کی قدرت رحماؤالله اسی اسی حد تک محدود ہے۔ نہیں بلکہ وہ تو یہاں تک قادر ہے کہ بلا کسی دادا سلطان و سبیل کے انسان کو وہ کچھ سکھا ہے جو وہ نہیں جانتا۔ — پھر اس میں اس احمد حقیقت کی طرف رہنمائی بھی کی گئی ہے کہ اللہ عز وجل نے نزول وحی کے لیے جبریل امین کو دادا سلطان بنایا ہے تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اللہ عز وجل نے اپنے رسول پر فرست بذریعہ جبریل ہی وحی نازل کی ہے اور بلا دادا سلطان جبریل کچھ نازل نہیں کیا ہے یا حضور علیہ السلام کم جو ہدایات خداوندی پہنچی ہیں وہ نزول بذریعہ جبریل ہی پہنچی ہیں اور جبریل کے سلطان کے بغیر اللہ عز وجل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ہدایت وحی نہیں ہے۔ ابسا کہنا اور سمجھنا بالکل لغو و باطل ہے۔ اس لیے کہ وہ خادر طلاق و تدبیر خدا جبریل کے دسیدر کا تحقیق نہیں ہے اور وہ اس کا پابند ہے کہ وہ وسائل و ذرائع ہی سے اپنے رسولوں پر اپنے احکام نازل فرمائے۔ اس کی شان تو یہ ہے شلد الامان مالکِ بعلم و مدارک اسی کو وہ بلا دادا سلطان و سبیل بھی انسان کو وہ کچھ سمعاتا ہے جو وہ نہیں جانتا۔ چنانچہ علم بالقلم کے بعد علم الامان، اسی کا عدید فرقہ تھا۔ یعنی پہلے قلم کے

ذریعہ علم سکھنے کا مستقل تدریکرنے کے بعد یہ فرماتا کہ سکھا یا ادمی کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا اس کی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نازل شدہ آیات

لے کر والپس گھر تشریف لائے تلب  
مبارک مصطفیٰ تھا۔ فرمایا۔ مجھے کبیل اُڑ باؤ  
مجھے کبیل اُڑ باؤ۔ آپ کو کبیل اُڑ بایاں  
بیان تک کروہ کیفیتِ انتساب  
جاتی رہی۔ پھر حضور علیہ السلام نے  
حضرت خندیجہ، کونسا حررا کا تمام باجرا  
بیان کر کے فرمایا۔ مجھے تو اپنی جان کا  
خطرہ ہو گیتا۔

فَرَجَعَ إِلَهَارَسْدُولُ اللَّهِ مَكَنَّا اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْجُفُ فُؤَادَهُ  
فَدَحَلَ خَدِيرَيْجَهَ بَنْتَ حُوَيَّلَهُ  
فَقَالَ رَمِيلُونَيْ زَمْلُونَيْ فَزَمْلَوَهُ  
حَتَّىٰ ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ  
الْخَدِيرَيْجَهَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرُ  
لَقَدْ حَشِيشَتْ عَلَىٰ نَفْسِي  
(رجباری)

**یَذْجُفُ هَوَادَهُ :** رجفت بابِ نصر نیصر سے لازم و متعددی درنوں آتا ہے۔ اس کے اصل معنے پختہ ہلانے کے ہیں۔ یہاں اس جملہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی کیفیت کو اضافہ حرکت سے ظاہر کیا گیا کہ جب آپ غارِ حراء سے تشریف لائے تو تلب مبارک مصطفیٰ تھا اور حضرت خندیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو چادر اُڑھا دی تو وہ انتظامی کیفیت جاتی رہی۔ جس پر خوشی ذہب عَنْهُ الرَّوْعُ ہما جملہ نصیحت ہے اور جب یہ اسنطalon کیفیت ہے رفع ہو گئی تو اس کے بعد حضور اکرم نے غارِ حراء کی پیشیں آمدہ سرگردانہ شست بیان کر کے فرمایا کہ مجھے تو اپنی بیان کا خطرہ ہوا۔ لقدر خشیت علیٰ نفسی کا ترجیح بعض لوگوں نے حال کا کیا ہے۔ یعنی مجھے اپنی بیان کا خطرہ ہے۔ لیکن جب خشیت اپنی کا سیغہ ہے، قدر بھی بیان موجود ہے اور سیاق دریث باخبرہا الخیر بھی اس پر دال ہے کہ واقعہ اپنی کا ہے تو ترجیہ ہے "کی بجائے ہوا کرنا چاہیے۔" مددوت محاورو ہے کہ بیب اُدمی کو کوئی انتہائی تکلیف وہ چیز سے واسطہ پڑتا ہے تو اس موقع پر وہ کہتا ہے کہ بھائی مجھے تو بیان کا خطرہ ہو گیا ہے۔ اس جملہ سے مقصود صرف واقعہ کی اہمیت اور تکلیف کی شدت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ بلاشبی ایسے ہی غار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی اور انوار در بر کارت صدرست متوار ہناش گئے اور اللہ عز وجل نے اپنی سب سے زیادہ تقلید و

شندید حیز کا بار و شری نبوی پر رکھا تو اس کی سرگزشت سننے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ وحی کی ثقات اور کلامِ الہی کی ہیئت کا یہ عالم تھا کہ ایسا معلوم ہے لگا کہ اب جان چلی چنانچہ وحی کو خود قرآن نے قولِ تقدیل کہا ہے اور یہ تفسیر کی ہے کہ اگر وحی کسی پہاڑ پر اُتار دی جاتی تو وہ جبالِ الہی سے پاش پاش ہو جاتا۔ گریہ تو دلت بُری ہی تھی جس نے توبیٰ الہی پہاڑ کو رینہ رینہ کر دینے والی چیز کی شدت کو برداشت کر لیا۔

الغرض لفظِ خشیت علیِ نفسی کے جملہ سے حضور علیہ السلام نے وحی کی اس تکلیف اور شدت کو بیان فرمایا ہے جو غارہِ امیں آپ کر پہنچی۔ اور جس کے اثرات گھرِ تشریف لانے اور چادر اور رحماء بنی بشک رہے اور جب چادر اور رحماء میں تو وہ اضطرابی کیفیت ختم ہو گئی۔ اور اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غارہِ امیا کا واقعہ سنایا۔ چنانچہ ہب عنبهِ الدوع کا جملہ اس امر کی تفسیر کر رہا ہے کہ خوف در ہو جانے کے بعد آپ نے فقدر سنایا۔ یہ نہیں کتنے ہستے وقت بھی آپ اپنی جان کے خوف میں مبتلا رہتے۔

• اور اگر لفظِ خشیت علیِ نفسی کا تمہر جہالت کیا جائے، یعنی مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے تب بھی اس کا مطلب دعمنیِ بالکل واضح ہے۔ یعنی اس جملہ سے حضور علیہ السلام کا مقصود بارِ نبوت اور سماں کی غلیظہ ذرداریوں کو بیان کرنے ہے اور بالکل ابتدائی مرحلہ میں نبوت کی غلیظہ ذرداریوں کے نجذبے کے متعلق حضور کو عارضی تکروہ جانا اقتداری تھا۔ اس وقت کے حالات کو نہیں میں لایا۔ آپ کو نبی بنایا گی۔ آپ تن تہذیب اور پوری انسانی کاٹا۔ جیسا آپ کی مخاطبی ہے۔ سارے عالم میں جہالت و محیثت کا گھاؤٹ اور یہ چاہیا ہوا ہے۔ رشد و ہدایت کی نام مشتملیں گل ہوں گی یہں اور ایک جماعتگیری کی عالم پر سلطہ ہے۔ سادی دنیا شہرِ جمالت میں سرشار ہے، غنڈک ایک طرف پوری دنیا اور اس کی سیئے جماليں ہیں، اور ایک طرف صفتِ ذات بُری ہے۔ جس کے ذرماں تحریکِ الہی کی ذرداری عائد کی جا رہی ہے۔ جس کا ضعیفہ سے ضعیفہ ذوقِ بھی مخاطبین میں نہیں ہے۔ ان کے جذبات ان کی غنیمتیں اور ان کے صدیوں سے جبے ہمے اعتقاد اس تحریک کے نیکی خلاف ہیں۔ پھر یہ تحریک بھی کسی ایک شہر ایک صوبے یا ملک کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ تمام عالم کو دعوت دیتی ہے۔

نبوت کی یہی غلیظہ ذرداریاں تھیں جن سے آپنے فکر مند ہوتے اور اسی کا انہمار آپ نے

لقد خشیت علیٰ نفسی کے جذب سے فرما کر اب تک تو میں العادق الامین کے لقب سے مشہور ہوں پوری قوم سیری دیا سنت و امانت، غلوص و لمحتیت، درع۔ تقویٰ اور حسن سیرت و صورت کی محنت ہے اور مجود سے بے پنڈت بست کر سکتی ہے۔ لیکن نزولِ روحی کے بعد اس مجھے فرائض نبوت ادا کرنے میں ہیں۔ یہ کمیت داشت اشتراحت کرنی ہے اور ایسا لڑک جو انگریز قوتوں سے ٹکرائی ہے۔ اور پوری دنیا کی مسلح جماليتوں اور مسیدیتوں سے تن تنہا مقابلوں کرنا ہے۔ یہ ہی روزہ روات و حواروں تھے۔ جن کے پیش نظر حضور علیہ السلام نے لقد خشیت علیٰ نفسی فرمایا۔

یہ بالکل ایک سیدھی بات ہے جو بیکی قسم کا الحجہ نہیں ہے۔ بنی کو نبوت کے بالکل ابتدا میں حرام فرائض نبوت کو منجانے کا عارضی فکر ہے جانا شانِ نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ بنکرین سنت کا اس معصوم جملہ کو زنگ دے کر یہ کہنا کہ بخاری سے تو یہی ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کو اپنی نبوت ہی میں شک تھا۔ شاہیت سے ایمان کے ماقوٰ حدیث کے ذکورہ بالا جملہ کی تحریف یعنی کہنا ہے کہ یونکر پوری حدیث میں کوئی لفظ قدر کہ راشارة تک نہیں ہے کہ عاذ اللہ آپ نبوت کے معاملہ میں فرما بھی ریب و شک میں مبتلا تھے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت مل تو حکم پُورا کر تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔  
بے شک اس نے سراخا یا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔

دوноں نے عرض کیا اے ہمارے رب بے شک ہم دوستے ہیں کوہہ ہم پڑا دیں	فالا دَبَّبَ إِنَّا نَخَافُ أَنْ يَقْرَأَ عَلَيْنَا أَذًانَ يَطْغِي (ط)
--	--

کرے، یا شرارۃت سے پشیں آئے۔

دیکھئے! سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کسی خوف ہو رہا ہے۔ خاہر ہے خوف کی قلت یہ نہیں تھی کہ جنہیں کلیم علیہ السلام کو اپنی نبوت میں شک تھا۔ بلکہ یہ خوف فرض نبوت کی ادائیگی کے مسئلہ میں تھا، کہ مجھے فرعون صیہ عظیم قاتم کے مقابلے کے لیے بھیجا بارہ ہے تو میں تنہا فرائض نبوت سے کیونکر عمدہ برآ ہوں گا۔ یہی فکر تھا جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خوف میں مبتلا کر دیا اور انہیں عرض کرنا پڑا کہ الہی میں دُرتا ہوں کہ کمیں فرعون زیادتی نہ کرے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بنی کہانیت کے بالکل ابتدا میں فرائض نبوت کی ادائیگی

اور رسالت کی ذمہ اپنی کو منع نہیں عارضی طور پر زادہ دیر کے لیے باقتضا اپنی تشریف خوف و افسوس اب میں متلا ہو جاتا سنانی شان نبوت نہیں ہے۔

• اسی طرح لفظ خشیت علی نفسی کا مطلب یعنی بھی باطل ہے کہ حضور علیہ السلام کو خوف پیدا ہوا کہ فرشتے کو دیکھنے سے بوجُر عرب کے عاجز رہیں گا۔ اولًا اس لیے کہ اگر اسر وقت پر بہریل اینٹکی شکل میں ہمارے ہوتے تو یہ کہ جا سکتا تھا کہ ملکی تکلیف کے دیکھنے سے رعب طاری ہو گیا اور اس رعب کی وجہ سے یہ خوف ہوا کہ آئندہ ان کو دیکھنے سے عاجز رہیں گے۔ لیکن حضرت جبریل کا اس موقع پر یہکی شکل میں حاضر ہونا ثابت نہیں اور حدیث زیر بحث میں تذکرہ داشرات موجود ہیں۔ کہ وہ انسانی شکل میں ظاہر ہوتے تھے۔ لہذا رہیت ملک سے عاجز رہنے کے خوف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ثانیاً اگر طاری شد و رعب کا سبب حضرت جبریل اینیں کی ذات ہوتی تو یہ رعب شروع ملاقات ہی میں پیدا ہو جاتا۔ مگر اس وقت پیدا نہیں ہوا، بلکہ اس وقت تو حضور علیہ السلام کو اس قدر سکون تھا کہ حضرت جبریل این کے بار بار اقراء عرض کرنے اور معاشر کرنے کے باوجود اپنے نسبت ہی سکون و وقار کے ساتھ مائنابقاری فرماتے رہے۔ اس سے واضح ہوا کہ رعب و افسوس اب کا سبب حضرت جبریل کی ذات نہیں۔ بلکہ کلام الہی کا نزول اور وحی کی شدت و تقالیت ہی نہیں۔

سوماً افرانگی پانچ آیتوں کے نزول کے بعد جبریل کی آمد ملک رہی۔ علماء کا اس پتالن ہے کہ سلسلہ وحی کے رک جانے کے بعد سب سے پہلے سورہ مدتر کی آیتیں نازل ہوئیں جنہوں علیہ اسلام فارج راستہ والیں تشریف لارہے تھے کہ فرشتہ نظر آیا۔

اس کے بعد جبریل این کی پئے در پئے آمد شروع ہو گئی۔ اور حیات مبارک کے آخری لمحات ملک چاری رہی۔ بلکہ آخر عمر شریعت میں وحی کی کثرت ہو گئی تھی۔ رنجاری

سفیان کہتے ہیں کہ انت تقدیل نے جو بھی دسکی نازل فرمائی وہ عربی میں تھی۔ اور انہی عکرام اپنی قوتوں کی زبان میں اس وحی کی ترجیحی کرتے تھے۔ سریانی زبان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ تر میں شقق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالمگیر سے پو شیدہ صفت ادم علیہ السلام کو یہ زبان سکھائی تھی۔ اس لیے اسکو ریانی کہتے ہیں۔

کفزان ملک کی حقیقت | لفظ عالمگیر کا واحد ملاک ہے جو قباعدہ نہ رکن ملک ہو گیا یہ الوکتہ

شُتت ہے جس کے معنی سعیم کے ہیں۔ بلکہ الہی، خالق و مخلوق کے درمیان قاصد ہوتے ہیں۔  
قرآن پاک نے ان کو رسول اور رسول اللہ قاصد ان الہی فرمایا ہے۔

**اللَّهُوَيَصْطَفِي مِنَ الْمُكْتَبِ رَسُولًا**      اللَّهُرَشْتُورِ مِنْ سَائِپِ يَابِرْجَبِ فَرَاتَاهِ

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کارخانہ الیکسی کو چھاٹتے ہیں۔ اسی لیے ان کو دربارت امر کیا گیا ہے۔  
سورہ والنماز عات میں بلکہ کی صفت بین کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سزا یا مطبع ہیں اور اس کے تابع  
فرمان ہیں۔ اور حکم الہی سے کعبی و گردانی نہیں کرتے۔ انبیاء کرام عليهم السلام کی سیرتیں ان کی آمد سے  
معور ہیں۔ اور کتب سماویہ کے نام کے ساتھ ان کا نام ضرور آتا ہے۔ بلکہ کے سرخی اور شمشاد حضرت  
جبریل ہیں جو دو حصے کے لانے پر تصور ہیں۔ اور ویگرا مور کو سراجِ مردیا ان کے فرائض ہیں۔

**لِفَاطِ جَبَرِيلِ**      مقرب کا نام ہے جو خدا اور خاصاً حضرت کے درمیان پیاس بری کی خدمت انجام دیا  
ہے اور جو رسول بلکہ سے ہے کتب عقائد میں لکھا ہے۔

اور رسول بلکر وہ ہیں جو حکام وحی  
انبیاء و بشری کو پہنچاتے ہیں ما وران میں  
جبشیل میں سب سے افضل ہیں جیسا کہ  
ہرانی کی رفع حدیث میں آیا۔

:

رَسُولُ الْمَلَائِكَةِ هُمُ الْمُبَلَّغُونَ  
لَا حُكْمَ الْوَحْيِ إِلَّا نَبِيَّا عَنْ  
الْبَشَرِ أَفْضَلُهُمْ جَبَرِيلُ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ كَمَا أَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ

مرفوغاً (تعیاش)

علام فاضل عیاض علیہ الرحمۃ نے مکہ مکہ :-

تمام ائمۃ المسلمين کا اتفاق ہے کہ جو انبیاء  
کرام کا حکم ہے وہی رسولین بلکہ کا حکم ہے  
اور وہ عصمت و تظییم حرمت میں برپا ہیں  
اوہ مشکل مسلمین بلکہ کو حقوق انبیاء  
حائل ہیں اور جیسے انبیاء کرام اُمور کو  
کام پہنچاتے ہیں ۱۰۰۰ مسلمین

اتفاق ائمۃ المسلمين ان حکم  
المسلمین منه حمایت من الملکۃ  
حکم النبیین سواعی في العصمة  
و تعظیم الحرمۃ ما ذکرنا  
عصمتهم منه و ان لهم  
في حقوق الانبیاء والتبلیغ

الى هم كالابناء صاحب الامر۔  
لائک حضرات انبیا کو احکام المیں پہنچائے

رشفاد مع نسیم را من و شرح علی تاریخ قم (۲۴)

ہیں۔

قرآن حکیم میں جبریل علیہ السلام کو المردح الامین (اما من دار روح) بھی کہا گیا ہے اور روح العبد میں بھی۔ اور قرآن پاک میں جبریل کا نام تین مقام پر آیا ہے۔ آغاز وحی کی کامیں حدیث میں جو مکہ کا لفظ آیا ہے اور جس کو ورقہ ناموس کے لفظ سے موصوم کیا ہے۔ وہ یہی جبریل ہیں۔

۱۔ فَإِنَّنِي نَزَّلْتُهُ قَلْبَكَ بِرَأْذِنِ اللَّهِ

۲۔ نَزَّلْتُهُ رُوحَ الْقَدِيسِ مِنْ رَبِّكَ

جبریل نے آپ کے قلب پر قرآن نازل کیا۔

تم فراہد اس کو روح القدس نے تیرے

رب کی طرف سچائی کے ساتھ آتا رہے۔

علام عدنی نے لکھا ہے کہ جبریل وہ فرشتہ میں جن کے سپرد وحی لانے کی خدمت ہے۔ حضرت جبریل ہی عذاب، زلزلے، ہمدرد غرق وغیرہ امور سر انجام دیتے ہیں: جبریل زبان میں عبد کو کہتے ہیں۔ اور ابیل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جنت جبریل کا نام عبد اللہ ہے اور میکائیل کا نام عبد اللہ ہے۔

حضرت جبریل کا اصلی نام (۱) بعض علماء نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا اصلی نام عبد الجلیل ہے اور ان کی کنیت ابو الفتح ہے۔

(۲) میکائیل کا نام عبد الرزاق اور کنیت ابو الغافل ہے (۳) اسرافیل کا نام عبد الخالق اور کنیت ابو المنافع ہے (۴) عزرا میکائیل کا نام عبد العجیرا اور کنیت ابو عجیب ہے علیم اسلام عینی صفحہ ۲۹) بارگاہ نبوی میں جبریل امین کی حاضری کے لیے وقت متعین رکھتا۔ صبح شام، روز و شب صلح و جنگ ہر حال میں جبریل امین کی حاضری ہوتی رہتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو ان کی اصل شکل میں ورود فرملا حاضر فرمایا۔ جبریل امین انسانی شکل میں حاضری دریتے تھے۔ اور حضرت دحیکیمی جو ایک حسین صحابی تھے ان کی شکل میں اکثر آیا کرتے تھے۔

فترہ الوحی

سَمِعَنَا حَدِيثَهُ بَيْنَ أَنَّا أَمْشَنَی

سَمِعَنَا حَدِيثَهُ بَيْنَ أَنَّا أَمْشَنَی

کرمی (غایر حرا) سے آرہا تھا کہ اسمان  
سے ایک آواز میں نے سُنی۔ میں نے  
نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرش تہ جو غار  
حرا میں آیا تھا، آسمان اور زمین کے  
درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ تو مجھے  
اس سے خونت آیا۔ میں گھر واپس آیا  
اور میں نے کہا مجھے چادر اڑھا دو،  
چادر اڑھا دو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیات  
نازل فرمائیں۔

نیا یہا الحمد تد تھر فانہند ش۔ الح

إذ سِمِّخت صَوْتاً هِنَ السَّمَاءُ أَعْ  
فَرَجَعَتْ بَعْدِهِنَ فِي إِلَادِ الدَّلْكُ  
جَآءَهُ فِي بِحِرَاءِ حِجَالِهِ عَلَى  
كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ أَعْوَالَ الْأَرْضِ  
فَرُعِبَتْ مِثْنَهُ فَرَجَعَتْ فَقُلْتُ  
رَمِلُونِي رَمِلُونِي فَأَنْذَلَ اللَّهُ  
تَعَالَى يَا يَاهَا الْمُدَّثِّرْ قُسْمُرْ  
فَأَنْذِرْ زَوْرَكَ فَكَبَرْ وَفَوَرْ  
شِيَابَكَ فَطَهَرْ وَالرُّجْزَفَاهِجِرْ  
فَعَجَى الْوَحْيُ۔

۱۔ سورہ اقراع کی پانچ آیتوں کے نزول کے بعد وحی آنابند ہو گئی تھی۔ جس کی مدت تینی سال تک  
جائی ہے۔ اس کے بعد بیریل امین حاضر ہوئے تو سب سے پہلے سورہ مدثر کی آیتوں نازل ہوئیں جن  
کا ذکر حدیث زیرِ بحث میں ہے۔ اس کے بعد وحی آنا شروع ہو گئی اور ۲۳ سال کی مدت تک قرآن  
حکیم کا نزول ہوتا رہا۔

۲۔ فتوہ کے معنی سُستی، کروڑی اور گرے کے آنے کے ہیں۔ بادی کے بخار میں دہن  
جن میں بخار میں آتا۔ اسی طرح وہ زمانہ جزو دنیوں کے درمیان ہوتا ہے اس کو فروختے ہیں۔ حضور  
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حجب عالمی طور پر وحی آنابند ہو گئی تو آپ بہت محل رہتے تھے۔ تا انکو کہت  
اللہی پھر متوجہ ہو گئی۔ اور وحی کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ فتوہ وحی کیوں ہوا۔ اس کی اصل حکمت تو اللہ  
تعالیٰ ہی بانتا ہے۔ البتہ بعض شارحین نے یہ کہت بیان کی ہے کہ کچھ عذر کے لیے وحی آنا اُس سے  
بند ہوئی تاکہ پہلی بار جو آپ پروپری کی شدت اور تقاضات کے اثرات مرتب ہوئے تھے۔ وہ دُور  
ہو جائیں اور آپ کا شوق اندیشہ جائے۔

۳۔ حدیث زیرِ بحث میں وحی کے رکھنے کے بعد کچھ وحی کی ابتداء کا ذکر ہے۔ یعنی اس امر کا بیان  
ہے کہ وحی کے رک جانے کے بعد سب سے پہلے سورہ یا ایسا المدثر کی مذکورہ بالا آیات کے نزول سے

وَحْيٌ كُلِّيٌّ ابْتَدَأَ اسْكِنْيَةَ كَمَنْهُوْلِيٌّ كَرْمَحِيٌّ إِلَيْهِ حَضُورِ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ چَادِرَاوَڑَھَنِيٌّ ہُوئَے تھے۔

**تَفَسِيرِ بِرَبِّيَّاتِ سُورَةِ مَدْرَسٍ** | يَا أَيُّهَا الْمُدْشِرُ - تَدْ شَرِيعَتِي دَنَارٌ - اس کپڑے کو کتنے  
ہیں جو گرمی حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔

جیسے چادر، رضائی، اکمل وغیرہ اور شعار اس کپڑے کو کتنے ہیں جو بدن سے ملا ہوا ہو، جیسے  
تہبند، بنیان، پا جامہ وغیرہ۔ نزولی وحی کے وقت چونکہ حضور علیہ السلام چادر اوڑھنے ہوئے  
تھے۔ اس لیے اسی لباس کے ساتھ حضور کو مخاطب کیا گیا۔ جس سے واضح ہوا کہ اللہ عزوجل کو  
اپنے محبوب رسول کی ہر ادا محظوظ ہے جو حق کا استعمال بہاس کے ساتھ سینیت کے لذائی بھی اسی وجہ  
پسند ہے کہ اس کے ساتھ نہ افرماںی کئی۔

اس میں امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ انہیاء کرام کو ان کا نام لے کر نہانہ کی جائے۔ بلکہ  
ادب و احترام، تنظیم و توقیر کے ساتھ عمر زور عظمت اوصاف والقابات سے یاد کیا جائے۔ پھر اس خصوص  
میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجیخ صحتیت ہے کہ دیگر انہیاء کرام کو توبہ العورت جل مجده نے نام  
بنام خطاب کیا۔ یا ادم۔ یا ابراہیم۔ یا موسیٰ۔ یا داؤد۔ یا عیسیٰ کی نہادیں قرآن میں موجود ہیں بلکن  
جب اپنے عجیب مکرم کو نہ افرماںی تو ان کی کمال عظمت و رفتہ کے انہار کے لیے ان کے نام پاک کے نہادوں  
نہادیں کی گئی۔ بلکہ ان کے عبارت اوصاف والقابات کے ساتھی ایلہا النبی، یا ایلہا الر سول  
لطہ۔ لیسین کے افاظ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔

**يَا أَوْمَ اسْتَبْرَأْ بِرَبِّيَّاتِ** | يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ خَطَابُ مُحَمَّدٍ اسْتَ  
قَرَآنَ نَحَّا وَابِ بَارِگَا وَنَبُوتَ کے سلسلہ میں فرمایا۔

**لَا تَجْحَلُوا إِذْ عَاهَ اللَّهُ مُسْؤُلٌ بِنِيكُمْ** | رسول کو اس طرح مت پکارو جیسے  
لَدُّ عَاهٍ لَعْنَكُمْ لَعْنَضًا

**حَضُورُ كَانَ أَلِيكَنْدَرَ كَرْنَامِنْوَعَ هَبَّ** | علام صاوی علیہ الرحمۃ نے تختہ آیا نہیا کیا ایت کے  
سمنی یہیں کہ حضور کو ان کا نام لے کر یا محمد یا ابا الفاظ  
کہ کر نہاد کرنا چاہیے۔ بلکہ تنظیم و توقیر کے ساتھ یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المسلمين، یا رسول رب العالمین

یا خاتم النبیین الفاظ کے ساتھ مذکور کرو۔

<p>اس بait سے حکومت اور بنی کو ایسے الفاظ کے سمانچہ مذا جائز نہیں جس سے تنظیم معمولی ہوتی ہے۔ مذکور یہی جیات میں اور زوال کے بعد۔ لہذا تحریر و تقریر میں جب بھی نام اقدس یا جائے تو تعظیم کے ساتھ یا جائے اور درود و سلام لکھنا چاہئے اور محض نام اقدس اور وہ بھی ایک عام انداز میں اور بغیر درود و سلام کے لکھنا بولنا انتہائی درجہ کی شقاوت و بدصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آدای نبوی کے پاس ولحاظ کی تو فتنہ علی فرائے — بعض علماء نے یہ مختصر کیے ۔</p>	<p>واستفید من الایة لا یجوس نداء النبی لغير ما یقین بالتعظیم لاغی حیاتہ ولابعد وفاتہ</p>
---	--

<p>اے ہماری معرفت اور نبوت کی پوشش زیست نہ فرمائے والے۔</p>	<p>المتلقى بلباس النبوة والمعارف الانسية - (تفسیر ابو السعود)</p>
---	---

• تذکر کے معنی طائر کا اپنے گھونسے کو درست کر لیتا کہ بھی آتے ہیں۔ تو اب یا ایسا المدرسہ  
کے معنی یہ ہوں گے کہ اے کاشاڑ عالم کو درست و حکم بنا نے والے رسول، کاشاڑ عالم حضور کے علوی مراد کے  
 مقابلہ میں ایک آشیانہ کی حیثیت رکھتا ہے جھوٹو کا اس آشیانہ کو درست و حکم بنا دینا اہل عالم کی ضروریہ  
مادی و اخلاقی درود حافی کو مکمل فرمادینا ہے۔ یہ کمیل انداز اور تکمیر و تتمیلِ بانی اور نظمی خلائق از علاقت مادی و  
فلکی کی تذکرہ سے فراتی گئی۔ رجہ در حبس کو دُور فرما کر طهارت نہاہری و باطنی سے اہل عالم کو حضور ہی نے  
سطر بنایا ہے۔

• تذکر کے معنی کو در گھوڑے پر سوار ہوتے کے بھی آتے ہیں جیسے ہستے ہیں تذکرہ فرسہ ای  
و شب علیہ فر کیہ۔ تو اب یا ایسا المدرسہ کے معنی یہ ہوں گے کہ نہایت ہی جوانمردی اور تیزی اور  
احتفاظ کے ساتھ مخصوص بیوت کو ادا کرنے والے رسول۔

چنانچہ تاریخ تذکرے کے حضور علیہ السلام نے نہایت ہی عزم و احتیاط کے ساتھ اور  
انتہائی جوانمردی اور صداقت و امانت اور ویافت کے ساتھ فرائض بیوت کو ادا فرمایا اور قرآن نے  
حضور علیہ السلام کی اس کوشش کے تجھے کا یوں اعلان فرمایا ۔

رأیتَ النَّاسَ يَذْكُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا

**وَرَبِّكَ فَكَبِرْ**

فُقہاء نے اس آیت کو تکبیر تحریر کی فرضیت کے ثبوت میں مپیش کیا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ لفظ تکبیر بھی عین تعظیم استا ہے اور آیت نکروہ میں تکبیر کا صبغہ ارتکبیر عین تعظیم سے باخوذ ہے اور ماورے مطلبًا تعظیم نہیں۔ بلکہ تعظیم سے جو تکبیر تحریر کے ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔ اس تکبیر تحریر ادا ہونے پر اہل فتنہ مستحق ہیں۔ اور اس مراد پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے اور تکبیر تحریر مدنظر اللہ اکبر کو نہیں کہتے بلکہ اس سے مراد وہ ذکر الہی ہے جس کے بعد فعل عکار شروع ہو جاتی ہے۔ تو اللہ اکبر اس کا ایک فرمودا۔ ثابت سے بطریق مذکور تکبیر تحریر یعنی ذکر مذکور کی فرضیت ثابت ہوئی نہ لفظ اللہ اکبر — البته تکبیر تحریر کا اس فرض مخصوص راللہ اکبر کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔ سیدنا امام عظیم حملیہ الرحمہ کا یہی غرض ہے اور یہ وحوب حدیث سے مستفاد ہے۔ لہذا اگر تکبیر تحریر یہی میں لفظ اللہ اکبر نہ کہا، اور اس کی جگہ اللہ اکبر وغیرہ الفاظ کے تعظیم خداوندی پر دلالت کرتے ہیں تو فرضیت ادا ہو گئی۔ کیونکہ معمور تکبیر میں لفظی ہی بھتی جوان الفاظ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ البته وحوب سے بری الزمرہ نہ ہوگا۔ **لہذا تکبیر تحریر میں فرض ہے** اور بھتی جوان الفاظ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تو اللہ اکبر کہنا تکبیر تحریر میں فرض ہے

واجب قرار پایا۔ اور جو نکری امر تکبیر کتاب کا جزو ہونے کی وجہ سے قطعی ہے اور امر قطعی کے ماموریہ کو اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ اس لیے اللہ اکبر کہنا فرض ہوا اور اللہ اکبر کہنے کی فرضیت اجماعاً بھر تحریر اور کہیں نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ حکم تحریر کے لیے ہے، در فرض معمل ہو جائے گی۔ پس یوقت تحریر یہ خاص لفظ اللہ اکبر کہنا فرض ثابت ہوا ——— لیکن اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ امر تکبیر کے مامور ہے اور تکبیر تحریر ہے۔ تو اللہ اکبر کہنے کی طلب سے مراد تکبیر تحریر پر بحال نہ ہوا۔ جو اللہ اکبر کہنے سے عام ہے لہذا اس تقریر سے بھتی جوان تکبیر تحریر کی فرضیت ثابت ہوئی۔

**فَانْدُك:** یہ زکہ جائے کہ اس آیت کے نزول کے وقت نماز فرض ہی رکھتی۔ پھر تکبیر تحریر کی فرضیت

لہ مراتی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحا وی ص ۱۳۸ پر ہے اجمع المسلمين علی ان المراد به تکبیرۃ  
الافتتاح وعلیہ انعقد الاجماع لہ والذکر الذی تتعقبہ الصلة ملأ فصل هر  
تکبیرۃ الافتتاح۔ (بائیع اض ۲۱)

کبیسی ہے کیونکہ مکن ہے کاس وقت حضور نفل ادا فرماتے۔ جس قواں میں تکبیر تحریر کا حکم آگئی افسوسی کہیں، نیز پیشابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض آیات ایسی میں کر جن کا نزول متاخر ہے اور ان کے حکم کا نفاد مقدم ہے۔ جیسے آیت وضو کریں بالا جامع مدنی ہے اور اس کا حکم پیش ہے ہی مکر میں ناز کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اسی طرح آیت جمع کر مدنی ہے۔ حالانکہ نماز جمعرت کے حکم کا نفاد مبرہت سے قائم ہے، جو کہ تھا۔ اور بعض آیات ایسی میں جن کا نزول مقدم اور حکم کا نفاد مرنے سے جیسے سورہ مزمل میں وادوالذکرۃ کریت گئی ہے اور اس کے حکم پر عذر کا مدد نہیں منورہ میں ہوا (القان) اس لیے کہ آیت ربک نکبر کا نزول مقدم ہوا اور حکم پر عذر کا مدد نہیں ہوا۔

**وَثِيَابَ فَطْهَرٌ**<sup>۸</sup> شیاب کی جمع ہے اور طہر، تطہیر سے مشتق ہے۔ ان دونوں لفظوں میں چدار احتمال ہیں۔ اول یہ کہ ثوب اور طہر کے حقیقی معنی مراد ہوں۔ تواب معنی یہ ہوں گے کہ کپڑوں کو نجاست پاک رکھتے۔ امروں نماز یا بیرون نماز؟ آیت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن آیت ربک نکبر میں جب اجھا نا تکبیر کریں گے اور بیسلی آیت کے بعد بلا فصل واقع ہے تو بقرینہ سیاق آیت شیاب فطہر کے معنی یہ ہوں گے کہ بحالت نماز کپڑے پاک صاف رکھ جائیں۔ چنانچہ کپڑوں کا پاک رکھنا اندر و نماز فرض ہے۔ بیرون نماز مستحب ہے — اور بر تقدیر بیرون نماز مراد یہ ہو گی کہ مشکلین اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔ آپ ان کی عادت اختیار نہ کریں تو حکم بیرون نماز کے لیے ہوا۔ لیکن کہ اس وقت تک نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ لہذا یہ امر استخباب کے لیے ہوا۔ یعنی بیرون نماز

لہ واضح رہے کہ میں نماز کے ساتھ وضو کا حکم اس وقت قرآن کی کسی آیت میں نہیں نماز ہوا۔ بلکہ بعد میں مدینہ شریف میں وضو کا حکم آیا۔ اس سے واضح ہوا کہ میں بحربت سے قبل وضو کا حکم اس وحی کے ذریعے نماز ہوا تھا۔ جو حضور پر قرآن کے علاوہ نماز ہوتی تھی ہے اس سے بھی واضح ہوا کہ قرآن احادیث کے نفاد کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ قرآن کے علاوہ حضور پر وحی فرماتا تھا اور حضور اس وحی کے طبق جو قرآن کے علاوہ ہوتی تھی قرآنی احادیث کو نہ فرمادی تھے اور یہ بات حضور کی حیات مقدس کے ساتھ خاصی بھی حضور کے وصال کے بعد قرآن کا کوئی تمثیل نہیں ہوتا۔ کبتوں حضور کے بعد کسی پر وحی کاما ادا کر کسی کو نبوت کو ملنا مکن ہی نہیں ہے۔

کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھنا مستحب ہے۔

دوم یہ کہ ثوب کے حقیقی معنی اور تطہیر کے مجازی معنی مراد ہوں تو اس صورت میں اگر تطہیر معنی

تطہیر لی جائے تو اب معنی یہ ہوں گے کپڑوں میں تقصیر کی جائے یعنی اہل عرب کی طرح اتنے لمبے نہ ہوں کہ زمین سے لگیں۔ کیونکہ پتسلبرین کا طریقہ ہے — اور اگر تطہیر معنی ازالہ نجاست معنوی پر تو اب معنی یہ ہوں گے کہ کپڑوں کو نجاست معنوی سے پاک رکھیے۔ یعنی حلال طریقہ پر حاصل کیے گئے ہوں، مخصوص نہ ہوں۔

سوم یہ کہ ثوب کے معنی مجازی اور تطہیر کے حقیقی معنی مراد ہوں۔ اس احتمال پر تیاب معنی جسد ہو گا۔ تو اب معنی یہ ہوں گے۔ مشترکین بوقت استنجان ظافت کا خیال نہیں کرتے۔ ان کی اس عادت سے احتمال چاہئے۔

چہارم یہ کہ ثوب اور تطہیر دونوں میں مجازی معنی مراد ہوں۔ اس احتمال پر اگر لفظ شباب معنی نفس ہو گا تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے نفس کو اخلاق ذمیہ سے پاک رکھیے۔ ثوب معنی دین بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا (بخاری) پھر آپ نے اس کی تعبیر دین سے فرمائی۔ ثوب معنی عمل و اخلاق اور معنی عورت (بیوی) اور معنی خلق و نیت بھی استعمال ہوتا ہے تو اب معنی یہ ہوں گے۔

اپنے اخلاق اچھے رکھیے۔ اپنے عمل کو درست رکھیے۔ اپنے دین کو پاک رکھیے۔ اپنی بیویوں کو نذر لیع و عظول و صیحت و تاویب پاک رکھیے۔ اپنے قلب اور اپنی نیت کو پاک رکھیے۔

لہ و اصحاب ہو کہ تطہیر کا معنی تقصیر مجاز ہونا ظاہر ہے لہ اور تطہیر معنی ازالہ نجاست معنوی میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ نجاست حسی رجیسے پا خانہ پیشیاب وغیرہ اور نجاست معنوی جیسے زتا چوری، انتساب خوری کنہ وغیرہ میں تطہیر حقيقة ہے۔ دوم یہ کہ تطہیر نجاست حسی کے ازالہ معنی حقيقة اور نجاست معنوی کے ازالہ میں مجاز ہے احتمال دو میں کی دوسری صورت اسی قول پر ہے فاهم ہے اہل عرب لفظ شباب معنی جدا استعمال کرتے ہیں۔ عرب کا شہزادہ شاعر عنترة کہتا ہے فشکلکت بالرمح الا صمد شیابہ۔ ای طعن جسد کا بالرمح الا صمد۔ اہل عرب ایسے شخص کو جو بُرے طلاق میتھتے نہ ہو طاہر الشیابہ کہتے ہیں نیز جیبیت العمل اُدمی کو خبیث اثیاب کہا جاتا ہے۔

• امام سہیادی نے فرمایا کہ معنی یہ ہے قطہر دثار النبوة یعنی پوشاک بتوت کو ایسی چیزوں سے پاک رکھیجے جو اس کے مناسب نہیں۔ جیسے کہنے، بعض، حسد و غیزوں

واضح ہو کر ان سب اخالوں میں احتمال اول بہ جال راجح ترین ہے۔ کیونکہ اس صورت میں لفظ شیاب اور لفظ لطیہ اور امر تنبیوں اپنے حقیقی معنی پر رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی اخالوں میں بلا ضرورت حقیقت سے عدول لازم آتا ہے۔ اسی لیے فتحتے اخان نے ایت مذکورہ میں حقیقی معنی اختیار کیے ہیں اور بحالت نماز طهارت توب کی فضیلت کا اثبات اسی ایت سے فرمایا ہے

**والرجز فاہجر** رجز کے چند معنی ہیں۔ اصنام، عبادات اصنام، معصیت، ترک، پلیدری، عذاب، شیطان۔۔۔ بیہاں ایک شیر پر پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اخلاقی

عالیہ و صفات حسن سے خلقتاً موصوف ہوتے ہیں اور اخلاقی رذیل و ذمیم، عمدکشی، ذکر، ریا و غیرہ سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ اسی طرح رجز کے پانچوں معنی سے بھی انبیاء کرام کا پاک و صاف ہونا بدیکی امر ہے اور مذکورہ بالا اخالوں کی بنابر و شیابدک ذمیم کا ترجیح یہ ہو گا کہ اپنے اخلاق اچھے رکھیے۔ عمل کو درست رکھیے۔ دین کو پاک رکھیے۔۔۔ تو کیا اس حکم کے نزول سے قبل آپ کے اخلاق اچھے نہ تھے؟ یا عمل درست نہ تھا؟ اسی رجز کے معنی اگر عبادات اصنام کے کیے جائیں تو ترجیح ہو گا۔ ”تو ہوں کی عبادات ترک کر دیجئے“ معصیت کے لیے جائیں تو ترجیح ہو گا۔ ”معصیت ترک کر دیجئے“ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ رحم و قت حسن و علیہ السلام کو ترک کا حکم دیا گیا ہے اس وقت آپ عبادات اصنام کرتے تھے، یا معصیت کے ساتھ متصف تھے۔ غرضیک رجز کے جو بھی مخفی یا جائیں اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپ اس مخفی کے ساتھ متصف ہوں، حالانکہ محال ہے جواب یہ ہے کہ دونوں آئیوں میں تمام معانی مراد ہو سکتے ہیں اور کوئی محدود لازم نہیں آتا۔ اس لیے درزوں جگہ فطہر و فاہجر کا امرِ مذاہمت کے لیے ہے۔ مذاہتیاب فطہر کے معنی قرار پائیں گے کہ اخلاق حسن کے ساتھ تو آپ پسے ہی متصف ہیں۔ بلکہ اخلاق حسن کے اختیار کرنے پر مذہمت فرمائیے۔ اسی طرح والرجز فاہجر کے معنی یہ ہوں گے۔ اصنام کی عبادات اور معصیت، از کتاب تو آپ سے مکن اسی نہیں ہے بلکہ عبادات اصنام و غیرہ کے ترک پر مشتملیکِ امرِ مذاہمت رکھیجئے۔ جیسی جیسے اب تک آپ ان سے علیحدہ رہے ہیں آئندہ بھی علیحدہ رہیں اور اس کی مثالیں قرآن میں

اور بھی ہیں۔ مثلًا یا ایها النبی انت اللہ۔ لے اللہ کے بنی اللہ سے ڈریے" ولا نفع الكافرین کافروں کی اطاعت رکھیجئے۔ یا جیسے حضرت مولیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمان۔ لا تتبع سبیل المفسدین مفسدوں کا راستہ اختیار نہ کیجئے تو ان سب آئیوں میں امر ہادوت کے لیے ہے بطلب یہ ہے کہ اللہ سے نواپ ڈرتے ہیں، آئندہ بھی ڈرتے رہیے۔ مفسدوں کے راستہ کو اختیار کرنا تو اپ کے لیے مکن ہی نہیں ہے۔ آئندہ بھی اس راستہ کو اختیار نہ کیجئے ہے۔

---

## مسائل نماز

اس کتاب میں دخن، غسل، اداان، اقامات، حجہ اور نماز کے فرائض، واجبات، مکروہات اور اس کے نہایت ہی اہم اور ضروری احکام و مسائل کو اسان زبان میں پیش کیا گیا ہے۔  
مسلمانوں کو عموماً اور اہل مساجد کو خصوصاً اس کتاب کو زیر طالع رکھنا چاہیتے ہیں اس کتاب میں نماز کے اہم اور اشد ضروری مسائل بیان کئے گئے۔ قیمت: ۸ روپے

روح ایمان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ مقامات و  
جلالت شان کے بیان میں ایک عظیم و جلیل کتاب جس میں کتاب و  
کی روشنی میں حضور کے منصب و مقام، اپ کی تشریعی خیست اور اپ  
کے خذارِ کل ہونے پر مدد و مفضل بحث کی گئی ہے۔ علم عنیب نبوی،  
بني امی، دین کا ابدی مرکز، قاسم ہر خیر و برکت، حضور کی علیٰ قوت  
حضرت سنت کا نقش اول، حیات النبی، سیلا و البنی، خصوصیات بنوی  
ایسے عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے۔ یہ کتاب مقام نبوت کے بیان و  
احصار کا ایمان اور زخم بعد ہے۔ قیمت: ۱۲ روپے

ملٹے کا پتہ: مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور

- \* مصلحتِ روزے گجرستاں برفت | با جنازہ یا سے اویاراں برفت  
حضورتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم امک ون اپنے آئیا اصحاب کے جنازہ کے ساتھ ترتیب تاشریف لیئے۔
- \* چول زگورستاں سپری باز گشت | سوئے صدیقہ شدوہم از گشت  
جب حضور قریشان سے واپس آشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقی طوفان گئے اور رازکی پڑا لگے۔
- \* چشمِ صدقیقیہ چوب رو لیش قتاو | علیش آمد دست بر فے می نہاد  
جب حضرت صدقیقی کے چھر مبارک پر پڑی تو وہ سامنے آئیں اور اپنے چھرو کا ہاتھ سے چھو کر بینے گئیں۔
- \* بُر عاصِر، وُرئے او، وُمُوئے او | بر گریاں و برو بازوئے او  
آپ کی دستار مبارک اور اپنے چھرو اور بال اور گریاں اور سپلڈوں اور بازوؤں پر بھی رہا تھا کوکر کوکر کیا۔
- \* گفت پغیبرِ حرمی جوئی شتاب | گفت باراں آمد امر و ناز صحاب  
حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا تم ریوں (جلدی جلدی کی دیکھتی ہو) عرض کیا۔ آج یاد میزے بڑا ہے۔
- \* جاہما بیت می بھوئم در طلب | تو نے بنیم ز باراں اے عجب  
آپ کے کپڑوں کو سوتونتی ہوں (مگر) تعجب ہے کہ میں ان کو بارش سے ترنسیں پاٹی۔
- \* گفت چوب نغلندی از ازار | گفت کردم آں ردائے تو خمار  
آپ نے دریافت فرمایا تم نے کوئا سکپڑا سرس پر رکھا تھا۔ عرض کیا آپ کی خلاف چادر لاطور اڑھنی لے رکھنی۔
- \* گفت بہراں نوواے پاک حبیب | چشم پاکت راخدا باراں عنیب  
فرمایا لے پاک دل۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تھماری پاک آنکو کو عنیب کی بارش کا نثارہ رکھا یا
- سبخان اللہ! حضور رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر رساک اور حصے سے سیدہ عفیفہ طہیہ  
ظاہرہ عائشہ صدقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پرچم ایسا بات عزیب منکشفت ہو گئے۔ غور کر کر جس کی  
چادر اور سس کی پیر کبت عظیم ہے اس کے دجوں مبارک کی عظمتوں، برکتوں، فتحتوں کا کیا کہنا اور  
اس کے نہم پاک کی وسعتوں کا کیا لٹھکانا۔ ۵  
وہ خدا نے ہے مرتب تجوہ کو دیا ذکری کو ملے نہ کسی کو بلا پا کو کلام مجید نے کھائی شہزادہ شہر کلام مقاکی قسم

# قول معرفت

اچھی بات کہنا اور درگزد کرنا اس سے  
خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانہ ہو رہا  
اللہ کے پڑاہ حلم والا ہے۔ اے ایمان بالو  
اپنے صدقات کو احسان رکھ کر اور ایذا دیکر  
بر باد نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو اپنا مال  
لوگوں کے وکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے  
اور اللہ و قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس  
کی شکال ایسے ہے جیسے ابک چان جس پر  
مٹ ہے اب اس پر زور کا سینہ برسا، تو  
ساری مٹی بہگئی۔ اور نہ اپنہ رہ گیا اس  
طرح خیرات کر کے جو سبکی کرتے ہیں۔ اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اور اللہ تعالیٰ  
کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

قول معرفت د مخفرۃ خیرو  
مَنْ صَدَقَهُ يَتَبَعِهَا وَاللَّهُ عَنِي  
حَلِيلُهُمْ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا  
تُشْطِلُوا صَدَقَتُكُمْ بِالْمُقْتَنَى وَالْأَذْيَى  
كَمَا تَلَى مَا يُنَفِّقُ مَا لَهُ إِنَّمَا النَّاسَ يَنْسَى  
وَلَا يُغْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْأَخْرَى  
كَمَثْلُهُمْ كَمِثْلُ صَفْوَانِ عَلَيْهِ تَحَمَّلُ  
فَاصَابَهُ وَابْنُ فَتَرَكَهُ صَدَدَهُ  
لَا يَقْتُلُ سُدُنَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا  
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكُفَّارِينَ۔

۱۔ سورہ لمبکری ان آیات میں صدقات و خیرات کے اواب کا بیان ہے۔ مسلمانوں کو تلقین کی گئی  
ہے کہ اگر سائل کو کچھ زدیجا سکے تو اس کے ساتھ زرمی اور شفقت کا بتاؤ کرنا چاہیے تاکہ اس کی دلخنی  
نہ ہو۔ حتیٰ کہ اگر سائل سوال میں صادر کرے یا زبان درازی پڑانے سے تو بھی اسے درگزد کیا جائے۔  
سوال کرنا دراصل انسان کی عترت نفس کے خلاف ہے۔ ابک خود دار انسان انتہائی محجوری  
کی حالت میں دست سوال دراز کرتا ہے۔ جب وہ اپنی ضرورت اور واقعی حاجت کی تکمیل کے لیے وسائل  
سے محروم ہو جاتا ہے تب وہ سوال پر آمادہ ہوتا ہے۔ اس لیے ایسا شخص بہ حال زرمی و شفقت کا مستثنی  
ہے اور انسانی بحد روی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسا شخص کے ساتھ بزاری اور تحمل سے پیش آیا جائے۔

۲۔ واضح ہے سائل سے ہمارے معاشروں کے دہ بھکاری مراد نہیں ہیں۔ جنمتوں نے بھیک کو اپنا پیش  
بنالیا ہے اور سماں کو کوشش سے جی ہا کر وردہ کرنا۔ نگاہ سخت ہے، بلکہ سائل سے دھقینی اور واقعی

حاجت مند را دھے۔ جو اپنی جلد و جدادر کوشش کے باوجود دروزی کا سامان نہیں کر پاتے۔ ایسے مخدود و مفلوج اور غریب و نالتوان اہل ثروت کی امداد و اعانت کے حق دار ہیں۔ اور ایسے افراد سے زرمی شفقت سے پیش نہ آنا نہایت غیر مناسب ہے۔

اسلام نے دولت مندوں کو نعمتیں کی ہے کہ وہ حقیقتوں اور غریبوں اور بکیسوں اور حامیوں کی صدر رئوں کو پورا کریں۔ ماخذ پھیلانے والے کر خالی نہ ٹوٹائیں۔ ولدیش قصہ (نجاری) اگرچہ حیران کا ایک مکمل اہمیت کیوں نہ ہو۔ بنی کبریٰ کی رذالت الرحم علی الصلة والنتیم نے تو اس طبقہ کی بیان تک دخولی فوائی کر فرمایا:-

اگر کسی کے پاس کچھ اور نہ ہو تو سائل کے ساتھ لطف دھر بانی سے بات کرنا بھی صدقہ ہے (نجاری) اور حاجت مندوں سے فرمایا کہ تھماری خودداری کا تقاضا ہے کہ بلا صدرت ماخذ پھیلاؤ۔

**اللَّهُ أَعْلَمُ بِالْأَخْيَرِ مِنَ الْإِنْسَانِ** | یعنی والے ہاتھ سے دینے والا انہیں بہتر ہے، کیونکہ سخت مجبوری کی حالت کے علاوہ بلا صدرت سوال کرنا انسان کی شرم و حیا غیرت دا بردا کو موجود کرتا ہے۔ حضور رسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلا صدرت بھیک مانگئے والے تیامت کو ان اس طرح آئیں گے کہ ان کے چیزوں پر گوشت کا ایک مکردا بھی نہ ہو گا۔

۳۔ سائل کے ساتھ بد خلقی سے پیش آنے کی مانعت کے ساتھ قرآن نے یہ بہارت بھی دیا ہے کہ کسی حاجت مند کی صدرت کو پورا کر کے اس پر احسان مر جاؤ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس نجت سے نوازا۔ اور تمھیں کسی محتاج کی اعانت و امداد کی توفیق عطا فرمائی۔ فرمایا:-

لَا تَبْطُلُ صَدَقَتَكُمْ بِالْمُنْفِعِ | احسان جنگا کرو طعنہ دے کر اپنی خیرات کو برآمدست کرو۔  
وَالاَذْنِي۔

مطلوب یہ ہے کہ صدقہ و خیرات اللہ کی رضا دخوشنودی کے لیے ہونا چاہیے۔ زیینے والے پر کسی قسم کے احسان کا بار رکھا جائے۔ اس کو ممنون کرم بنایا جائے۔ اور نہ احسان جنگا کرنے والی پرسو اکیا جائے۔ کیونکہ ایسا اخلاص کے خلاف ہے۔ اسلام میں اعمال خیر کی مقبولیت کا مدار خلوص پر ہے۔ جو بھیک اس کی رضا کے لیے ہو وہ مقبول ہے اور جس عمل سے رضا الہی مقصود ہے ہو وہ مردود ہے تو اسے سمانو! منافق کو اس کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ وہ اپنا مال ریا کاری کے لیے خرچ کر کے ضائع کر دیتا ہے۔ اسی طرح تم احسان جنگا کرو ایذا دے کر اپنے صدقفات و خیرات کے اجر و ثواب کو ضائع

ذکر و حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

غیر محتاج صحیح و سالم آدمی کے لیے  
صدۃ حلال شیں۔

لا بیحی الصدقہ لغیری ولا  
لذی هرگز سوی رزمندی کتاب از کوہ،

بخاری کتاب الرکوۃ میں ہے۔ حضور نے فرمایا۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم میں کسی کارسی لے کر اپنی پیچھے پڑکڑتی کا بوجہ اٹھانا اس سے بہتر ہے کہ وہ  
خبر لہ من ان یاتی رحلہ فسالہ دے یاد دے۔

اعطاہ او منعہ۔

حضرت علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں اس عمل کر کے رکھا یا۔ ایک صحابی نے خیرات مانگی۔ فرمایا تھا کہ  
پاس کچھ ہے عرض کی ایک ٹماٹ اور ایک پیالہ ہے۔ آپ نے ان کو منگا کر نیلام کیا اور ان کی قیمت سے  
سائل کو کلبائی خرید دی اور فرمایا جنکل سے لکھر دی کاٹ لادا اور بیچو۔ انہوں نے اس پر عمل کیا، تو  
خدا نے ان کو برکت دی۔ اور وہ لگرا گئی کی ذلت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔ (ابوداؤ دكتاب الرکوۃ)  
 حتیٰ حضور علیہ السلام نے بعض صحابہ کرام سے اس امر پر عیت بھی لی۔ کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے  
اور انہوں نے اس عیت کی اس شدت سے پابندی کی کہ راستے میں اگر کسی کا موڑا گر جانا چاہتا تو وہ بھی  
کسی سے نہیں کہتے تھے کہ اٹھادو۔ (ابوداؤ)

حضرت علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات اور نصیحتوں کا صحابہ کرام پر یہ اثر ہوا کہ وہ بھی جن  
کے پاس کچھ نہ تھا بغیر یہوں اور محتاجوں کی حاجت روانی کے لیے تفیر ارتہتے۔ جیسی کہ اس عرض کے لیے بازار  
جا کر بوجہ اٹھاتے۔ اور اس سے جو کچھ ملتا اس کو راہ خدا میں خیرات کر دیتے۔ (بخاری)

مثلہ کمثی صفحوں سے منافت ریا کا کرکے عمل کی مثال دی گئی ہے کہ جیسے پتھر پر پٹی ہو۔ اور  
باڑ سے وہ بہ جائے تو خالی پتھرہ جاتا ہے۔ کہ اب اس پر کوئی چیز جنم نہیں سکتی۔ یہی حال منافت کی مثال کا  
ہے۔ بظاہر نو وہ عمل نظر آتا ہے لیکن اس میں چونکہ خلوص اور اللہ کی رضا کا جذبہ نہیں ہوتا۔ اس لیے قیامت  
کے دن وہ عمل باطل قرار پائے گا۔ قرآن نے یہ مثال دے کر مسلمانوں پر اخلاص و دیانت کی اہمیت کو واضح  
کیا ہے کہ ایک مومن مسلمان کا ہر عمل خلوص پر بنی اور ہر کام اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے ।  
(رسید محمد احمد رضوی)

# ماہ مبارک حب المحب

# معراج نبوی

ماہ مبارک حب المحب سلامی سال کا ماتلوں مہینہ ہے۔ رجب کی پہلی تاریخ کو حضرت فوج علی اللہ اکٹھی پرساو ہوئے، رجب حضرت خواجہ اجمیری کا یوم صال ہے، رجب یعنی امام حضرت افضل بن موعذ ولد ہوئے، رجب کو آپ کو ایصالِ ثواب کیلئے ختم کیا جاتا ہے جسے کوندوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں، رجب کو جناب مسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے۔ اور رجب کو ہمارے آقا و مولیٰ حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام مراجع کے دو لمحاء بنے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کوپنی قدرت کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرایا اور اپنے جمال سے مشرف فرمایا۔ شبِ معراج حضور نے بے نمازی کو دیکھا کہ وہ جنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ پختل خور کو دیکھا کہ وہ اپنے پتھرے اور سینے کو زخمی کر رہے ہیں۔ بے عمل کو دیکھا کہ ان کی زبانیں اور ہر ہفت لوہے کی قپنچیوں سے کامل جلا ہے ہیں۔ مسود خواردن کو دیکھا کہ ان کے پیسے میں نہیں جمع ہوئی۔ قسم کھلنے والوں کو دیکھا کہ ان کی زبانیں گدستی سے کمپنی جا رہی ہیں۔

معراج ہی کی شب نماز بیکاڑ کا تختہ بھی عطا فرمایا گی۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نمازومن کی معراج ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو وقت یہ نمازا کرنے کی توفیق طافملئے آئیں!

- ۱۔ اس پر سب کااتفاق ہے کہ معراج بیشت اور آغازِ حجی کے بعد بھرت سے پہلے ہوئی۔ یہ واقعہ کو مظر میں پیش کیا۔ مہینے کے تین کے متعلق گواختلاف ہے مگر حب شریعت کا مہینہ بی جمورو نے مذاہ ہے یہ معراج
- ۲۔ جمادی افس اور روح مبارک کے ساتھ بحالت بیداری ہوئی۔ سبھوڑام سے لے کر عرشِ الہی یا جہاں تک اللہ نے چاہا مسلسل ایک ہی معراج ہے۔ مجہود محدثین، فقیہا و متكلیمین کا یہی مذہب ہے اور اس

سے عدوں کی طرح جائز نہیں کیونکہ اس کے خلاف کوئی دلیل عقلی و فلسفی موجود نہیں بلکہ اس کے ثبوت و تقویع پر عقل و نقل شاہزادہ عدل ہیں۔

اسراء کے معنی رات میں حلپا نے یا لے جانے کے میں چونکہ حضور رسید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسیم کا مجید و مسخر رات میں ہوا اس لئے اس کو اسرا کہتے ہیں۔ قرآن پاک نے بھی آپ کے اس غیر کو اسری سے بیان کیا۔

**سبخان اللہ عزیز اسری بعید لیلہ** پاک ہے وہ خدا جو شبِ معراج اپنے بنے کو لیگیا (قرآن) بیا یہ مبارکہ اس امر کے انہار میں نصیحت رکھے کہ یہ واعظ بیداری کا ہے اور دوح من الجد کے ساتھ ہے اگر یہ خواب ہوتا تو اس کی تصریح کر دی جاتی۔ عبدہ کی جگہ روح ہوتا۔ امری کے لفظ کو بعض استعمال دیکھا جانا توجہ الغاظ قرآن میں خواب کی تصریح ہی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کو خواب قرار دینا کیونکہ مقصود صحن ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ عبد کا اطلاق جسم و روح دونوں کے مجموعہ پر کتا ہے۔ تہرا روح کو عبد نہیں کہا جانا۔ لہذا ضروری ہے کہ روح و جسم دونوں کے مجموعہ کو معراج مانی جائے چنانچہ :

(۱) آذایتَ اللَّهِيْ بِيْخُنِيْ عَبْدًا إِذَا أَصْلَى (۲) وَإِنَّمَا قَاتَمَ عَبْدًا اللَّهِ يَعْزِزُ عَوْنَوْمَ  
یہ دونوں آئینیں بھی اس امر پر شاہد ہیں کہ عبد کا اطلاق اولاً بالذات روح من الجد پر ہی آتا ہے جب تک کوئی ترین خارجی اس کے مصادی نہ ہو۔ مجازی متنے لینا درست نہیں ہو سکتے۔

(۳) وَاتَّهَاتِ مَعْرَاجِيْ بِيْ حَضُورِنَےِ الْغَاظِ بِعِيْ اِرْشادِ فَرَبِّنَےِ ہیں : - مَعْرَاجَ بِيْ لَيْلَةً أَسْرِيَ بِيْ (الخ)  
جس راتِ مجھے سیر کرائی اگئی میں یوں اپنے سوار ہوا۔ جبریل میرے ساتھ تھے۔ میں نے دو دھکا پیاں پایا۔  
یہ سب جسم کے خواص میں نیز اسری فعل ہے اور افعال میں اصل بھی ہے کہ وہ بیداری پر محظوظ ہوں۔  
جب تک خلافتِ اصل پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اصل سے عدوں جائز نہیں۔ سوار ہونا۔ پینا۔ جبریل کا ساتھ ہونا  
وہ بھی جمانی پر دلالت کرتے ہیں۔ لہذا معراج کے دونوں حصوں کو جمانی انانے میں کونسا استعمال ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ قرآن نے سمجھا قصیٰ تک معراج کو کیوں بیان فرمایا تو اس کی حکمت کفار قریش کا دہ سوال ہے جو انہوں نے واقع معراج کی تحقیق کے لئے بیت المقدس کی بابت حضور سے کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر آپ ایک شب میں خدا کبھی سے بیت المقدس گئے میں تو بتائیں بیت المقدس کی ہیئت کیا ہے اور یہ کفار کو معلوم تھا کہ حضور نے بیت المقدس کا سفر نہیں کیا ہے۔ ایسی صورت میں جب ان کو آپ بیت المقدس کا حال تباہیں گے تو بیاتِ معراج کی صراحت پرانی ہیں میں دلیل بن جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہو گا۔ یہ وجہ ہے کہ انہوں نے انسانوں کے متعلق سوال نہیں کیا کیونکہ کفار نہ انسان پر گئے تھے اور نہ دہان کی چیزیں ان کو معلوم تھیں

لہذا جب مسجدِ قصیٰ تک کی مراجِ کا درج جسمانی ہے تو اسماں مراجِ بھی جسمانی ہانسی پڑے گی۔ پھر یہ بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تمام انبیاء، کرام درسلِ نظام کو مراجِ بُری اور اللہ کا قرب حاصل ہوا۔ لیکن مراجِ جسمانی اور سیرِ اسماں خاص حضور اکرم کی خصوصیت ہے جو کسی اور کے لئے ثابت نہیں ہے۔ یہ بات اس امر کی وجہ ساخت کرتی ہے کہ حضور اکرم کو اور دیگر خاص کی طرح قربِ خاصِ الخاص بھی عطا ہوا اور وہ یہ ہے کہ آپ بے جا بِ جمالِ الٰہی کی رویت سے مشرفت ہوئے اور آپ نے بلا واسطہ حیرمِ حق میں پیچکار اٹھے کلام کیا۔ یہ سب روح و جسم کے خواص ہیں۔ روح کے متعلق یہ کوئی نہیں کہتا کہ روح سوار ہونی

(۴) اگر معراج رویا یا خواب ہوتا تو لغوارس کی تکمیل کیوں کرتے ؟ خواب میں تو محال سے محال چیز بھی نظر آتی ہے اور حیث سانی جاتی ہے تو کوئی اس پر تعجب نہیں کرتا۔ اگر یہ واقع خواب ہوتا تو اس میں بھارکی کو سنیات ہتھی  
 (۵) نیز قرآن نے اس مشاہدہ معراج کو لوگوں کے لئے مبیناً آزمائش قرار دیا ہے اور قرآن و حدیث نے اس واقع کو بڑی ایمت کے ساتھ انہیا کر کیا ہے اگر یہ خواب ہوتا تو اس میں آزمائش کی کوئی سنی بات نہیں اور اس پر ایمان لانا کیا مشکل نہ ہے۔ وہی زیرِ وغیرہ لذتی ہے معراج روح مج العبد کے ساتھ ہتھی۔

(۴) پھر ان سب باتوں کے علاوہ دلختا تواریخ ہے کہ سجنان الذی اسریٰ کا فاعل سیر کرانے والا اور حضور کو بلنسے والا کون ہے؟ اور اس کی طاقت کیا ہے۔ کیا وہ قادر۔ قدیر خلائیں سا اگر ہے اور ضرور ہے تو پھر کیا د جرم ہے کہ اس کی قدرت کے اس کوشش کو تمییز نہ کریں اور معراج کو روحانی قرار دے کہ اس کی قدرت ہی کے مکمل ہو جائیں خصوصاً الیسی صورت میں جب کہ قرآن سے جمانی اور بیداری میں ہونا سمجھی جاتی ہے اور اس کے خلاف پر بیان یا کسی دوسری آئیت میں کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔

معراج روحانی کے قابلین اس آئیہ مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

**وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَا لَكُمْ إِلَّا فِتْنَةً** ہم نے جو روایاتم کو دکھایا اس کروگوں کے لئے میاں  
لیں گے ایسا شے نہیں۔

وہ کہتے ہیں روپیا کے ممنی خواب دیکھنے کے بیان، جیسا کہ امت نے ان کے استدلال کے متعدد جواب دیتے۔ اول: اگر ہم تسلیم کر لیں یا کہ مراجع کے متعلق ہے تو یہاں مراجع کو خواب مجاز کیا گا ہے۔ اور تینی یہ ہے کہ مراجع جس سرعت کے ساتھ تو قوی پذیر ہوئی وہ خواب ہی کہ طرح تھی جیسے کہ خواب میں طویل مسافت آنے واحد ہیں ملے ہو جاتی ہے تو قرآن نے مجازاً روپیا کہ کہا افسوس ادا کیا ہے کہ یہ واقعہ انتہائی سرعت کے ساتھ یہاں ہوا۔

**دوہ:** یہ آئی مبارک معراج کے متصل نہیں ہے بلکہ اس سے مراد پذیر کار دویا ہے جو حبیل نے بجات بیداری

واب واضح ہو گیا کہ قرآن میں مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ تفصیلیں کی اصل حکمت بیت المقدس کے متعلقیں کھنرا کا سوال تھا یہ نہیں کہ مساجع جسمانی کی غایت مسجدِ اقصیٰ ہے۔ اس کے علاوہ یہ بدیری بات ہے کہ قرآن صرف اصول دیتا ہے اور اپنے اصول کی خود تشریح نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ آئی اسریٰ میں زمین و آسان کی پوری مساجع مذکور ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ تک کی مساجع تفصیلیاً تک کوئے ہے اور مسجدِ اقصیٰ سے آسانوں تک کی مساجع اجمالاً۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ۱۰

**سُبْخَنَ اللَّهُمَّ أَسْرِيْ بِعَبْدِكَ لَبِلَّا** پاک ہے وہ ذات بھروسہ مساجع اپنے بندے کو رات **مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى** میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی طرف ہے گیا۔ آیت کے اس حصے میں مسجدِ حرام (خانہِ کعبہ) سے بیت المقدس (مسجدِ اقصیٰ) کی مساجع کا تفصیل ذکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ بارگستہ حکولہ تک بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ جلے :

**لِلْمُؤْمِنِيْهِ مِنْ اِيمَنِنَا** تاکہ دکھائیں اس کو ہم اپنی آیتیں  
اس حصے میں آسانی مساجع کا اجمالی ذکر ہے کیونکہ آیت نشانی سے مراد آسانی نشان میں مثلاً جنت دو ناخ، لوح و قلم، سدرہ، کوثر اور دیگر آسانی عجائب و مزاہب، پھر **رَاثَةُ هُوَ التَّسْمِيْمُ التَّبْصِيْرُ** بیشک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

یہاں اس قربِ خاص کا ذکر ہے جس کا بیان آئیے مبارکہ ششمؑ کی فتحتاللیٰ فکائن قاب نووسین اور آذفان میں فرمایا گیا۔ فرض میں کہ آئی اسریٰ میں مساجع کے دونوں حصوں کا بیان ہے جب اس کا پہلا حصہ بدیری میں اور جسمانی ہے تو دوسرا بھی یقیناً جسمانی ہی ہے۔ نیز آسانی مساجع اور دو قرب خاص یہ حضور کو حاصل ہوا اس کو اجمالی کے ساتھ بیان کرنا ہی اولیٰ تھا کیونکہ الفاظ و حروف میں وہ صلاحیت و استعداد کیا ہے جو اس کیفیت کو بیان کر سکیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا قادر نہ تھا۔ وہ توانا ہے مگر مقلع انسانی اس کے ادراک سے یقیناً قادر ہے اس لئے مسجدِ اقصیٰ تک تو تفصیل فرمائی گئی اور آسانی سفر اور قرب خاص کو جملہ لکھا گی۔

دھر: یہاں یہ لمحہ قابل ذکر ہے کہ میں طرح آسانی مساجع ممال عادی ہے اسی طرح مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک رات کے قبیل حصے میں آجانا بھی غالباً ماحال ہے توجیب مسجدِ اقصیٰ تک جسمانی مساجع مان لی گئی تو پھر آسانی مساجع کو جسمانی ماننے میں کیا استعمال ہے درجنہ جوبات سفر آسانی کے جسمانی ہونے کے لئے رکاوٹ بن ہی ہے وہی یہاں بھی بن رہی ہے۔ پھر کی وجہ ہے مسجدِ سلام سے مسجدِ اقصیٰ تک مساجع جسمانی مانی جائے اور اس کے بعد آسانی مساجع کو روحاں اور رہنمائی کہہ دیا جائے اور وہ بھی بلا دلیل ۴ — اس لئے **إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى** کے الفاظ سے مساجع آسانی کو روحاں نے بت کرنا کسی طرح درست نہیں ہے

حضور کو کفار بدر کی قتل گاہیں دکھائی تھیں اور کفار نے اس بات کا تصریح ادا کیا تھا جب کہ آپ نے فرمایا  
کھانا کہ میہاں ابو جہل قتل پر کا اور میہاں مثلاں؟

سوم: روڈیا اور رویت جیسے قریٰ اور قربت دنوں ایک ہی چیز ہیں۔ رویتے مرد میہاں خواب ہے جی نہیں  
 بلکہ آنکھ کا بحالت بیداری دیکھنا ہے چانچنے بخاری باب الاسری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ آپ  
 نے اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا:

**هُنَّ رُؤْيَاوُمْعَنْ أُرْيَمَا زَمُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنْ أُسْرَى يَدِهِ إِلَى بَنَيَتِ الْمَقْدَسِ شَبَّ مَرَاجِ آپ کو بیت المقدس لیجا گیا۔**

بلکہ ایسا بن عباس جیسا مفترضہ تھا سے خفیق آنکھ کا دیکھنا مرادے رہا ہے تو پھر سبی کیا جائیگا  
 کہ اس روڈیا سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ بیداری کی حالت میں دیکھنا مراد ہے۔

(۲) معراج کو خواب یہ مقول کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے بھی استدلال  
 کرتے ہیں: **مَا فَقَدَتْ جَدَدُهُ الشَّرِيفُ** میں نے معراج کی رات حضور کے جسم شریف کو گم نہیں کیا  
 جس کے مقصود جواب علمائے امت تھے ویسے ہیں:

اول: واقعہ معراجِ جہانی کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ پیدا ہی نہ ہوئی تھیں اور اگر حسب اختلاف روایات  
 ان کی پیدائش بھی تحقیقی بات ہے کہ وہ اس وقت آپ کی زوجیت سے مشرف نہیں ہوئی تھیں:  
 جب وہ واقعہ معراجِ جہانی کے وقت موجود ہی زمیں تو ان کا یہ قول معراجِ جہانی کے متعلق لیونکر صحیح  
 ہو سکتے ہے۔ اس لئے ان کا یہ قول دوسرا معراجوں کے متعلق ہے جو روحانی تھیں کیونکہ حضور کو مقصود معراجیں  
 نہیں۔ صرف یہ جہانی تھی باقی روحانی۔

دوسرا: عالم اتفاقاً زانی نے بر تقدیر صحت قول عائشہ اس کے یہ منشاء کہ کہ جسم مبارک روح اقدس سے گم  
 نہیں ہوا بلکہ ساتھی رہا یعنی معراج روح ح الجسم کو ہوئی۔

سوم: ایک جواب یہ ہے کہ واقعہ معراج اس مرعت سے ہوا کہ سے  
 زنجیر بھی ملتی رہی بستر بھی رہا گرم ایک دم میں پر ہر عرش گئے آئے مدد  
 تو حضرت عائشہ نے اسی مرعت کے انہار کے لئے فرمایا کہ میں نے حضور کے جدا طریقہ کو گم نہیں کیا  
 میں مجھے آپ کے جسم مبارک کے گم ہونے کا احساس ہی نہ ہوا

# علم و عرفان

قرآن مجید لفظ قرآن یا تو قرئہ سے بناتے ہیں۔ قرئہ کے معنے جمع ہونے کے میں۔ اب قرآن کو قرآن اس کے کہتے ہیں کہ وہ اولین دارخزاں کے علوم کا مجموعہ ہے جو حضرت سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ قرآن کا نام اس یہے قرآن ہے کہ حروف جمع کیے گئے تو کلمات بن گئے۔ اور کلمات جمع کیے گئے، تو آیتیں بن گئیں اور سورتیں جمع کی گئیں تو قرآن بن گیا۔ پھر اس میں اولین دارخزاں کے علوم جمع کر دیے گئے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

\* اور اگر یہ قرآن سے بناتے تو اس کے معنے میں پڑھی ہوئی چیز۔ تابع قرآن کو قرآن، اس لیے کہتے ہیں کہ انسیاء مسلمین کو کتنا میں یا صحیح نکھلے ہوئے عطا ہوئے۔ لیکن قرآن پڑھا ہوا اُترا۔ سیدنا ابن عباس کا یہ قول ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے۔

فَإِذَا قُرِئَ الْأَنْوَافُ فَأَتَبِعُنَّ قُرْآنَهُ

لیعنی جبکہ آپ پر قرآن تلاوت کریں  
تو آپ اسکے تلاوت کی اتباع کریں۔

\* اگر یہ قرآن سے بناتے تو قرآن کے معنے ملنے اور ساختہ رہنے کے میں۔ اب اس کو قرآن اس یہے کہتے ہیں کہ حق وہدابت اس کے ساختہ ہے۔

نَزَولُ قرآن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حمفوظ سے جملہ واحدہ سماع دنیا پر ماہ رمضان کی لیلۃ القریبین نازل فرمایا۔

\* اس کے بعد بزرگ محبوب مولانا حضیر مصلحت مدرسہ رسالت میں حسنور پر نازل ہوتا رہا۔ (جملہ صفحہ ۳۷)

وَحْیٌ وحی دو قسم ہے۔ مسلک و غیر مسلک۔ وحی مسلک قرآن مجید ہے اور وحی غیر مسلک احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حدیث شریف کے وحی ہونے کی دلیلیں فروض اب رہی کے مقرر میں بیان کی گئی ہیں۔ مفسرین کرام نے وحی کی متعدد قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۔ ایک یہ کفر شستہ کی آواز گھنٹی کی آواز کی طرح کسی جاتی ہوتی۔

۲۔ دوسرا قسم یہ ہے کہ فرشتہ آپ کے سامنے وحی الہی کے الفاظ پڑھ دیتا تھا جس کا آپ محفوظ

فرادیتے تھے۔

۳۔ تیسرا قسم یہ ہے کہ فرشتہ صورتِ انسان آپ کے قلب مبارک میں پوچھ دیتا تھا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:- رَأَتُ دُرُجَ الْقُدُّوسِ نَفَثَتِي رُؤْبَعِي۔

یہ قسم میلی و ذریں قسموں کو شامل ہے۔

۴۔ چوتھی قسم سماں ہے جو حسن و صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتنے خواب میں دھی پہنچائی۔ یہ قسم بڑے غیر متکہ۔ اگرچہ بعض مفسرین نے سورہ کوثر کو اسی قسم سے کہا ہے۔

۵۔ پانچویں قسم کلامی ہے، یعنی الش تعالیٰ سے بلا واسطہ کلامِ نبووا۔ یہ قسم بیداری اور خواب دونوں کو شامل ہے۔ بیداری کی مثال شہزاد عراج کا کلام اور خواب کی مثال حدیثِ معاذ۔ قالَ أَتَانِي رَبِّي فَقَالَ فَيَمْلِئَنَّ صَمْرًا الْمَلَأَ عَلَى الْأَعْدَلَةِ۔

یہ قسم بھی بظاہر وحی غیر مدد معلوم ہوتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں اس قسم سے کچھ نہیں لیکن خواتیم سورہ بقرہ اور السوولؐ سے آخر تک کاشت عراج میں ملنا احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور سورہ والصلی اور سورہ العنكبوت کی بعض آیات کلام سماں سے سمجھی جاتی ہیں (تفسیر الدلتان) ترتیب نزول | مصحف اور تلاوت میں جزو ترتیب ہے وہ نزول کی ترتیب کے مطابق ہے۔

شش ترتیب نزول یہ ہے کہ سے پہلے کہ میں سورہ اقران نازل ہوئی۔ پھر نون والقلم۔ پھر سوچ، مزمول۔ پھر مدد شر۔ پھر نسبت میدتی۔ پھر شمس نازل ہوئی۔ — لیکن ترتیب سورہ دیايات وغیرہ تو تلقی میں، جب ایک سورۃ کامل ہو جاتی یا ایک آیت نازل ہو جاتی تو جریلی این عرض کرنے اجھل ہلکا السوورۃ عَشَقَ سُوْرَۃِ کَذَا۔ جمل ج اصڑ نزول : قرآن مجید کی موجودہ ترتیب لوحِ محفوظ کے مطابق ہے۔

منی وہ آیات ہیں جو محیرت کے بعد نازل ہوئیں۔ اگرچہ کہ یا عرف میں نازل ہوئی ہوں۔ مد فی وکی | لئی وہ میں جو قبل بھرت نازل ہوئیں۔ اگرچہ عرب کو میں اس کا نزول ہو گا ہو۔ جمل ج اڑ

آیات قرآن | آیات قرآن دو قسم پر میں۔

۱۔ مکہ اوت: جو کہ اصل کتاب میں اور ان کے مطالب واضح ہیں۔ اکثر آیات مکہ اوت چھ قسم کے مطالب پر مشتمل ہیں۔ امر، نہیں، مبیثیت، امداد و قصص، امثال۔

۲۔ متشابهات: وحی حقیقت اللہ تعالیٰ اور حسن و علیہ السلام کے درمیان اسرار درموز میں۔

ان کے مراد میں قطبی طور پر جانشی کی کوشش دہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کبھی ہے البتہ یہ دوسری بات ہے کہ اللہ عز وجل اپنے فضل و کرم سے آیاتِ متشابهات کے علوم سے جس قدر مصلحت و حکمت کے طالبیں چاہیے مطلع فرمادے۔

### تفسیر القرآن

قرآن مجید کا تجزیہ و تفسیر کرنے والے کیلئے کم ازکم ان اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے۔

۱۔ عربی زبان (جس میں قرآن نازل ہوا) سے ادراست کے قواعد (صرف، نحو، بلاغت و لعنت) سے بخوبی واقف ہو۔

۲۔ قواعد شریعت و اصول دین اور اصطلاحاتِ شریعت سے واقف ہو۔

۳۔ علم قرأت سے واقف ہو۔ — کیونکہ بعض اوقات ایک قرأت دوسری قرأت کے لیے تفسیر ہوتی ہے۔

۴۔ اسبابِ نزول سے واقف ہو کہ آیت کس بارہ میں اور کس موقع پر نازل ہوئی۔ کیونکہ موقع و محل کے معلوم ہونے سے مراد واضح ہوتی ہے۔

۵۔ احادیث نبویہ و اقوال صحابہ سے واقف ہو کیونکہ آیت کاشان نزول اور موقع محل احادیث نبویہ و اقوال صحابہ سے ہی واضح ہوتا ہے۔

۶۔ ناسخ و منسوخ سے واقف ہو۔  
ظاہر ہے کہ جو شخص ان شرائط کا حامل نہ ہوگا، قرآن مجید کی تفسیر و ترجیحی صرف اپنی رائے سے کرے گا اور ایسا کہ ناجرام و ناجائز اور مگر اسی دبے دینی ہے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا جس نے اپنی رائے سے تفسیر کی اور صحیح تفسیر کی اس نے خطاکی۔ (ترمذی)

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں احوالِ قرآن سے بحث کی جاتی ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرے — پھر اس کی روشنی میں تفسیر اور تاویل تفسیر کے لیے بہ جال نقل کی ضرورت ہے۔

تفسیر: فسر نہ ملتی ہے۔ اس کے معنی کشف کے ہیں۔ یعنی پوشیدہ چیز کا غایہ کرنا، تفسیر کا مولنو شریعت قرآن ہے۔ غرضِ معرفتِ کلامِ المیہ، ولیں، کتاب، سنت اور لفظ عرب۔

استفادہ: اصول دین رذالت و صفاتِ الہی اور فقہ رحلل و حرام کے مسائل۔

تاویل: اقل سے شائق ہے اس کے معنی لغت میں رجوع کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں ادلیل کے معنی یہ ہیں۔ کسی کلام میں چنانچہ احوال ہوں ان میں سے کسی احوال کو قرینوں اور علمی دلائل سے ترجیح۔ نیا یا ازدھر سے قواعد و معرف و مخونکات پیدا کرنا، اس کے لیے نقل کی مدد نہیں ہے۔ اسی لیے بعض مفسرین نے ہذا تفسیر قفل مجموع پر موقوف ہوتی ہے اور تاویل نہیں۔ (بُدُّ ذِي الْقُطْعَ)

۷۔ تفسیر الصحابی۔ مطلقانی حکم المروع (وجل)، صحابی کی تفسیر مطلاق المروع کے حکم میں ہے۔ یعنی وہ حشود ہی کی طرف سے مانی جائے گی۔

**مراتب تفسیر**

- ۱۔ تفسیر قرآن بالقرآن۔ یہ سب سے مقدم ہے۔
- ۲۔ تفسیر قرآن بالحدیث۔

۳۔ تفسیر قرآن با قول صحابہ۔ خصوصاً فقہاء صوابہ و خلفاء راشدین۔

۴۔ تفسیر قرآن تابعین و تبع تابعین کے اقوال سے۔

**تحریف** شائع شائق ہے حرف سے احرف کے معنی علیحدگی کو کہتی کے ہیں۔ تحریف یہ ہے کہ کلام کا مطلب و متن ایسے بیان کیے جائیں جو کلام کرنے والے کو برادر کے خلاف ہو۔ تحریف لفظی: الفاظ میں تبدیل کر دینا۔

**تحریف معنوی:** قرآن کے ایسے معنی سیان کرنا جو اجماع امت یا اجماع مفسرین یا تفسیر قرآن کے خلاف ہوں۔

**فسخ** شائع لغت میں رشانے کرتے ہیں اور اصطلاح شرح میں شوخ کے معنی یہ ہیں کہ ایسے حکم شرعاً کی انتہا بطریقہ ترانی سیان کرنا جس کا استعمال عباد ملکفین کے حق میں تبدیل حکم اور اور صاحب شرح کے حق میں بیان مجھس ہوتا ہے (تفسیر وارک وغیرہ)۔

**آیات منسوٰۃ** آیات منسوٰۃ تین قسم ہیں:

(۱) منسوٰۃ التلاوة و الحکم جیساً کہ المونین عالیش مدد تفسیر رضی اللہ عنہما مسیحیین میں مردی ہے۔ قاتل کا نام فی ما نزل عَنْهُ رَصْنَاهُ مَاتُ مَعْلُومًا مَا تَيَخِّرُ مِنْ فَسْخَتْ بِكُلِّهِ

مَعْلُومَةٌ اِنْ يَخِرَّ حَنْ (الحدیث)

(۲) منسوٰۃ الحکم دون اذیت جیساً کہ اللہ تعالیٰ عَنْهُ عَنْقَدَتْ آیَةٌ كُمْ فَإِذْ هُمْ نَصِيبُهُمْ

مسورخ ہے۔ وَأُولُو الْأَرْحَامِ يَضْمُهُ مَرْأُولٍ بِعَيْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ  
 (۲۳) مسروخ التلاوة دون الحکم جیسا آیت رحمہمودا یت ابن عباس قال لقتن خطبنا عمر  
 بن الخطاب قال کذا انقر الشیخ والشیخة اذا ذنیافان جمدهما البنتہ۔ الح  
 نسخہ باعتبار اسخن چار قسم ہے:-

۱۔ نسخ الكتاب بالكتاب۔ ۲۔ نسخ السنۃ بالسنۃ۔ ۳۔ نسخ السنۃ بالكتاب۔ ۴۔ نسخ الكتاب  
 بالسنۃ۔ اس پوچھی قسم میں علماء کا اختلاف ہے جنفیہ کے نزدیک جائز بشرط اعلیٰ ہے۔

**نبی و رسول کی تعریف** | نبی وہ بشر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی یہی وجہی ہو۔ وحی  
 خواہ فرشتہ کی سرفت ہر یا بلا واسطہ مگر نبی ہونے کے لیے  
 وحی ہونا ضروری ہے۔ رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ تبلیغ احکام کے واسطے مبعوث فرمائے۔  
 اور اس پر کتاب نازل ہوتی ہو۔ یا جدید تریعت رکھتا ہو۔ پس رسول اور نبی میں غیر مخصوص مطلق کی  
 نسبت ہوئی۔ رسول خاص ہے اور نبی عام نجی ہر رسول نبی ہے، مگر ہر نبی رسول نہیں۔ لیکن یہ  
 واضح رہے کہ نبی و رسول میں جو فرق تعریفوں سے پیدا ہوتا ہے وہ محض اعتباری ہے۔  
 حقیقت میں دونوں ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی دونوں ہیں اللہ عزوجل کی طرف سے مخلوق  
 خدا کی ہدایت اور تبلیغ احکام کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ دونوں ہی ادائی، مطاع، امر،  
 نامی اور امت کیلے روشنی کا بینار ہوتے ہیں۔

**رسول ملکی و رسول بشری** | اسی طرح رسول ہونا بشری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔  
 بلکہ ملکی بھی رسول ہیں۔

• علام عبد العزیز فرمادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

ان من الملائكة رسولًا قال الله  
 ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
 فرماتا ہے۔ اللہ جن لیتیا ہے ملائکہ سے  
 رسول اور انسانوں سے اور رسول ملکی اللہ  
 کے وہ غریب ہیں جو اللہ کے امر و نبی کو خواہ  
 ملائکہ اور انبیاء و بشریت پہنچاتے ہیں۔

تعالی اللہ یُصَطَّفِی مِنَ الْمَلِیْکَةِ  
 دُسْلَلًا وَمِنَ النَّاسِ وَهُمْ لَمْ قَرِيبُوْ  
 الَّذِي يَبْلُغُونَ الْأَمْرَ وَالْهُنَّى  
 إِلَى عَوَامِ الْمَلِیْکَةِ وَإِلَى اَنْبِيلَوْ  
 الْبَشَرِ - وبراس ص ۲۹۵)

• حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فرمایا:-

گر کیکہ پسند می کندا اک کس رسول یا باشد خواہ از جنس ملک مثل حضرت جبریل و خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد رسول و علیہ السلام (تفسیری عربی زبان) تبارک و مصیح

#### • تفسیر حبلالین دماد رک و بیضا و نظری و عزیز و فاسیہ میں ہے:-

رسول جبیسے حضرت جبریل و میکائیل رسلا لجبریل و میکائیل و

وابا اسمیم و محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم السلام (حبلالین) ابراہیم و محمد و غیرہم

رسول بن زنا عام ہے خواہ بشری ہو یا ملکی۔ اعم من البشر والملائكة - مذکور (لکھن)

رسول دو مضرب پر ہے، ملکی رسلا اللہ علی صربین ملک

اور بشری۔ ولبشر - دماد رک (صلاتی) ۲

علام فاضل عیاض فرماتے ہیں:- آئُر مسلمین کا اس پرافق ہے ملک مرسلین

کا حکم وی زنابے جو انبیاء کا ہے اور وہ اتفاق المُلْمَعَۃِ اَنْ حَکَمَ

المرسلین مِنْهُمْ مَا مِنَ الْمُلَائِكَةِ عَصَمَتْ اُوْ تَغْلِيمَ حِرْسَتْ مِنْ بَارِبَرِ مِنْ اُوْ

حُکْمَ النَّبِيِّنَ سَوْا عَنِ الْحُصْمَةِ تَغْلِيمَ حُکْمَ النَّبِيِّنَ سَوْا عَنِ الْحُصْمَةِ اُوْ

الْحُرْمَةِ هَذِهِ ذُكْرُنَا عَصَمَتْهُمْ مِنْهُ وَاهْمَرْ فِي حَقْرَقِ الْأَنْبِيَا وَالْتَّبَلِيْمَ بَشَرِیِّ کَوَالِثِ کَهْ حَکَامَ اپنچاٹے ہیں۔ اسی طرح مرسلین ملک انبیاء

وَاهْمَرْ فِي حَقْرَقِ الْأَنْبِيَا وَالْتَّبَلِيْمَ بَشَرِیِّ کَوَالِثِ کَهْ حَکَامَ اپنچاٹے ہیں۔ اور

الْيَهُمْ کَالْأَنْبِيَا مَرسلین ملک کو حقوقِ انبیاء حاصل ہیں۔

ز شرح شفاج ۲ (کھ)

واضح ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث جو واقعیں اصطلاحات حدیث

حدیث پے وہ غلط یا ناقابل عمل نہیں ہو سکتی۔ حدیث کی جو قسمیں ہیں

کی جاتی ہیں اور جو حکام تباہے جاتے ہیں۔ وہ صرف روایوں کے متعلق ہیں۔ لمحی یہ کہ برادری کیس مرتبہ کا

ہے اور کیس سے روایت کر رہا ہے اور روایت کا مسئلہ کیا تک ہے جو نو علیہ السلام تک ہے

یا صحابی تک یا ائمہ تک پھر اس حدیث کو بیان کرنے والے بہت ہیں یا اکیا یا چند وغیرہ وغیرہ۔

(۱) اصول حدیث۔ ایسے قواعد و نسخاط کا جانا جن سے حدیث کی سند

علم اصول حدیث اور متن کے حالات معلوم ہوں (۲) تمن حدیث کے الفاظ کو کہتے ہیں جو معاں

نقوسوہ پر دلالت کرتے ہیں (۳) سند حدیث کے متن کے روایوں کو کہتے ہیں (۴) علم حدیث و علم ہے

جس کے ذریعے حضور رسول رحمات علیہ السلام کے قول، فعل اور تقریر علوم میں (۱) علم حدیث کا منوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ اس لحاظ سے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پست اور آخری رسول ہیں (۲) علم حدیث کی غرض یہ ہے کہ احکام خداوندی پر صحیح طور پر اشکنی منتشر کے مطابق عمل کر کے دارین کی سعادت حاصل کی جائے۔

**حدیث کی تعریف** حضور کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں (۳) افعال سے حضور علیہ السلام کے وہ امور ادیں جو آپ کی ذات افسوس سے ظاہر ہوئے اور ان کے اتباع کا حکم بھی دیا گیا۔ اس تعریف سے آپ کے طبعی اور خصوصی امور خارج ہو گئے (۴) بعین نے صحابہ و تابعین کے قول فعل و تحریر کو صحیح حدیث سے موسم کیا ہے (۵) تقریر کا مطلب یہ ہے، کہ حضور علیہ السلام کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا یا حضور علیہ السلام نے کسی کے کام پر اطلاع پانی اور آپ نے انکا رزق فرمایا اور اس پر سکوت فرمایا۔

**حدیث کی قسمیں فرع موقوف و غیرہ** (۱) فرع وہ حدیث ہے جس کی سند حضور اکرم نبک میں پیچ جائے۔ مثلاً کہ جائے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ (۲) موقوف وہ حدیث ہے جو صحابی تک پہنچے۔ مثلاً کہ جائے ابن عباس نے فرمایا (۳) مقطوع وہ حدیث ہے جس کی سند تابعی تک پہنچے۔

**فائدہ** : (۱) اثر موقوف اور مقطوع حدیث کو کہتے ہیں۔ بعض حدیث مرفوع کو بھی اثر کہتے ہیں جیسے ادعا مأثورہ ددعاء مأثورہ رہ (۲) خبر اور حدیث دنو ایک ہی چیز میں۔ مگر جن محدثین نے حدیث کو حضور علیہ السلام صحابہ و تابعین کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور لفظ خبر کا اطلاق ادشا بر کے نقطے اور تاریخی واقعات پر کیا ہے۔

**منوار مشرب وغیرہ** باعتبار اس بات کے راوی نکل اصل حدیث کس طرح سمجھی۔ چار قسم ہیں (۱) منوار مشرب وغیرہ را متواتر وہ حدیث ہے جس کے روایوں کی کثرت اس درجہ کو پہنچ گئی ہو کہ عادت ان کے جزوٹ پر متفق ہونے کو محاں جانے (۲) مشور وہ حدیث ہے جس کو درستے زیادہ راوی سویت کریں۔ اسی کو مستقیم بھی کہتے ہیں (۳) حدیث غریب وہ ہے جسکے سلسلہ اسناد میں کہیں بے کہیں تفرد یعنی ایک بہذا پایا جائے۔

**فائدہ** : منوار کے علاوہ مشور غریب اغريب کو اخبار احاد کہتے ہیں۔ یعنی خبر واحد وہ ہے جو جامع شروط تو اترنے ہے۔

فائدہ : حدیث مرقوم نہیں قسم پر ہے۔ قول فعلی تقریری ان سبکے معنی باکھل نہاہیں۔

### خبر واحد مقبول کی قسمیں

خبر واحد و قسم پر بے مقبول۔ جس کے راوی میں صدقہ عطا کی جائے۔ خبر واحد مقبول کی چار قسمیں مقبول ہے۔ درست مروود۔ حدیث مقبول عن المجهور و احتجاب محل ہے۔ خبر واحد مقبول کی چار قسمیں میں (۱) صحیح لذاتہ۔ وہ ہے جو آخرت کے عادل، تمام الضبط کی نقل سے مقتول السنہ ثابت برداڑا رس میں کوئی قصور اور نقصان نہ ہو (۲) صحیح لغیرہ۔ وہ ہے جس کی صفات مذکورہ میں کسی قسم کا نقصان ہوا درکثرت طرق سے اس کے نقصان کی تلافی ہرگئی ہو (۳) حسن لذاتہ۔ جس کے نفعیں کی تلافی نہ ہوئی ہو۔ اور نقصان صرف ضبط میں ہوا دربائی صفتیں اپنے حال پر ہوں (۴) حسن لغیرہ۔ وہ ضعیف حدیث ہے جس میں تقدیر طرق سے اس کے ضعف کی تلافی ہو گئی ہو۔ مگر اس کی تمام صفات میں نقصان راہ پا تا ہو۔

فائدہ : حدیث ضعیف وہ ہے جس میں وہ شرطیں نہ پائی جاتی ہوں۔ صحیح اور حسن میں عتبہ تو۔

### حدیث کی دیگر قسمیں

(۱) حدیث متشقّل۔ اگر حدیث کے روایوں میں سے کوئی راوی درمیان سے بچوٹے۔ تو اس کو حدیث متشقّل کہتے ہیں (۲) منقطع۔ وہ حدیث ہے جس کے ایک یا زیادہ راوی چھوٹ جائیں۔ ایک چکر سے ہمیں چھوٹے ہوں یا دو تین چکر سے (۳) معلق وہ ہے جس میں آخر سنہ سے بعد العین کے راوی ساقط کر دیے گئے ہوں۔ مثلًاً تاجی کے قال رسول اللہ (۴) مغل وہ ہے جس میں اسناد میں اسناد اسناد میں دو راوی ہمیں ساقط ہو گئے ہوں۔ قال رسول اللہ (۵) مغل وہ ہے جس میں اسناد اسناد میں تو میں یہ ہے کہ ایک گل مغل کو تسلیم کرتے ہیں۔ مغل کو تسلیم کرنے والے اور اس سے اخلاق و اتفاق کے روایت کرنے اور لفظ ابیالا شے جس میں سماع کا دہم ہو۔ تسلیم بعض ادوات مذکوم ہوتی ہے۔ اور بعض موقع پر نہیں ہوتی (۶) مضریب و حدیث ہے جس کی اسناد یا حل تین میں راوی سے اختلاف و اتفاق ہو جائے (۷) مدرج وہ ہے جس میں راوی کسی غرض پر بیاحت کی وجہ سے اپنا ذاتی کلام حدیث کے درمیان لے آئے (۸) روایت بالمعنى کا سلطب یہ ہے کہ راوی حضور علیہ السلام کے اصل کلمات ذکر نہ کرے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے منشائوں پرے ذاتی

**فائدہ ۸:** یہ اس وقت چاہزہ ہے جبکہ راوی عربی جانے اور اسالیب کلام خواص عبارات اور مفہومات، خطابات سے واقعہ ہوتا کہ روایت بالمعنى میں خطاء کی یا زیادتی ہونے کا مکانز ہے۔ (۱۰) سند وہ حدیث مردعا ہے جس کی سند تقلیل ہو رہا، شاذ وہ حدیث ہے جو لفڑ اور معتبر راوی پر کی روایت کے مخالف ہو رہا (۱۲) ملکر وہ حدیث ہے جس کا راوی منقٰع، عقلت کی زیادتی اور غلط گوئی کے ساتھ مطعون ہو رہا (۱۳) متعلق اس استاد کو کہتے ہیں۔ جس میں اسباب اور علمیں ہوں جو اس کی صحت کے لیے قادح ہوں (۱۴) عکھنہ۔ یعنی عن نلال عن نلال کہ کہ روایت کرنا (۱۵) معنین جو بطریق عکھنہ روایت کی جاتے۔ وہ حدیث معنی ہے (۱۶) متنایح، جس کو راوی دوسری حدیث کے موافق روایت کرے۔ اس سے حدیث میں قوت پیدا ہوتی ہے (۱۷) شاہد جس کو راوی دوسری حدیث کے موافق روایت کرے اور وہ روایوں و صحابوں سے مردی ہوں۔

**صحابی** (۱۸) وہ شخص ہے جس نے عالم بیداری میں ایمان کی حالت میں حضور اپنے سر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور ایمان پر اسی اس کا خاتمہ ہوا (۱۹) تابعی بشراطِ مذکورہ صحابی کو بھیختے والے کہتے ہیں۔ یہ میں عادات، تقویٰ، ضبط، تعالیٰ سند۔

**صفات قبولیت** (۲۰) عدالت۔ اس کیفیت راستہ نفس کا نام ہے جو ملزمت تقوے اور استعمالِ مردوت پر مردقت انسان کو آدھ کارکھے۔ مردت سے مردی ہے کہ خیں افعال سے بھی پریز کرے۔ جیسے بازاریں کھانا اور شارع عام پر پیشایب کرنا وغیرہ (۲۱) تقریٰ۔ شرک جملی و خنی اور اور گناہ کبیرہ فست و بعثت وغیرہ اعمال بدر سے کارہ کش رہنے کا نام ہے۔ صبیرگناہ سے بچا اگرچہ شرط نہیں ہے۔ مگر صبیرہ پر اصرار اور دام بھی کبیر و گناہ ہو جاتا ہے (۲۲) ضبط صدر یہ ہے، کہ سنبھی ہوئی بات کو اس طرح بیدار کھنکر بترتیب مردوت بلا کسی وقت کے من و عن ادا جاتے اور اس کتاب کو ادا کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھئے اور اس میں تغیر و تبدل نہ ہونے دے (۲۳)

**التصال سند**۔ سند روایت میں کوئی بھی راوی حضور ٹاہو نہ ہو۔

**فائڈہ ۹:** تعلل۔ حدیث میں ایسے لفڑ یا علت کا پایا جانا جو اس حدیث کے رو درج کا ہو۔ سند اور ذکری ثقہ راوی کا اپنے سے زیادہ ثقہ اور معتبر راوی کی روایت میں کسی قسم کی خلافت

کرنے کا نام ہے۔ الحکام میں خبر صحیح لذات سے جنت پکڑنے پر جائز ہے۔ اس طرح حسن لذات سے اکثر کے نزدیک اور یہ جنت پکڑنے میں صحیح کے ساتھ ملحتی ہے۔ اگرچہ رتبہ میں کم ہے اور چونکہ تعداد طبق سے ضعیف حدیث بھی حسن کے مرتبہ کو سنبھال جاتی ہے۔ اس لیے اس سے بھی جنت پکڑنی جائے گی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر باوجود صدقہ و دیانت کے بعض روایات کے سروء حفظ یا اختلاط ایام لیں کی وجہ سے حدیث میں ضعف ہو تو تعداد طبق سے اس کا جرہ ہوتا ہے۔ البتہ اگر ضعف حدیث اتنا کم کذب راوی یا شرط زیاد یا خطأ فوش کی بنابر ہو تو تعداد طبق سے جرنیں ہو سکتی۔ حدیث ضعیف فضائل عالم میں مقبول ہوتی ہے۔

**۱۰. وجہ طعن** ا اتنا ہم راوی کذب، فتن، جہالت، بدعت (۱)، کذب راوی یہ سے کہ اس کا حدیث نبوی میں جھوٹ یا ناشایست ہو جائے۔ اگر کسی سعیر میں ایک بار بھی حدیث نبوی میں فضال کذب ثابت ہو جائے تو توبہ کے باوجود اس کی روایت کردہ حدیث کبھی مقبول نہ ہوگی۔

**فائدہ کا:** موضوع حدیث وہ ہے جس کا راوی کذب کے ساتھ ملعون ہو۔

(۱) اتنا ہم راوی کذب یہ ہے کہ راوی یا بانی کہنے میں جھوٹا ثابت ہو گیا ہو۔ اگرچہ اس کا جھوٹ حدیث نبوی میں ثابت نہ ہو۔ ایسا شخص اگر توبہ کرے اور توبہ کا ثبوت علی طور پر دستے تو اس کی حدیث مانی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر طبق اتفاق، راوی کا حدیث کے سوا کسی ادبیات میں کذب ثابت ہو تو ایسے راوی کی حدیث کو موضوع یا متروک نہیں کہ سکتے۔ حدیث متروک وہ ہے جس کا راوی متنم کذب ہو۔ یا اس کی روایت شرعاً کے قواعد معلوم صدوری کے خلاف ہو (۲)۔ فتن سے مراد وہ قولی یا فعلی فتنہ ہے۔ جو تمہارے کفر کو نہ سنبھلے اور فتنی اتفاقاً دی ماند اغتر بال اور فرض و غیرہ بدعت میں داخل ہے (۳) جاتا، راوی کا نام معلوم نہ ہو۔ توجہ نام ہی معلوم نہ ہو گا تو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے لگا۔ کہ راوی نقہ سے یا کیا ہے؟ اس کی شاہی ہے کہ اس طرح کا جائز کرنا لازم نہ یہ بات ہے۔

**فائدہ کا:** حدیث بسم وہ ہے جس کا راوی محبوں میں۔ ایسی حدیث مقبول نہیں ہے۔ گز بکر وہ حبابی ہو تو پھر وہ مقبول ہے بکیوں کو صحابہ کام کے تام عادل ہیں (۴)، بدعت یہ ہے کہ کسی امر کی نسبت، ایسا اتفاق اکر لینا جو حضور علیہ السلام اور صحابہ سے ثابت شدہ اتفاق کے خلاف ہو۔ یعنی دین میں کسی غیر ثابت شدہ امر کو فرضی یا احتمال کر دے دینا۔ مبدع کی حدیث مردود ہے۔ بعض نے کہا ہے، جو صدر ریاست دین میں سے کسی امر متوatz کا مذکور ہے مردود ہے۔

**۲۔ وجہ طعن** | جو مبین سے متعلق ہیں۔ وہ بھی پانچ ہیں۔ فرط غفلت، کثرت غلط، اخلاقی تعلق  
شقات، وہم، سوء حفظ را (۲) فرط غفلت و کثرت غلط کا مطلب یہ ہے  
کہ راوی حدیث کے مبنی یا مسنا نے میں غلطی کر کے رس، مخالفت شقات۔ اسناد یا متن حذیث  
میں ثقہ اور معتبر راویوں کے خلاف ہو رہا، وہم، راوی وہم یا نسبان کی وجہ سے خطأ کرے۔  
اور اپنے توہم پر روایت کرے۔

**فائدہ ۸:** مصلح وہ ہے جس حدیث کے متعلق راوی کے توہم پر، قرآن والہ معتبرہ سے  
اطلاع ہو جائے اور یہ حدیث میں بہت سخت اور دشوار ہے (۵)، سوء حفظ یہ ہے کہ راوی  
حدیث حافظ کی کمزوری میں مبتلا ہو۔ اور خطاب انسیان اس کو غالب ہو۔ اگر سوء حفظ کسی کو تھام  
عمر لازم رہے تو اس کی حدیث معتبر نہیں ہوگی۔  
**فائدہ ۹:** مختلط وہ حدیث ہے جس کے راوی کو بڑھاپے کی وجہ سے سوء حفظ عارضی ہو  
یا وہ نامیں ہو جائے یا جس میں اس نے حدیثیں لکھو رکھی ہیں، وہ کتاب گم ہو جائے۔

**قیامت کے دن** | حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- قیامت کے دن ان تین افراد سے  
ہوتا ہے کہ ایسا کیا بات کرے گا، زمان پر نظر رجحت فرمائے گا اور زمان کے گناہ معاون  
ہوں گے اول وہ شخص، جو ازراۃِ نکبر و غزوہ اپنا تبند و عجزہ بختنے سے نیچے لٹکا کر چکے۔ دوم وہ شخص  
جو کسی مسلمان پر احسان کر کے اسے ذلیل کرنے کے لیے جانے۔ سوم وہ شخص جو خردی و ذریغت کے معاملہ  
میں جھوپلی قسمیں کھائے۔

• سات وہ خوش نصیب مسلمان ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ  
میں جگہ عطا فرمائے گا (۱)، امام عادل، عدل وال اخاف کرنے والا مسلمان حاکم (۲)، نوحان عبادت گزار ارشیعت  
کا پابند (۳)، وہ آدمی جس کا دل رہناز کے انتظار میں مسجد کی طرف لگا ہو رہا (۴)، وہ آدمی، جسے منصب  
و جمال دالی عورت رُنگناہ کی، دعوت و سے، اور وہ صفات کہہ دے میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۵)، وہ  
شخص جس نے داییں ہاتھ سے چھپ کر اس طرح صدقہ دیا کہ با میں کو خبر نہ ہوئی رعنی خاموشی کے ساتھ  
راو خدا میں خرچ کرنے والا رہا (۶)، وہ آدمی جو اللہ کو تمنا کی میں یاد کرے اور اسکی آنکھیں آنکھ، موجود ہیں۔  
(۷)، وہ دو مسلمان جو آپس میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھتے ہیں۔ (نجاری)

## قرآن کے بعد حضروں سید عالم الصَّلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا سب سے طاریجہ

امام عظیم سراج امت مجتهد مطلق سیدنا امام عظیم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے  
• حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ السلام وآلہ واصطیم ارشاد فرماتے ہیں :-

آدم سیری ذات پر پنځر کریں گے اور تیامت کے دن  
میں اپنی امت کے ایک شخص پر پنځر کروں گا جنکی نام  
نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے جس نے نعمان سے محبت  
کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان سے عادوت  
رکھی اس نے مجھ سے عادوت رکھی۔

إِنَّ أَدَمَ أَفْخَرَ فِي وَآنَا أَفْخَرُ بِرَجْلِي  
مِنْ أُمَّتِي إِشْهُدُ لِعَنَّا وَكَذِبَةُ أَبُو حَنْيفَةَ  
هُوَ سَرَاجٌ أَمْتَيَ مِنْ أَحَبِّهِ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَ  
مِنْ أَبْعَضَنِي فَقَدْ أَبْخَضَنِي

• شیخ الاسلام علام محمد علاء الدین حسکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

بے شک امام ابوحنیفہ قرآن کے بعد مصلحت  
ان ابا حنیفۃ النعمان من اعظم  
مُخْرِجَاتِ الْمُطَطَّفِی لِبَدَّ الْقُرْآنَ۔  
سیدنا امام ابوحنیفہ جامع شریعت و طریقت ہیں جبلیں اقدر اولیاً، کرام حضرت ابراهیم اوصم شفیق  
بلخی، مروون کرخی، بایزید بسطامی، فضیل بن عیاضن، داود طائی، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح، ابوالکبر  
اور ان اپنے عظیم جبلیں عزیز حضرت امیر علیم اجمعین مقلد و نیاز مددیں۔

• وہ امام عظیم حن کی شان عظیم کا اعتراف سید العزما ابوعلی وقاری یوں فرماتے ہیں :-

میں نے شریعت کا عالم حضرت ابوالقاسم  
نصر آبادی سے اُنھوں نے حضرت شبیل  
سے، اُنسون نے حضرت سری اسقلی سے  
اُنھوں نے مروون کرخی سے، اُنھوں نے داود  
طائی سے اور اُنھوں نے سیدنا امام عظیم  
ابوحنیفہ سے حاصل کیا۔

أَنَا أَخْذُتُ هَذِهِ الْطَّرِيقَيْهِ  
مِنْ الْبَوَالْقَاسِمِ الْمُصْرَّأَبَادِيِّ دَهْرِ  
أَخْذُهَا مِنْ الشَّبِيلِ هُوَ أَخْذُهَا مِنْ  
السَّرِّيِ السَّقْطِيِّ وَهُوَ مِنْ صَرِدتِ  
الْكَرْخِيِّ وَهُوَ مِنْ دَاؤُدَ الطَّائِيِّ دَهْرِ  
أَخْذُ الْعِلْمَ الْطَّرِيقَهُ مِنْ أَبِي  
حَنِيفَه (درد المختار)

حداکی قسم میں امام الحسینؑ کے شاگرد  
امام محمدؑ کی تالیفات کے مطابع سے فہرست

وَاللَّهُ مَا صَرْتُ نَقِيَّهَا الْأَبْكَبْ

حضرت ابن المبارک علیہ فرماتے ہیں۔

الكتاب المقدس

امام اسیفین ابو یحییٰ کے ہر ایں شہر  
روشن و منور کر دیے۔ آثار و فقہہ و

المسنون والحنفية ما حكما

احلام سے جو زبردست آئیوں کی طرح واضح

اثار و فقهہ کا یات النبور علی

بیان — امام ابوحنیفہ خوف و  
خششت الشکر کے نام برائت شد اور ت

اصحیفہ تھا ای امسر بین لہ

سیدت اہمی لی بسا پر رات حبادت  
مام موصوف کا نام مشرق و غرب میں کوئی

نظرة ولانية على المغاربة، ولا كافية

أعظم الوعظ في رسمي الله تعالى عنه مصطفى فقيه

جیلگیری

**سيدينا امام اعظم الوجفاني رضي الله تعالى عنه اذ صر فقيه اعظم**

کون سے سلسلہ میں فیض نہ پہنچا ان کا مجتہد مطلق تھے۔ بلکہ سید المحدثین اور امام المحدثین استاذ الحنفی بھی تھے۔ حافظاً الحديث حضرت عبدالرشیم مبارک مردوی رپیدائش شاہزادہ ناتھ صد جن کو تمام اکابرین احمد بن واجد نقابرین حدیث نے ثقہ، تجزی، امام، صاحب حدیث، حافظ

حدیث، فقیہ، عالم، عابد، زاہد، سخنی، شجاع، سمجھ الحدیث، مامون، گذشت الحدیث، امام حضرت  
نی آنفی، صالح اقرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے کوئی بیچ کر لوگوں سے دریافت کیا۔ کوئی نہیں  
سب سے جمع کر فقیر کا مادر کون ہے؟ اس شہر میں سب سے جمع کر زاہد کون ہے؟ اس شہر میں  
سب سے طریقہ کام کرنے ہے؟ لوگوں نے میرے ان سوالات کے جواب میں کہا۔ امام ابوحنیفہ۔  
امام بخاری کے استاد حضرت کی بن ابراہیم امام شیعہ متوفی ۷۰۰ھ بعد امام ابوحنیفہ متواتر دس  
پرسنک فقہ حدیث سنتے ہے فرماتے ہیں کام صاحب تقیٰ، زاہد، صالح، اور مام زانہ میں  
سب سے زیادہ حافظ حدیث تھے۔ حضرت زید بن مارون کہتے ہیں ایک ہزار استاذان علم حنفی  
ونقیر سے میں نے علم حاصل کیا۔ مگر و اللہ سب سے زیادہ امام ابوحنیفہ کو تقویٰ والا پایا۔  
حضرت خارج بن سعید کہتے ہیں کہ کعبہ کے اندر چار اماں میں پڑا قرآن ختم کیا ہے۔ ایک  
حضرت عثمان بن عفان خلیفہ رسول اللہ اور سے حضرت نعیم داری، تیسرے حضرت سعید بن جبیر  
صحابی رسول اللہ، چوتھے سیدنا امام عظیم ابوحنیفہ تابعی۔

حضرت عمش نے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل دریافت کیے۔ امام صاحب نے حدیثیں سے  
جواب دیا تو اس پر حضرت عمش نے فرمایا، اے گروہ فقہاء طبیب ہو، اور ہر لوگ یعنی مخدیں علار  
کر رادیوں کے نام اور الفاظ پڑھ جانتے ہیں۔ اور اپنے لوگ احادیث کے معنی و ضموم کو سمجھی جانتے ہو۔

حضرت محمد دامت ثنا قیوم زمان شیخ احمد فاروقی سریندی قدس سر وال رباني فرماتے ہیں:-

علم فقیر میں امام اعظم ابوحنیفہ صاحب خانہ میں اور باقی آنکھ ان کے عیاں در خوش چیزیں ہیں۔ باوجود مذہب امام حنفی پر کار بند ہونے کے امام شافعی سے ذاتی محبت رکھتا ہوں اور بعض اعمال ناملیں ان کی تقلید بھی کر لیتا ہوں مگر کیا کوئی کوئی کلام باوجود و فری علم و کمال تقویٰ کے سیدنا امام ابوحنیفہ میں یا ہم (مکتوبات)	در فقیر صاحب خانہ اداست دیگران ہر عیال دے اندباوجود التزان ایں نہ اہب مرا با امام شافعی گویا محبت ذاتی است و بزرگ میدانم ول بعضی اعمال نافذ تقلید نہ ہب او می غائم اباچ کشم کر دیگر آنرا با وجود دنو علم و کمال تقویے در حنفی امام ابی حنیفہ در نگ طفلاں
--	--

علیہ الرحمۃ کے سامنے طفیل بکتب نظر آتے ہیں۔ نیز حضرت محمد فرماتے ہیں:-

حضرت خواجه محمد پارسا علیہ الرحمۃ نے فضول سنتہ میں تحریر بفرایا ہے:-  
کہ حناب علیہی علیٰ سیدنا علیہ السلام و السالم جب نزد فرمائیں گے تو وہ جسی

<p>امام ابو سینہ کے نہب کے مطابق عمل فرمائیں گے یعنی سذرت روح اللہ کا جہتہ ادا امام ابو سینہ کا جہتہ کے مافق ہو گا۔</p>	<p>بعد زوال بندہب امام ابو سینہ عمل خواہ کر دیے جئے اجتہاد درج الشماق اجتہاد امام عظیم خواہ بردا۔ (کنوار بات مجدد)</p>
---	--

تکف و تعصیب کی آمیزش کے بغیر کہا  
جائے گا کہ فرمائیت نہب سنبھل کشیدہ  
شہود کی نظر میں ایک عظیم ارشان سنبھلے  
اور ماتی نہب اس کے مقابل  
نہروں میں ہے۔

<p>بے شایبہ تکف و تعصیب گفتہ شدہ کہ فرمائیت ایں نہب سنبھل بظیر کشی درزگہ ریا یہ عظیم می نمایہد صادر نہب درزگہ سیاس و جدار لبظیر می در آئندہ۔</p>
--

شافعی ماںک احمد امام سنیف

چار بائی پلاکھوں سلام

پر حلال قسمیل کے لیے تور کا رہے۔ سیدنا امام عظیم ابو سینہ حضرت نعمان بن شاہست رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کا استاذ المحدثین راما الحدیثین و قدرۃ السنقا ہونا واضح و ثابت ہے۔ محدثین و حفاظ  
حدیث امام عظیم ابو سینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے شاگردوں کے شاگرد نظر کتے ہیں۔

**فیوض الباری شرح صحیح البخاری:** علام سید محمود احمد رضوی کی ایک عظیم تالیف۔ قرآن کے  
کے ترجیہ اور مکمل شرح۔ جس کے متعلق مشاہیر علماء و فضلا و علمک کے موڑ تحریک اور اخبارات کا فیصلہ یہ ہے کہ اردو  
زبان میں آج تک بخاری شریف کی ایسی جامع شرح اس سے قبل وجود نہیں ہیں اُنی اعظم کتاب کے مطالعے سے  
آپ سرحدار میں سنت ہوئی صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

**المباحث والمحظوم:** (حصہ اول و دوم) کتابے پیغام۔ سب سے بہترین التدریج  
تذکرہ اخلاق و ادب، شریعت، عقائد و اعمال، مسائل شرعیہ، مجموعہ برہات۔

یقینت: ۰۰، روپے

مشنون کا پیغام: مکتبہ دنیا، بیرون جمال اربیل۔ یونیورسٹی روڈ، لاہور

# مسائل شرعتیت

**گناہ پر اصرار کے معنی** | **وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا مَا حَشَّةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ دَكَرُوا  
وَلَكُنْ يُبَيِّنُونَ وَالَّذِينَ نُهِمُّ وَمَنْ يَعْفُ اللَّهُ نُهِمُّ إِلَّا اللَّهُ  
وَلَكُنْ يُبَيِّنُ وَاعْلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ لَغَلِمُونَ - اولیاً کج جزا عَهْمٌ مَغْفِرٌ کو مَنْ رَبِّهِمُ الْحَمْ**

روایت مکتبی میں اس آیت مبارکہ کاشان نزول یہ ہے کہ ایک انصاری ثقہی رووفون کے درمیان حضور علیہ السلام نے مواد خاتم رجھائی چارہ، فائدہ فرمادیا تھا۔ یہ دونوں اکٹھے رہتے ہیں۔ اتفاق سے حضور علیہ اسلام ایک غزوہ میں تشریفے گئے تو تلقی بھی حضور کے ساتھ چلے گئے۔ اور تلقی سے انصاری کو اپنے اہل و عیال کی دیکھو جمال کے مقرر کر دیا۔ ایک دن اس انصاری کی نظر تلقی کی بیوی پر پر گئی جو نہا کر باں سکھا رہی تھی۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر ان کی نیت بدیں۔ انہوں نے اس کو بولا۔ اس نے انکار کیا۔ انہوں نے اس کے رخسارہ پر زبردستی مانند کھڑک کہا تھا کوچھ ملیا، اس کے فوراً بعد نادم ہوئے اور گھر سے دلوان وار بھاگتے ہوئے ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ جہاں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بھانی، بانگنے لگے، اس عصر میں وہ تلقی بھی آگئے۔ بیوی نے سارا ماجرا ان کو سنادیا، وہ انصاری کی تلاش میں پہاڑ کے قریب پہنچے تو دیکھا انصاری سجدہ میں گرا ہوا ہے۔

انہوں سے پھر تریں اور یہ کہہ دا ہے:- **إِلَهِي مِيرِ الْأَنَاءِ مِيرِ الْأَنَاءِ مِيرِ الْأَنَاءِ**

**رَقِّ ذَنْبِيْ ذَنْبِيْ ذَنْبِيْ** | **فَتَدْ خُنْتُ  
بھائی کی اہل میں خیانت کی سے۔**

انہوں نے جب بے حال دیکھا تو کہنے لگے اُنھوں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں۔ ممکن ہے تماری توبہ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ یہ دونوں عصر کے وقت خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ سارا واقعہ بُنْتیا کہ جبریل امین مذکورہ بالات آیات لے کر نازل ہوئے، جس میں فرمایا گیا کہ جو گناہ کریں اور بھرپور نادم ہوں اور وہ اس پر اصرار نہ کریں اور تو بکر لیں تو والہ تعالیٰ غفور و حسیب ہے۔ ان کے گناہ سُجَّات فراود تیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الحکیم نے عرض کی حضور (علیہ السلام)، یہ آیت اسی انصاری

کے لیے خاص ہے باب کے لیے ہے؟ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہیں! بلکہ  
ہر مسلمان کے لیے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا جو گناہ کر کے تو بکرے اس کے گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں جو تو بزر  
کر کے دہ سخت خطرہ میں ہے اور وہی گناہ پراصرار کرنے والا ہے۔ معلوم ہوا کہ گناہ پراصرار کرنے والا  
دہ ہے جو گناہ کر کے نادم نہ ہو، اور توبہ نہ کرے لیکن جس سے بحقتندی لبشریت گناہ ہو جائے اور وہ  
نادم ہو اور تو بزر کرے تو وہ گناہ ہوں پراصرار کرنے والا نہیں ہے۔

چنانچہ ترمذی میں بسانا جسن حضرت صدیقؓ کبِرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو ردِ آیت ہے اس  
کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص گناہ کر کے تو بکرے اگر سپر دن میں ستر مرتبہ گناہ کرے تو بکرے دہ گناہ ہوں  
پراصرار کرنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ اس خصوصی میں صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہما جیعنی قابل ذکر ہیں۔  
ان لفوسِ قدس سے یہ تلقیناء لبشریت الگ گناہ ہو جانا تو فوراً نادم ہوتے اور توبہ کر لینتے۔ چنانچہ امت نے  
اجماع کیا کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم فاسق نہیں ہو سکتا۔

**یوم نزولِ نعمت کو عینہ منازل کا ثبوت** | حضرت عمر بن الخطاب سے دو آیت ہے کہ اپسے  
اکیب یہودی نے کہا۔ سے امیر المؤمنین اپ کی کتاب  
اقرآن، میں اکیب آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم روزِ نزول کو عیدِ ھٹھر لیتے۔  
اپ نے فرمایا وہ کوئی آیت ہے؟ اس نے کہا:-

### الْيَوْمُ الْمُذْكُورُ لَحَقَّهُ دِينُكُمْ إِنَّ

آپ نے فرمایا۔ میں اس دن کو جانتا ہوں اور اس جگہ کو بھی سچانتا ہوں۔ جمالِ آیت  
نازل ہوئی۔ وہ مقامِ عنفات کا تھا اور جمع کا دن تھا اور حضور علیہ السلام طرف سے ہوئے تھے (خواری)  
جس یہودی نے یہ سوال کیا تھا وہ حضرت اکیب احبار تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے۔ انہوں  
نے یہ سوال کیا کہ کیا آیت جس میں اسلام کے خلیل کی بشارت ہوئی دین اور اتنا ہم نعمت کا بیان ہے  
یہ تو یہی خوشی کا دن ہے مسلمان اس دن کو عید کیوں نہیں مناتے۔ اس پر نہت  
فاروق غوثی نے فرمایا تم اس سے غافل نہیں ہیں۔ ہم اس دن کی نعمت کو بھی تمجھتے ہیں جس تک کوئی بھی  
جنت ہیں کہ یہ آیت کس جگہ پر کس موقع پر اور کون سے دن نازل ہوئی تھتی اور اس وقت  
ہمارے حضور علیہ السلام کھڑے ہوئے تھتے۔ یعنی اس دن کو ہم عظیم سمجھتے ہیں اور اس کو عید کی

طرح مناتے ہیں۔ یعنی ہم نے تو اس دن کو عبید کا عمل کر لیا ہے۔

علام نووی نے فرمایا ————— معنا ہے ما ترکنا لعظیمَ ذالِكَ الْيَوْمِ  
وَالْمَحَاجَنُ أَمَا الْمَكَانُ وَهُوَ عَدَّ قَاتٌ وَهُوَ مُعَظَّمُ الْحَجَجِ الَّذِي أَحَدُ  
أَذْكَارِ إِلَّا سَلَامٌ وَأَمَا الزَّمَانُ وَهُوَ يَوْمُ الْجَمْعَةِ وَيَوْمُ عَرْفَةِ وَهُوَ  
يَوْمٌ إِجْتَمَعَ فِيهِ قَضَلَاتٍ وَشَرِفَاتٍ مَغْلُومٌ۔ تَذَكَّرْ بَيْنَ الْجَلَلِ وَاجِدٌ  
مِنْهُمَا فَإِذَا اجْتَمَعَا نَادَ التَّعْظِيمَ فَقَدْ أَنْهَنَ نَادِ الْيَوْمِ عَبِيدًا  
وَعَظِيْلًا مَكَانَهُ۔ آنِيْنَا رَعِيْنَ حَادِثَةً

بلکہ اس دن کے ساتھ اس مکان کی بھی عزت کرتے ہیں۔ اسی طرح ترمذی میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ آپ سے بھی ایک سیودی نے ایسا ہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔  
جس روز یہ آیت نازل ہوتی اس دن دو عبید یہی تھیں — جدو عرف — اس سے ثابت ہوا کہ کسی دنی کا میا بی کے دن کو خوشی کا دن منانا اور اس کی یادگار قائم کرنا جائز ہے۔ صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ ورنہ حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم صاف فرمادیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو، اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عبید منانا ہم بدععت جانتے ہیں۔ اسی وجہ پر مولیٰ و النبی کا جواز بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ وہ تو صرف قرآن پاک کی ایک آیت کے نزول کا دن تھا اور ماء فاخر زیب الاول صاحبِ قرآن کے خلود کا ممینہ ہے۔ لہذا عبید مولیٰ کو فغم المیکی یادگار اور شکرگزاری ہے اور حسما جائز ہے۔

شل فارس نجد میں ہوں رزلے ہے ذکر آیات ولادت کیجئے:

ام عارف بالله سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سره القدری حدائقہ نوری  
نیک کام کی ابتداء کرنا میں فرماتے ہیں:-

نیک بات اگرچہ بدععت و فرمیدا ہو  
اس پاکر نے والائستی ہی کملائے گا،  
بعنی۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے نیک بات پیدا کرنے والے  
کو سنت نکالنے والا فرمایا تو ہر ایسی

یسمون بفعلهم السنة  
الحسنة وان كانت بداعة  
لإن النبي  
صلى الله عليه وسلم قال  
من سن سنة حسنة فسلمي

المبتدئ للحسن مستنداً

و قال النووي وكان له

له مثل أجور تابعيه الحج

ير ك حجاً بي نبي بات نكالے حا ثواب پائے كا اور قیامت تک جتنے اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب  
اسے ملے گا۔ تو اچھی بعثت سنت ہی ہے۔ ۱۴۰ نووی نے فرمایا جتنے اس پر عمل کریں گے سب  
کا ثواب اسے ملے گا۔ خواہ اسی نے وہ نیک بات ایجاد کی ہو یا ہت کی طرف منسوب ہو اور جا ہے  
وہ عبادت ہو یا کوئی ادب (کی بات)  
یا کچھ اور۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نین چیزوں  
جس میں ہوں وہ ایمان کی لذت اور شیرینی کو  
پالیتا ہے (اجس کو اللہ و رسول سارے عالم سے  
پیارے ہوں (۲)) اور جو کسی بندے کو خاص  
العز کے لیے محبوب رکھتا ہو (۳) جو اسلام قبل  
کرنے کے بعد اس سے پھر نے کو ایسا برا جانے  
جیسے کہاں میں ڈالے جانے کو برا جانت  
ہے۔

وسوء کان عبادة او ادب

او غير ذلك (فتاوی اخلاقیہ ۹۹)

**امیان کی حلاوت اور  
اس کے اثرات**

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ  
وَجَدَ حَلَاوةَ الْأَيْمَانِ أَنْ تَكُونَ اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ سَواهُمَا وَ  
أَنْ يُحِبَّ الْمَرْءُ عَلَى بِحِبَّةِ الْأَلْلَهِ وَأَنْ  
تَكُونَ أَنْ يَعْوَذَ فِي الْكُفَّارِ كَمَا يَكُونُ  
أَنْ يَقْدِمَ فِي النَّارِ (رجاری)

علام صیغی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ یہ حدیث اصول اسلام سے ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ  
کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بیان ہے۔ جو اصل ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔  
اور اللہ و رسول سے محبت اور کفر سے کراہت اسی وقت ہر کسی ہے جبکہ افسار و حکم صدر ہو جائے۔ اور  
ایمان خون اور گوشت میں بس جائے۔ تو وہ شخص ایمان کی حلاوت کو پالیتا ہے اور کسی سے اللہ تعالیٰ  
کے نیے محبت رکھنا (الْحُبُّ فِي اللَّهِ) یہ اللہ سے محبت رکھنے کا تمہارہ اور نتیجہ ہوتا ہے۔

شارصین کرام نے محبت اللہ کے معنی یہ کیے ہیں کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں دل ان  
کو پسند کرے اور جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں مل جھی ان کو ناپسند کرے۔

علام فاضل عویا حنفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا مجتبی اللہ کا مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استقامت اور اس کے اوامر و فواہی کا الترام ہو۔ محبت میلان قلب کا نام ہے جس اخلاق احسان، محبت کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور یہ تمام امور حضور علیہ السلام میں پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام محسن عالم ہیں۔ ظاہری و باطنی حسن کے عجائب ہیں۔ اخلاقی عالیہ اور محسن غیر ترتیب ہی کے پیکر ہیں۔

ان بحیب المحسن میں الحب فی اللہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موبین کو بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ کا تھبیخ تذکرہ پیغمبہ اخواناً۔ لہذا حلاوت ایمان کا درج اسی مسلمان کو حاضر لہو گا، جو وسرے مسلمان سے مغض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے اور اس میں کسی دنیاوی غرض کو دخل نہ ہو۔ وان یکجا ہی لینی جس کے دل میں ایمان گھر کر جائے اور اسلام کے محسن اور کفر کے خبات سے اچھی طرح واقف ہو جائے۔ تو پھر اس کو کفر و بارہ اختیار کرنا ایسے ہی مکروہ و ناپسندیدہ ہو گا جیسے آگ میں دلاجانا۔

اس حدیث میں ایمان کو شتمد سے تشبیہ دی گئی ہے۔ شبہ ایمان بتے مشیر عسل ہے وجہ شبہ ان دونوں میں لذت ہے۔ یہ استغفار بالکن یہ ہوا۔ پھر شبہ کہ کونڈ کر کیا اور خواص دلوازم مشبہہ کی طرف اس کی اضافت کر دی۔ یہ استغفار تجھیلیہ ہوا۔ گویا جیسے شتمد کے ذائقے جو واقف ہو جاتا ہے تو شتمد حصیبی مٹھا سس اور زلفقاہ کسی دوسرا چیز میں نہیں پاتا۔ اسی طرح جو مسلمان ایمان کی حلاوت پالیتا ہے تو اس پر چپڑا ثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے تین اس حدیث میں بیان فرمائے گئے سیعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم سے زیادہ پیارے ہو جاتے ہیں۔ الحب فی اللہ اس شخص کی طبیعت شانیہ بن جاتی ہے اور اسلام سے لغاؤت اس کے لیے ایسے ہی دشوار ہوتی ہے جیسے آگ میں اپنے جسم کو ڈالنا۔

امام مسلم نے حدیث کے اس مکمل سے ان یقذن النار سے اس مومن کی فضیلت کا استدلال کیا ہے۔ جسے کلوہ کفر کرنے پر مجبور کیا جائے اور وہ تقویہ کرے بلکہ جان دے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام وضویں احتیاط ضروری ہے | کے ساتھ سفر کرے تھے جنور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے

پیچھے رکنے اور اس وقت ہم سے اگر میے جب کر اعصر کی نماز کا وقت ہو گیا اور ہم منور ہے  
تھے اور پاروں بُونش سے دھور ہے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

خرابی ہوا یڑیوں کے لیے جہنم سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ ری جلد آپ نے) بلند آواز سے فرمایا۔	<b>فَنَادَىٰ بِأَغْلٰى صَوْتٍهِ وَيٰئِنْ          لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ          أَوْ ثَلَثَةٌ۔ (بخاری)</b>
---	---

وَيٰئِنْ جہنم کی ایک وادی ہے۔ جس کی حرارت کا یہ عالم ہے کہ اگر پہاڑ اسیں فال دیے جائیں تو گل جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وَنِيل جہنمبیوں کی راہ، پیپ کو کہتے ہیں۔ ویسے عموماً عرب دلیل کا لفظ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو ابسا کام کرے جو اس کی شان کے خلاف ہو۔ ویسے کا لفظ بھی دلیل کے ہم معنی بولا جاتا ہے۔ اور اس کے اصل معنی ہلاکت اور عذاب کے ہیں۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ وضو میں پاؤں و حعنونا فرنی ہے۔ اور وحونے کے معنی یہ ہیں کہ پافی عضو پر ایک بار بہر جائے۔ بعض تبلیں کی طرح چپ پر لینے کو دوڑنا نہیں کہتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اعضا تے وضو سے کوئی ذرا بھی خشک رہ گیا تو وضو درست نہ ہوگا۔

**حضرت جامِ علیہ الرحمۃ والسلیمان فرمد:**  
رشک جائز نہیں۔ مگر دو باتوں میں:-

اول جس کو اللہ نے دولت دی، اور وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ دو م جس کو اللہ نے حدیث کا علم دیا اور وہ اس کے موافق فیصلہ کرتا ہے۔ اور تعلیم دیتا ہے۔	<b>لَا حَسَدَ إِلَّا فِي أَثْنَتِينِ رَجُلٍ          اتَّاهَ اللَّهُ مَالًا فَسَلَطَهُ عَلَىٰ          هَلْكَتِهِ فِي الْعُقْ وَرَجُلٌ اتَّاهَ          اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ لِيَقْضِي          بِهَا وَلِيَعْلَمُهَا۔</b>
--	--

**لَا حَسَدَ:** حسر سے مرد بہاں غبطر ہے۔ لیعنی رشک کرنا، حضور سید علیم نو محبسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو باتیں ایسی ہیں جس میں رشک کیا جاسکتا ہے۔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی اور وہ اس کو مصاروف خیر میں خرچ کرتا ہے۔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیں کی دولت عطا فرمائی اور وہ اس کے مطابق فیصلے دے۔ یہ دو باتیں ایسی ہیں جو قابل رشک ہیں۔

• رشک اگر شک باتوں پر کیا جائے تو یہ محدود ہے۔ اسی کے ستعلتی فرمایا:۔ فلیتنا فس

المدن فسون۔ اور اگر رشک معصیت اور سبایوں پر کیا جائے تو یہ مذموم ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا لاتنا فسوا۔ یعنی کسی کو بُرا می کرتے دیکھو کہ رشک ملت کرو۔ اور امر مباح میں رشک کرنا مباح ہے۔ اور حسد حرام ہے۔ احادیث میں اس کی بہت بُرارت وارد ہوئی ہے۔ حسد کے معنی میں کسی شخص میں خوبی دیکھی اس کو اچھی حالت میں پایا تو اپنے دل میں آرزو کی جائے کر نیعت اس سے جانتی رہے اور مجھے مل جائے۔

**جنازہ دیکھ کر ہو جانا مستحب ہے؟** تو حضور علیہ السلام کھڑے ہو گئے جنہی کروہ آنکھوں سے متعدد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ بہ جنازہ گزار اور جمل ہو گی۔ اور اپنے صحابہ کرام کو کھڑے ہونے کی تعلقیں کی۔ اور حدیث طحاوی کامنون ہے کہ نواہ جنازہ سیدودی کا ہر بیان فرانی کا بایا مسلمان کا چونکہ دریہ طحاوی میں فرانی دیوری کی تعریخ ہے۔ اس نے بعض نے قیام کو اہل کتاب کے ساتھ ناص کیا ہے اور بعض علماء نے فرمایا یہ برایت تمام نبی اُدم کے لیے ہے ۱۰ امام طحاوی نے فرمایا جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہوتے کی ہمیت منسوخ ہے بکیونکہ متعدد حدیثوں سے واضح ہے کہ حضور علیہ السلام جنازہ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے۔ بہترانہ تاریخ صحاح سے جو فعلی بھی ہیں اور قولی بھی (النسانی، ابن ابی جرج، بنجاری، طحاوی، ابن ابی شیبہ، یعنی حج ۲ ص ۱۷) سے کلام کم اتنی بات تو واضح ہے کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا مستحب ہے۔ نواہ جنازہ کسی کا بھی ہر مومن کا جنازہ ہے تو اس میں اس کا کلام کمی ہے اور اگر غیر مسلم ہے جنازہ ہے تو قریشتوں کے لیے قیام ہے اور موت کو بیان کرنے کی اور فرشتے بینزاڑہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔

۱۱۲ اور یہ کسی کی تنظیم کے لیے کھڑا ہوتا یا کسی بات کا دل کو احساس دلانے کے لیے کھڑا ہو جانا جائز ہے۔ اگر اجائزہ مرتا تو حضور علیہ السلام یکیں فرماتے کر ائمۃ ائمۃ الائمه علیہم السلام کے جنازہ

لئے لکین یعنی ظاہر ہے کہ ان احادیث سے زیادہ وجوب کی نہیں ہوگی۔ استحباب کی نہیں۔ پھر یہ امر بھی قابلِ مذکور کو قریشتوں یہ بینزاڑہ کو دیکھ کر کھڑے ہونے ناکہر ہے۔ یعنی کسی قولی حدیث میں اس کو کہنے کی نہیں ہوئی۔ اس نے فعل حدیث میں یہ دونوں سخون ہر جو دین کے حضور علیہ السلام بینزاڑہ کو دیکھ کر کھڑے ہوتے اور یہ بھی ہے کہ کھڑے نہیں ہوتے۔ لہذا استحبات تو اسی قریءت پاہے۔

۱۱۳ نیز تحریر شریعت: برو جھنڑت، ایک دلار کرتے نکھات۔ جماعت ائمۃ صحاح ثابتتہ تو وجوب الاقیام للحسنات فہاں بہاجماعۃ من المثلو۔ فـ الخلقہ۔

کے لیے حضور علیہ السلام نے جو قیام فرمایا تو اس کے متعلق بھی یہ فرمایا اَنَّمَا أَقْتُلُنَا اللَّهُ لِكَلَّةٍ كہیں یہ یوں کی تفہیم کے لیے نہیں بلکہ فرشتوں کے لیے کھڑا ہوا ہوں جو اس کے ساتھ ہیں۔ حدیث ابن ماجہ کا مضمون ہے کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کافر کے جنازہ کے لیے بھی کھڑے ہوں تو فرمایا۔ ان۔

تم اس کے لیے نہیں بلکہ اس کے لیے کھڑے ہوئے جو درج تسبیح کرتا ہے۔

(عینی حج ۲ ص ۱۲۱)

• اَنَّكُمْ لَسْتُمْ تَقْوُمُونَ لَهَا اِنَّمَا تَقْوُمُونَ اَعْظَامًا إِلَّا اَنَّمَا تَقْبِضُ الْأَرْوَاحُ

اور حدیث ابو داؤد کے لفظ یہ ہیں:-

لیعنی موت گھبراہٹ ہے جب جنازہ  
دکھیتو تو کھڑے ہو جاؤ۔

• اِنَّ الْمَوْتَ فِرَغٌ فَإِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُوَّمُوا

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ کافر کے جنازہ کے لیے قیام اس کی ذات کے لیے نہیں ہے بلکہ موت کو یاد کرنے اور فرشتوں کے لیے ہے۔ البنت بیت مسلم کے لیے قیام میں محبت اور اس کی سرست محبی ہے۔

• حضرت ابو عیید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوَّمُوا  
کہ جب تر جنازہ کو دکھیتو تو کھڑتے ہو جاؤ  
او جو کوئی جنازہ کے ہمراہ جا رہا ہو تو وہ  
تو پسخ رنجارے۔

• واضح ہوا کہ اگر کسی شخص پر جنازہ گزرے تو اسے کھڑا ہو جانا اچھا ہے اور زکر ہو تو بھی حرج نہیں۔ اسی طرح جب تک جنازہ رکیں رہ جائے بلکہ نہ کرو ہے۔

• جنازہ کو دکھیتو کہ جراہ ہونے کی بذیلت اس لیے ہے کہ آدمی لا پڑا سی اور بے باکی سے کام نہ لے۔ موت کو یاد کرنے اور ریختا کرے کریں دن بھر پر بھی آناء ہے۔ نیز کھڑے ہونے میں بیت مسلم کا کلام یعنی ہے:-

چکلوں کو سُخْنَةٍ ہونَ سے قَبْلِ بِجَانِ اَمْتَوْعَ ہے | بخاری شریعت کی حدیث ہے  
حضرت علیہ السلام نے فرمایا:-

لَا تَبِعُوا الْمُشَرِّكِينَ هَذَا حَتَّى | پہلی اُس وقت تک رہیج پر جب  
تک اس کی سُخْنَةٍ ظاہرہ ہو جانے۔

یہ بندُ و اصلًا حکم کے عینی پختہ ہونے کے مطابق یہ ہے کہ پھل درخت پر ندوار ہو جائیں یا سرخ زردی مائل ہو جائیں۔ جب بھل اس حالت میں ہو جاتے ہیں تو اب مگر کسی آفت کی وجہ سے ان کا ضائع ہونا، خراب ہونا یا جھپٹ جانے کا حملہ نہیں رہتا ہے بلکہ یہ ہے کہ درخت پر بھل کو پختہ ہو جانے کے بعد بچنا جائز ہے، اس سے پہلے بچنا جائز نہیں ہے۔ — اب چلوں کو درختوں پر اور حکمتی کے بیچنے کی چند صورتیں ہیں، پچھلی حکمتی جس میں غذائی بھی تیار نہیں ہوا اس کے فروخت کی تین صورتیں ہیں۔

اول: کچھی حکمتی بیچ دی کہ مشتری الہی کاٹ لے گا یا اپنے جانوروں سے چڑائے گا۔ یہ سورت جائز ہے۔

دوم: یہ کہ اس شطرپر خریدتا ہے کہ حکمتی کو تیار ہونے تک چھوڑ رکھے گا اور جب حکمتی تیار ہو جائے گی پھر کافی ہے۔ تو یہ سورت بیع فاسد کی ہے۔ کیونکہ اس شطرپ میں مشتری کا نفع ہے۔ سوم: چھر اس وقت بیع ڈالے کہ الہی نمایاں بھی نہیں ہوتے ہیں تو یہ باطل حضن ہے۔ آنکھ عام راج ہے کہ باغات کو بھل نکلنے سے پہلے ہی بیع دیتے ہیں۔ یہ بیع باطل ہے کیونکہ کیا معلوم بھل پیدا ہوں یا نہ ہوں۔

چہارم: اور اگر بھل نلا ہر گئے مگر الہی کچھی نہیں ہیں۔ ان کو بیع دیا تو یہ بیع جائز ہے۔ مگر مشتری پر درخت سے فواؤ تو طلبیاً ضروری ہے اور اگر شرط کر لی ہے کہ جب بھل تیار نہ ہوں گے پر رہیں گے تو پھر بھی بیع فاسد ہے اور اگر بلا شطر خرید لیے یعنی بھل نلا ہر ہو گئے اور خرید لیے اور یہ شطر نہیں کی کہ بھل تیار ہونے لیعنی پکنے تک درخت پر رہیں گے اور باقاعدے بعد بیع اجازت دے دی کہ تیار ہونے تک درخت پر رہتے ہو، تو اب کوئی حرج نہیں بیع جائز ہے۔ باغات اور حکمتی کو فروخت کرنے میں عام طور پر لوگ ان مسائل کا خیال نہیں رکھتے۔ علاوہ کرام کا یہ فرض ہے کہ وہ اس نوع کے مسائل سے عوام کو روشناس کرایا کریں۔

اصحاب صفة:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لِلْفَقِيرِ أَعْلَمُ الَّذِينَ أُخْصِرُوا فِي نِيرَاتِ تُوَانَ مُحْتَاجُونَ کے یہ ہے جو

سَيِّدِ الْهُنْدِ لَا يَشْتَطِئُونَ  
صَرَبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَسُهُمْ  
الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءُ مِنَ التَّعْقِفِ

راو خدا میں رو کے گئے۔ زین پر  
چل نہیں سکتے۔ لوگ ان کے نہ مانگنے  
کی وجہ سے ان کو مالا سمجھتے ہیں۔  
یہ آیت اہل صفحہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ان حضرات کی تعداد چار سو کے قریب تھی۔ بیہودت  
کر کے مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ نہ بیان ان کا معاون تھا، نقبیلہ کتبہ اور نہ ان حضرات نے شادی  
کی۔ ان کے نام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے۔ رات میں قرآن کو یہ سیکھنا، دن میں جمار  
کے کام میں رہتا۔

آیت ہذا میں ان کے بعض اوصاف کا بیان ہے۔

۱۰ انسین دینی کاموں سے اتنی فرصت نہیں کہ چل بھپر کروزی کی سکیں ۰ وہ بڑے غیور میں  
کسی سے سوال بھی نہیں کرتے۔ اس لیے ناواقف لوگ انہیں مالدار خیال کرتے ہیں ۰ ان کے  
مزاج میں تواضع و انحصار ہے۔ چھروں پر یعنی کے آثار ہیں۔ بھجوک سے زندگ زرد پر گئے  
ہیں۔ آیت ہذا مسائل ذیل مرضیتی ہے۔

۰ رُوك او رگ روگ طاکر بالگنا مومن کی شان نہیں۔ سوال کی نظر درت پڑ جائے تو عزت نفس  
کے ساتھ مانگا جائے۔ جو لوگ دینی کاموں میں صروف رہیں اور انہیں دینی کاموں سے فرصت  
نہیں ملتی کہ وہ کار و بار کر سکیں تو قوم کا فرض یہ ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو پورا کریں ۰ اسی سے یہ  
بھی واضح ہوا کہ علماء کرام کا وہ گروہ جنہوں نے اپنی زندگی کو دین کی تبلیغ و اشاعت کی لیے دفن  
کر دیا ہے۔ ان پر بعض لوگوں کا یہ اعتراض کرنا کہ یہ علماء کار و بار نہیں کرتے درست نہیں ہے۔ کیونکہ  
آدمی ایک ہی کام بحسن وجوہ سر انجام دے سکتا ہے۔ علماء کے طبقہ کو دینی امور کی صرفیت ایسی  
رہتی ہے کہ انہیں تجارت و غیرہ کے لیے وقت ہی نہیں بچتا۔ اصحاب صفحہ کی مثال ہمارے مانے  
ہے کہ یہ لوگ دین کے مبلغ اور دین کے متعلق تھے۔ اس لیے انہیں اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ اور با  
کر سکیں جحضور کے زیادۃ اقدس میں ان دین کے مبلغوں کی ضروریات زندگی مسلم قوم پوری کیا  
کرتی تھی ۰ حضورت کے وقت بھی سوال رہا تاہی افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ سبر و شکر صفت پسند  
البند قوم کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ ایسے مغلس اور غنیو افراد کی از خدا مدار و اعانت کریں جو هزارت

کے وقت بھی کسی کے سامنے ناقہ نہیں پھیلاتے بلکہ ایسے مستحق افراد کی امداد و اعانت میں ثواب زیادہ ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مردی ہے کہ بنی علیہ السلام نے فرمایا۔

راصل میں مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک نعمتے یاد لفٹے کی خواہش رکھ دیا چھراتی رہتی ہے۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو تو نگھری نہ پائے اور سوال کرنے سے شرم کرے اور لوگوں سے گردگرد اکرنا نہیں مطلبِ حدیث یہ ہے کہ مسکین کامل وہ ہے جو اس بارہ میتھت نہیں پاتا۔ سوال کرنے سے شرم کرتا ہے اور گراؤ گراؤ کرنا بھی نہیں۔ شخص بنا ہر سفید پوش ہونا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ امداد کا مستحق ہے ایسے شخص کی امداد و اعانت کا بست ثواب ہے۔	قَالَ لَيْسَ الْمُشْكِينُ الَّذِي تَرْدُدُ فِي الْأُمْكَلَةِ وَالْأُمْكَلَاتِ وَلَكِنَّ الْمُشْكِينُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غَنِيٌّ وَلِيَسْتَحْيِي وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلَّا حَافًا (ریخاری)
--	---

پاس دن کے کھانے کے لیے موجود ہوا سے سوال کرنا حرام ہے اور اگر جان کا خطرہ ہو تو جان بچانے کے لیے سوال کرنا واجب ہے۔

مال کو صنائع کرنے کی صورتیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اللَّهُ تَعَالَى نَعَنْ بَنِي بَاتِينٍ كَرِهٌ مِنْ فَنُولَيْكَنُوكو، مالَ كَوْصَنَاعَ كَرْنَا كَرْتَ سَوَالَ (ریخاری)	إِنَّ اللَّهَ كَرِهٌ لِكُمْ ثَلَاثَةٌ قَنْيُلْ وَقَالْ وَإِضَاعَةُ الْمَالِ وَكُثُرَةُ السَّوَالِ
---	---

قیل و قال۔ ففنول گفتگو جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ اضاعتہ المال کے متعدد معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ کر کھانے پینے کی چیزوں کو محفوظاً کر لینا۔ جسی کروہ گل سڑ جائیں ڈاپنے کام آئیں کسی دوسرے کے۔ یہ کر کھانے پینے، پستے اور صنے وغیرہ میں اسراfat (ففنول خرچی) سے کام لینا۔ یہ کصد و خیرات میں تو رقم خرچ کرتا ہے مگر جو قرض ہے اس کو ادا نہیں کرتا۔ حالانکہ قرض کا ادا کرنا واجب ہے۔ یہ کاپنے بیوی بچپوں کے حقوق ادا نہیں کرتا اور یوں یار و مستوں پر بڑا خرچ کرتا ہے۔ یہ سب صورتیں مال کو صنائع کرنے کی ہیں۔

کثرت سوال، کام ایک مطلب تو یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا، بچپک مانگنا اور بچپک

کو اپنا پیشہ بنالینا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فضول اور سیکار سوالات کرنا، یا جن امور پر دینیہ کی حقیقت کے معلوم کرنے کی ذرداری عائد نہیں ہوتی۔ ان کی تحقیق و تفتش کو پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال کرنے اور بحیک اگذھ سے یہ بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی رسی لے کر پہاڑ پر چلا جائے اور لکڑیاں کھٹکی کر کے ان کو زیع کرنا پہاڑ پیٹ بھرے اور صدقہ بھی کرے (بخاری)۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اپنے ہانخ سے محنت من دوری کر کے کہاں کھانا، بھیک مانگنے سے بہ حال بہتر و افضل ہے۔

بیوی یا نصرانی ہونے کی قسم کھانا جائز ہے

حضرت سید عالم نو مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم سو اکسی اور ندہب کی قسم کھانا ہے وہ اپنے قول کے مطابق ہے۔

اور جو شخص کسی نیز بمحیا سے اپنے آپ کو قتل کر دیتا ہے۔ اس کو جنم میں یہ ہی عذاب ہو گا۔	وَهُنَّ قَاتِلُ الْفَسَدَةِ بِكَجِيلَةٍ عُذَّابٌ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ
--	---

(بخاری)

من حلف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے غیر ملت اسلام کی قسم کھائی، مثلًا یوں کہا اگر میں نے فلاں کام کیا تو یہودی یا نصرانی ہو کر مروی۔ حالانکہ اس نے وہ کام کیا ہو اور بعض لیقین دلانے کیے قسم کھانا ہو تو قسم ہو جائے گی، لکھارہ لازم ہے اور غیرہ ملت اسلام کی قسم کھانا ٹری سخت ہے اور بعض سورتوں میں کافر ہو جانے کا خطرہ ہے کیونکہ جن چیز کی قسم کھائی جائے تو اس کی تنظیم ہوتی ہے۔

علام قسطلانی نے فرمایا یہودی و نصرانی کے دین کی عظمت کی بیت کر کے قسم کھائی تو یہ لفڑ ہے اور حدیث ہذا میں بھی یعنی فخر ہے کہ وہ دلیسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ پھر ملغت جو گوشت کے مانند ہی خاص نہیں ہے۔ سمجھی بات کی یہ بھی یہودی اور نصرانی ہونے کی قسم کھانا بہت بڑی بات ہے۔

خوکشی حرام ہے

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ خوکشی حرام ہے اور جس طریقہ اور

نوعیت سے خود کشی کی گئی ہے۔ قیامت کے دن اسی طریقے اور نوعیت کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ سچاری شریعت میں ہے۔ ایک آدمی زخمی ہو گیا تھا۔ زخم کی لکھیت نہ براشت کرتے ہوتے) اس نے خود کشی کر لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے بندے نے جان لکالئے میں مجہ پر جلدی کی ہے۔ اس بیے میں اس چیخت، کو حرام کرتا ہوں رنجاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
اپنا گلہ گھونٹ کر جان ختم کرتا ہے وہ  
وہ جسم میں بھی اپنا گلہ گھونٹتا رہے گا  
اور جو شخص رجھے یا تیر سے اپنی جان  
لیتے ہے وہ جسم میں بھی اسی طرح مانزا رہے گا۔

قالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ  
يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِي  
يَطْعَنُهَا أَيْطُعَنُهَا فِي النَّارِ  
(رُجَارِی)

مطلوب حدیث یہ ہے کہ خود کشی کرنے والے نے عدم صبر کا منظہ رہ کیا۔ یعنی خدا پر اپنی جان نہ چھوڑی اور یہ خیال کیا کہ وقت آنسے سے پسلے ہی مرجاں۔ حالانکہ وقت سے پہلے کوئی نہیں ملکتا۔ خود کشی کرنے والا بھی وقت میں پر ہی فرما ہے اور اس کا منزہ اسی طرح مقدر ہوتا ہے۔ جو شخص مگر اس کے باوجود خود کشی کے جرم کا ازالہ کا ب کرے تو سخت گھنکار ہے۔ اسی صورت میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ایک حدیث کا معنوں ہے کہ:-

”ایک شخص کا جنازہ لا دیا گیا۔ جس نے تیروں سے خود کشی کی تھی تو حسنون علیہ السلام

نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا بلکہ صاحب کو پڑھنے سے منع بھی نہیں فرمایا۔“

جس سے واضح ہوا کہ اگر قوم کا امام اور نیزگ کسی فاسق دن اجر کا اس لیے جنازہ نہ پڑھ کر لوگوں کو عبرت ہو تو حرج نہیں جشنو علیہ السلام نے اس شخص کی نماز جنازہ اسی لیے نہیں پڑھی تھی تاکہ لوگوں کو احساس ہو کر ایسے جرسوں کے مرتب حضور کی تشریف سے محمود ہو جاتے ہیں۔

شریعت اسلام میں سوچ کا مطلب اور اس کے حدود حضرت ام عطیہ کیتی میں ہم کو کسی مرد پر تین دن سے زیادہ سوچ کرنے سے

الا علی زفیر اربعۃ الشہر  
و عنیش اے رنجاری

منع کیا گیا مگر خادند پر چار مہینہ دس  
دان سوگ کا حکم ہے۔

حدیث میں تحد کا لفظ ہے جس کے معنی، زینت کو ترک کرنے لیئی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہ کے اور ہر زنگ اور ہر قسم کے لشیم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور بدین پا کپڑوں پر نوشہ استعمال نہ کرے نہ تبل استعمال کرے۔ اگرچاں میں خوشبو نہ ہو، جیسے روغن زینتوں اور سمرہ لگانا، لگانا کرنا، مسندی لگانا اور زعفران یا کشمیں یا گیرد کا زنگ ہوایا مسخر زنگ کا کپڑا پہنانا منع ہے (۲)، احناٹ کے زندگی سوگ اس پر ہے جو عاقل بالغ مسلمان ہو۔ اور موت یا طلاق باشن کی عدت ہو رہی (۳)، شوہر کے مرجانے پر عورت کے لیے چار مہینہ دس دن تک سوگ کرنا واجب ہے (۴)، اگر شوہر نے طلاق باشن دے دی ہے تو غورت پر عدت عدت تک سوگ کرنا واجب ہے۔ جتنی کہ اگر مرنے والے یا طلاق بینے والے نے سوگ نہ کرنے کی وجہت کر دی یا منع کر دیا تو بھی عورت پر سوگ کرنا واجب ہے (۵) کسی فرمی بی رشتہ دار کے مرجانے پر عورت صرف تین دن سوگ کر سکتی ہے۔ اس سے زائد جائز نہیں (۶) کسی کے مرنے پر غم میں سیاہ کپڑے پہنانا جائز نہیں۔ مگر عورت شوہر کے مرنے کے غم میں تین دن سیاہ کپڑے پہن سکتی ہے (۷)، سوگ کے معنی محض ترک زینت کے ہیں بکسی کے سوگ میں پینیا، مذن نوجہنا و اوبلاکرنا اور زبان سے ناشکری کے کلمات وغیرہ نکالنا ناجائز و حرام ہے (۸)، سوگ کی عورت کو غدر کی وجہ سے تبل لگانا، سمرہ استعمال کرنا، لگنگھی کرنا جائز ہے۔ مثلاً انکھیں آگئیں یا ان میں درد ہے یا سر میں درد ہے اور تبل نہ لگانے سے سر میں درد ہو جاتا ہے تو ان کا استعمال جائز ہے۔ یونہی سخت خارش ہے تو لشی کی پڑا ہیں سکتی ہے۔ یا صورت یہ ہے کہ سوائے لشی یا رنگے ہوئے کپڑوں کے اور کوئی کپڑا نہیں ہے تو انہیں سپن سکتی ہے، مگر یہ نزد درت کے وقت کے احکام ہیں۔ لہذا بعد نزد درت اجازت ہے۔ نزد درت سے زیادہ منع ہے۔ مثلاً آنکھیں بیماری ہے تو سیاہ سمرہ اس وقت لگاسکتی ہے جب کہ سفیدی سمرہ سے کام چلتے اور اگر راست میں لگانا کافی ہے تو دن میں لگانا ناجائز نہیں ہے جنہیں زینب فرماتی ہیں:-

آئی سمعت دسویل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو فرماتے ہوئے سنا ہے رجس خوت  
کا خدا اور قیامت کے دن پایاں ہے  
اس کے لیے کسی میت پر خادم کے  
علاوہ تین دن سے زیادہ سوگ منانا  
حلال نہیں۔ ماں خاوند پر چار میٹے  
وس دن سوگ مناسکتی ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ  
لِرَأْيَتِكُمْ مِنْ بِإِلَهٍ وَالْيَوْمَ  
الْأَخِرَانَ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ  
ثَلَدٍ بِثَلَدٍ أَعْلَى ذَفْرِجٍ فَإِنَّهَا  
تُحِدُ عَلَيْهِ أَدْبَعَتَهُ شَهْرٌ  
وَعَشَرًا۔ (رجباری)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں ہے مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار میٹے وس دن تک سوگ کرے۔

گھروں کو قبرستان مت بناؤ | اس مندر کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے  
مردی ہے کہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ أَجْعَلُوا فِي بُيُوْتِكُمْ مِنْ  
أَنْتُمْ مِنْ نَازِ ضَرْعَاكُورُهُ  
صَلَوَاتِكُمْ وَلَا تَتَحَدُّ وَهَا قُبُورًا

اجعلوا فی بیوو تکھر۔ علام طحاوی علیہ الرحمہ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے  
گھروں میں نفل نماز پڑھا کر دبکوں کو جب فرض نماز مسجد میں پڑھنے کا حکم دیا گیا تو مذکورہ بالا حکم  
نوافل کے ساتھ خاص ہو جائے گا۔ قَلَا تَتَحَدُّ وَهَا قُبُورًا کے معنود مطلب شاہین کرام نے  
بیان کیے۔ اولیٰ یہ کہ جیسے قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے الیسے ہی گھروں میں نماز پڑھنے  
مذکورہ نہ جائز بلکہ گھروں میں بھی نماز پڑھا کر د۔ ثانیاً یہ کہ جیسے قبروں میں میت نماز پڑھنے ذکر  
از کار کرنے کی مکلف نہیں ہے اسی طرح تم گھروں کو ذکر الہی سے خالی نہ رکھو بلکہ گھروں میں  
بھی نماز ذکر و اذکار و تلاوت قرآن کریم جاری رکھو۔ چنانچہ طلبانی کی حدیث میں فرمایا ہے

تُور و بِيُوْتِكُمْ بِذِكْرِ اللهِ | اپنے گھروں کو ایسا کرنے کے لئے مذکور رکھو۔  
اس حدیث سے یہ بھی علوم ہو کر مستفت اور نوافل گھروں میں پڑھنا افضل ہے۔ اور اگر غذشہ علی  
ہو جیسے سخت بارش ہو یا آندھی، یا نابینا ہو کہ سمجھا تک جانا و شوار ہے یا جان کا خوف ہے  
تو فرض بھی گھروں میں پڑھ سکتا ہے۔ اور مستفرادات کے لیے حکم یہ ہے کہ فرض دفنل تمام

قسم کی نمازیں مگر میں بلکہ گھر کی کوٹھری میں پڑھیں اور کوئی مسجد کا ثواب مل جائے گا۔

حدیث ہذا میں یہ فرمایا گیا کہ اپنے گھروں کو قبر نہ بناؤ۔ یعنی جسیے قبروں میں مردے نماز اور ذکر و اذکار نہیں کرتے اسی طرح تم اپنے گھروں کو ذکر الہی سے خالی نہ رکھو۔ تو اس موقع پر یہ سوال رکھیا جائے کہ دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ صالحین امت قبر بزرخ میں بھی نماز پڑھتے ہیں اور تلاوت قرآن کریم کرتے ہیں۔ پھر قبروں کو صلوٰۃ ذکر سے خالی قرار دینا کیونکہ صحیح ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ بات عالم بزرخ کی یا عالم عنیب کی نہیں ہو رہی، بلکہ اسی دنیا کی ہو رہی ہے۔ بزرخ میں صالحین امت جو ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں اول تو وہ اس کے مختلف نہیں ہوتے۔ نہایاً اس کا تعلق بھی عالم عنیب سے ہے جو ہمارے لیے محسوس و مفترہ نہیں ہے۔ تو حادیث میں قبروں کو جو ذکر الہی سے خالی قرار دیا گیا ہے تو اسی حثیت سے خالی قرار دیا گیا ہے کہ قبر میں متیت کا ذکر ہیں محسوس نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی چیز کا جس میں تعطل ہو تو بزرگی نہیں ہے کہ عالم بزرخ میں بھی اس کا تعطل ہو۔ دیکھئے عذاب قبر میں محسوس نہیں ہوتا، مگر عالم بزرخ میں اس کا وجود ہوتا ہے۔

کافروں کے نابالغ بچوں کے ساتھ اس میں علاموں کے متعارف قول میں ہے:-

**آنکھت میں کسیا معاملہ ہو گا؟** مبارک اور اسحق کا قول یہ ہے کہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ جو چاہے ان سے معاملہ فرمائے (۲۱) یہ کچھے والدین کے تابع ہوں گے۔ اگر والدین مسلمان تھے تو جنت میں جائیں گے ورنہ دوزخ میں (۳۲)، جنتیوں کے خادم ہوں گے (۲۲)، ان کا امتحان ہوگا، پھر ان کے جنتی یا دوزخی ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا (۲۳)، اخراج میں میں گے (۲۴)، اور سیدنا امام عظیم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا قول یہ ہے کہ ان کے معاملہ میں توقف کیا جائے اور انہیں خدا ہی کے پردازی سے۔ چنانچہ حدیث زیرِ بحث بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس مسئلہ کی تملک پہنچنے کے ہم مختلف بھی نہیں ہیں۔ جب خود حسنور علیہ السلام نے اس مسئلہ کو سبم رکھا ہے تو خواہ مخواہ بحث و تمحیص کا بازار کیوں گرم کیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابوسریہ سے مردی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق سوال ہوا

کہ اُن کا کیا حشر ہو گا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا :-

فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا كَرَنَے وَالْيَقْنَةَ	اللَّهُ خَوب جانتا ہے کہ وہ کیسے عمل عَامِيلِينَ (رَجَارِي)
--	--

**نزع کی حالت میں قبول کیا ہوا اسلام معتبر نہیں** | واضح ہو کر اگر کوئی نزع سے قبل اسلام قبول کرے تو یہ درست ہے۔

لیکن نزع کی حالت میں رجیک موت نظر آ جاتی ہے اور اس کا مقام اس کو دکھا دیا جاتا ہے) اسلام قبول کرنا معتبر نہیں ہے۔ نزع کی حالت میں تو فرعون بھی ایمان لے آیا تھا۔ قرآن مجید میں کہا یا

يَوْمَ يَأْتِيَ بَعْضُ أَيَّارِتْ سَرِيكَ لَا يَفْعَلُ نَفْسًا إِلَيْهَا نَهَا (النَّاسُ)	تمہارے پاس جس دن تمہارے رب کی وہ اکیٹ نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ سے کا اور حسب فرعون نے ایمان قبول کیا تو فرمایا گیا :- اَلَّا هُنَّ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ
--	--

كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (رِيزِنْ)	اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سے نافرمان رہا
--------------------------------------	---

فرعون نے بہتر نہیں قبول ایمان کا منسون تین ترتیب تکرار کے ساتھ ادا کیا تھا۔ لیکن یہ ایمان قبول نہ ہوا بپذیرہ ملا نکرا اور عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان قبول نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ حالت نزع میں جیکر منے والے کو فرشتے نظر آ جاتے ہیں۔ اور اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔ اسلام قبول کرنا بہتر نہیں ہے۔

**کسی منتبر تک حزن کو قبر میں رکھنا جائز ہے :-**

حَضْرَتْ بَرِيدَهُ اَسْلَمِيَّ نَفَقَتْ كَوْنِيَّةُ كَرَانَ کَيْ قَبْرِ پَرْ دُوَّنِيَّا لَگَانَى جَائِيْنَ	اَوْ صَطِيْنِيَّةُ الْاَسْلَمِيَّ اَثَ يَجْعَلُ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَانَ (رَجَارِي)
--	---

حضرت بریدہ اسلامی بدری سے قبل اسلام لائے۔ لیکن غرودہ بدری بن شریک نہ ہو سکے پیعت ہفوان میں شریک ہوئے۔ مدینہ کے باشندے تھے۔ پھر رہ چلے گئے۔ پھر وہاں سے جہاد کرتے ہوئے خراسان پہنچے اور مقام مردو میں بزماء بن زید بن معاوية معاویہ ۴۲ میں انتقال ہوا (۲۰ حضرت بر زید کے اس اثر کو ابن سعد نے وصل کیا۔) روایہ مستحلی میں علی قبۃ کے الفاظ ہیں۔ اسی لیے بعض

نے کہا کہ قبر کے اندر کھجور کی شاخ رکھ دیں اور بعضی نے کہ قبر کا اور پر لیکن کھجور کی شاخ کیوں کھی رکھی جائے۔ اس لیے کہ کھجور کا درخت برکت والا ہے۔ ترآن مجید میں ہے کشجر تہ طبیۃ اس سے معلوم ہوا کہ برکت والی خیڑ کو قبر میں حصول برکت کے لیے رکھنا جائز ہے۔

اور حضرت ابن عمر نے عبد الرحمن بن أبي بکر کی قبر پر ایک خیڑ لگا ہوا دیکھا تو فرمایا اے علام اس خیڑ کو اتنا رہے۔ کیونکہ اس پر پاس کے عمل ملائیں ہوں گے۔	وَرَاىَ أَبْنُ عُمَرَ فَسَطَاطًا عَلَى قَبْرِهِ إِكْبَحِيَّةً لَّا ہُوَ دِيكَحٌ فَرَمَى إِلَيْهِ عَلَامٌ أَنْزَعَهُ يَا عَلَامُ فَلَمَّا يُبَلِّغُهُ عَمَلَهُ (رجاری)
--	--

**خیڑ حضرت ام المؤمنین عالیہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبر پر قبہ بنانا جائز ہے؟** نے اپنے بھائی حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر لگایا تھا تاکہ سایہ ہے۔ حضرت عبد الرحمن عمر نے فرمایا اس کو اس تاریخ و خمیم قبر والے کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس کے نیک عمل اس پر سایہ لگان ہوں گے۔

حضرت ابن عمر کے اس اثر سے اتنی بات تو واضح ہو گئی کہ کسی کی قبر پر قبہ ای خیڑ بنایا جائے یا نہ بنایا جائے۔ اس سے مدت کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اس ثابت سے قبہ بنانا مذکور کی غلطی ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ حضن قبہ بنانا جائز ہے یا نہیں اور حضرت عالیہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو علم فقہ میں ایک ممتاز حیثیت کی ماںک میں اور جن سے احکام شرعیہ کا جو تعالیٰ حجۃ منقول ہے اور جن سے ٹرے ٹرے جدیل القدر صحابہ کرام مشکل مسائل حل کرایا کرتے تھے کیا انھوں نے خیڑ یعنی لگادیا یا اس میں کوئی حکمت بتتی؟ — اس سوال پر دیانت داری سے غور کریجئے علام سراج عسقلانی علیہ الرحمہ شارح سجارتی نے فتح الباری میں لکھا ہے:-

کہ قبر پر اس غرض کے لیے کہ زندوں کو سایہ نہ مردہ کو نہیں۔ قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔ کسی غرض صیحہ کے لیے فخر و مباحثات کے لیے نہیں قبر بنانا جائز ہے۔	حَرَبُ الْفُسْطَاطَانِ كَانَ لِعَرَضٍ صَحَّبِيَّ كَالسَّتَّرِ عَنِ الشَّمْسِ لِلْحِيَّ لَا لِإِظْلَالِ الْمَيْتِ فَقَدْ جَازَ إِذَا بَنَى عَلَى الْقَبْرِ لِعَرَضٍ صَبِيعٍ لَا لِقَنْدِ الْمَيَّاتِ حَاجَازَ رَتْقَ الْبَرِّ عَبِينَ ص: ۲۷
---	--

معلوم ہوا کہ کسی غرض صحیح کے لیے قبر پر قبر وغیرہ بنانا جائز ہے اور غرض صحیح یہ ہے کہ جو لوگ وہاں آئیں وہ حفظ وغیرہ ہے پس سکیں اور اطہیناں و آرام کے ساتھ فاتحہ پڑھ سکیں اور یہ بھی غرض صحیح ہے کہ علماء و صلحاء کی قبروں پر قبے بنائے جائیں تاکہ لوگوں کی نظر و میں ان کا وقار ہو۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ابو سیاج اسدی سے فرمایا کہ میں تجھے اس کام پر یہ بھی جوں جس پر مجھے حضور نے بھیجا تھا اور وہ کہ تو کسی تصویر کو لے مٹائے زچھڑے اور کسی قبر بلند کو لے برابر کیے؟ اس حدیث میں حسب ذمہ امر قابل غور و نکر ہیں۔

**حضرت علیؓ کو حضور نے قبروں کے**  
کہی حضور علیؓ اسلام نے حضرت علیؓ کو مسلمانوں کی قبروں کے برابر کرنے کا حکم دیا مخالف یہ بات غلط ہے۔ اول اس لیے کہ حضور کے زمانہ میں جو قبریں بنیں وہ حضور کے علم اور راجا نت سے ہی بنیں۔ کیونکہ عادت کریمہ یعنی کردہ میں شرکت فرماتے تھے۔ تو جس قدر قبور زمانہ اقدس میں صحابے بنائیں حضور کی موجودگی میں بنائیں اور موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کرام کوئی ہام حضور سے ویافت کیے بغیر کرتے تھے۔ پھر وہ کوئے مسلمانوں کی قبریں بھیں جو ناجائز طور پر اُنکی بنائیں بھیں اور ان کے مٹانے کا حکم دیا۔

ثانیاً۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضور نے حضرت علیؓ کو مسلمانوں کی قبریں برابر کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر برابر کرنے سے کیا مراود ہے؟ آیا بالکل زمین سے ہمارا کر دینا کہ نشان بھی باقی نہ رہے تو یہ سنت منوار ذر کے خلاف ہے۔

لامحال یہ ہے ماننا پڑے گا کہ حضرت علیؓ کو مسلمانوں کی نہیں بلکہ کافروں کی قبریں برابر کرنے پر امور کی گئی تھیں۔ کیونکہ قبروں کے ساتھ تقوا و برکات کی بھی اس پر دال ہے۔ یہ بیوہ و نصاریٰ ہی کی عادت یعنی کروہ تصویروں کو پرچھتے تھے۔ اس لیے حضور نے فرمایا کہ — جمال تصویر اور قبر و بھیواس کو برابر کر دو۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث میں یہ لفڑتھ ہے۔

**ام رَبْنَیٰ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
کہ حضور نے قبور شرکیں کے متعلق حکم  
**فَرَمَّاَكُرْدَهُ الْحَارِثِيَّ جَائِيُّ رَزْقَ الْبَارِجِ**

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کو مسلمانوں کی قبوں کو برابر کرنے کے لیے نہیں بلکہ مشترکین کی قبوں کو برابر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

• علامہ بدر الدین علینی شاخ بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ قبر کے پاس عُنْطَوْنَصِیحَت کی مجلس قائم کرنا جائز ہے۔ یعنی قبر کے پاس اگر کسی مصلحت کی بنا پر جلسہ کیا جائے مثلًا عُنْطَوْنَصِیحَت کے لیے تاکہ لوگوں کو فائدہ ہو یا تلاوت قرآن و ذکر کے لیے تاکہ میت کو فائدہ ہو۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ اپنے مردوان پر سورہ لیل کا ٹرھووا ابواداؤ (تویر جائز ہے)۔

قبروں پر عُنْطَوْنَصِیحَت کے لیے یا میت کو ایصالِ ثواب کے لیے تشریح سے واضح ہوا تلاوت قرآن مجید و ذکر الہی کی مجلس قائم کرنا جائز ہے کہ قبوں پر عُنْطَوْنَصِیحَت کے لیے جلسہ کرنا یا میت کے ایصالِ ثواب کے لیے اس کی قبر پر تلاوت قرآن مجید و ذکر کی مجلس قائم کرنا جائز ہے، بدعت نہیں ہے۔ الہست و جاعت کے ہاں بزرگان دین کے مزارات پر عرس کے نام سے جو مجلس قائم ہوتی ہے تو اس کا مطلب و مقصد بھی سی ہوتا ہے کہ لوگوں کو عُنْطَوْنَصِیحَت کی جائے اور میت کو ثواب پہنچانے کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ہو۔ لہذا اس قسم کی مجلس کو بعت کہنا بہت زیادتی ہے۔ ہاں اگر عرس کے نام سے لوگوں نے قبوں پر خلاف شرع کام شروع کر دیے یہیں تو اس کو منع کرنا چاہیے اور اہل سنت و جاعت حسپہ موقع و محل منع کرتے رہتے ہیں اور اپنے عُنْطَوْنَصِیحَت میں عوام کو تبلیغیں کرتے ہیں کہ عرس کا یہ طلب ہرگز نہیں ہے کہ

بزرگوں کے مزارات پر چیل کو دہوڑ لعب کانے بجائے کی مجلس قائم کی جائیں اور وہاں خلاف شرع کام کیے جائیں۔ ایسا کہ ناؤ سخت گناہ ہے بلکہ عرس کا مقصد صرف یہ ہے کہ بزرگوں کے نام پر لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں تو اس سے تبلیغ کا فائدہ اٹھایا جائے۔ لوگوں کو عُنْطَوْنَصِیحَت کی جائے۔ اور تلاوت قرآن مجید و ذکر الہی کیا جائے تاکہ میت کو فائدہ ہو۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے مردی ہے کہ انہوں نے کہا:-

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي  
هُمْ لِفَتِيعِ غَرْقَيْنِ ابْكَ جَنَازَةَ كَمَا  
لَفَتِيعَ الْعَرَفَ فَلِدَ فَأَتَانَا النَّبِيُّ  
لَفَتِيعَ كَمَا تَنَّى مِنْ نَبِيِّ اللَّهِ عَلِيِّ وَسَلَّمَ

تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور تم آپ کے  
اروگر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک  
چھتری ہتھی۔ آپ نے سر چھتریاں اور  
زمین کریں نے لکھے پھر آپ نے فرمایا تم  
تم میں سے کوئی باکوئی جان ایسی نہیں  
کہ جس کا ٹھکانا جنت یا ورخ میں  
نہ لکھا گیا ہو اور یہ یعنی لکھا گیا ہے کہ  
وہ بدجنت ہو گی یا نیک بخت ایک  
آدمی نے کیا یا رسول اللہ کیا ہم اپنی  
فترمت کے لئے ہوئے پڑھو و سرہ  
کر لیں۔ اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ ہم  
میں سے جو شخص نیک بختوں میں سے  
ہو گا وہ نیک بختوں ہی جیسا عمل کرے گا  
اور جو شخص بد بختوں میں سے ہو گا وہ بد بخت  
ہی جیسے عمل کرے گا۔ آپ نے فرمایا  
یہ ہے کہ نیکوں کی یہ نیک عمل آسان  
کریے گئے میں اور بد بختوں کی یہ بے  
عمل آسان کریے گئے میں پھر آپ نے  
راپنے ارشاد کی (ملیں یہ) سورہ واللیل کی  
یہ راست طریقی نامانِ ان علی و انعی المز

صلی اللہ علیہ وسلم فَقَدْ  
وَقَعَدْ نَاحَوَلَهُ وَمَعَهُ مُحَصَّنٌ  
فَنَسَسْ فَجَعَلَ يَكْبُثَ بِمُحَصَّنٍ  
ثُقَّ فَالَّمَانِكُمْ مِنْ أَحَدٍ  
أَوْ مَا مِنْ لَفْظٍ مَنْفَرَسَةٌ  
إِلَّا كَيْنَتْ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ  
وَالنَّارِ وَإِلَّا قَدْ كَيْنَتْ مَكَانُهَا  
مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَلَا تَدْرِ  
كَيْنَتْ شَقِيقَةً أَوْ سَعِيدَةً  
نَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ  
يَتَكَبَّلْ عَلَى كَيْنَاتِنَا وَتَنَدَّعَ الْعَمَلَ  
فَهِنَّ كَانَ مِنَّا أَهْلَ السَّعَادَةِ  
فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلٍ أَهْلَ السَّعَادَةِ  
وَمَا مِنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ  
الشَّقَاوَةِ نَبْصِيرُ إِلَى الْعَمَلِ  
أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَقَالَ أَمَا أَهْلُ  
السَّعَادَةِ وَأَمَا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ  
بِيَسِيرٍ وَنَلِعَمْ الشَّقَاوَةِ  
ثُمَّ قَدْ أَنَا مِنَّا مِنْ أَنْطَلَى وَأَنْقَى  
(الم - ربحاری)

(۱) اس حدیث میں فَقَعَدْ وَقَدْ نَاحَوَلَهُ کے الفاظ سے واضح ہوا کہ فربے فریب جمع ہو کر غلط فہیت  
کرنا جائز ہے (۲) اس حدیث کو امام بخاری نے تفسیر قدر، اور ادب میں بھی ذکر کیا ہے میں نے  
قد میں ابو راؤنے سنتے میں، ترمذی نے قدر او تفسیر میں، اثنائی تھے تفسیر میں اور ابن ماجہ نے

ستہ میں رسالہ بقیع عرقہ۔ اہل مدینہ کا قبرستان ہے۔ بقیع میدان کا نام ہے اور غقد ایک قسم کے خاردار درخت کو کہتے ہیں۔ جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ یہ درخت نواب ہاں نہیں رہے لیکن ان کا نام موجود ہے (۲) یہ حدیث تقدیر کے اثبات میں اصل عظیم ہے۔ اس میں فرقہ جبڑہ کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انسان بجپور مرض ہے اور عام لوگوں کے اس سوال کا جواب بھی موجود ہے کہ نیکی و بدی جب مقدرات سے ہے تو پھر عمل کی ضرورت کیوں؟ حضور علیہ السلام کے جواب کا خلاصہ یہ کہ اگرچہ شخص کے لیے اس کا آخری ٹھکانا دوزخ یا جہنم پہنچے ہی سے مفرر ہو چکا ہے۔ لیکن اچھے بُرے عمال سے دہانہ پہنچنے کا استثنہ بھی پسلے سے مقدر ہے اور تقدیر

**مسلم تقدیر کے متعلق ایک شبہ کی وضاحت** | الہی میں یہ بھی طے ہے کہ جو جہت میں جائیگا

جائے گا۔ اور جو جنم میں جائے گا، وہ اپنی فلاں فلاں بداعمالیوں کی وجہ سے جائے گا۔ یعنی جنتیوں کے لیے اعمالی خیر اور دوزخیوں کے لیے اعمالی بد بھی مقدر و تقریبیں۔ خلاصہ یہ کہ تقدیر کے حق ہونے پر ایمان رکھو۔ تم بندے ہو اور اللہ کی بندگی اور اس کے احکام کی تعییں کرتے رہو۔ (۲) تقدیر کے متعلق ایک وسوسہ جس کو شیطان کبھی کبھی بعض ایمان والوں کے قلوب میں بھی ڈالتا ہے یہ ہی ہے کہ جب سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہو رہا ہے تو پھر دنیا بیس کوئی اچھتے حال میں اور کوئی بُرے حال میں کیوں ہے اور آخرت میں کیوں کسی کو جہنم میں اور کسی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

ایک صاحب ایمان شخص کے لیے اس وسوسہ کو دفع کرنے کی آسان اور محض تدبیر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سارے عالم کا خالق و مالک ہونے کی حیثیت سے تمام بندوں اور ساری مخلوقات پر حکماں اختیار حاصل ہے اس کی بیانات کرے اور یقین کرے کہ ایسا مالک لیکن جو عدم سے وجود میں لابے والا، خالق و مالک و صانع ہے وہ لا شکیب ہے۔ اپنی جس مخلوق کے ساتھ جو معاملہ بھی کرے بلاشبہ وہ اس کا حقن دار ہے وہ سب کو عذاب میں مبتلا کرے تو کسی قانون سے اس کو خالی نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر سب کو رحمت سے نوازے تو یہ اس کی رحمت و خشنуш ہی ہو گی مگنیکر نیکو کارلوگ جو نیک اعمال کرتے ہیں ان کی توفیق دینے والا اور اعمال

کرنے والا بھی تو ہی ہے۔ بھر حال مخلوق کے بارے میں اگر اللہ تعالیٰ کی اس خاص حیثیت کو تھی  
طرح صحیح لیا جائے تو مومن کے دل سے یہ شبہ بالکل جانار ہے گا۔ البتہ رسول کو مطمئن کرنے  
کا طریقہ دوسرا ہو گا۔

ایک مومن کے لیے تو سیبی کافی ہے کہ اس کے مقدس رسول نے جب اپنے مقدس صحابوں  
کو مسئلہ تقدیر یہی الجھٹت ہوئے وہ کیجا تو آپ بہت غضبناک ہوئے (خشی کہ چیز واقعہ افسوس سرخ ہو گیا  
اور اس قدر سرخ ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے خداویں پر انہوں نے اپنے سرخ پورا یا گیا ہے) اور فرمایا۔

کیا تم کو یہی حکم دیا گیا ہے کیا میں تماں  
لیے یہی پیام لا بایا ہوں کہ دفتر جسیے  
ہذا کشیدہ پر بحث کرو (خبردار پسلی  
امتنیں اسی وقت ہلاک ہوئیں جبکہ  
اُنہوں نے اس مسئلہ میں جھٹ و بحث  
کو اپنے طریقہ بنایا، میں تم کو اسی قسم دیتا ہوں

فَقَالَ أَيْهُدَ أَمْرَتُمْ  
أَيْهُدَ أَمْرَسِّلُتُ إِلَيْكُمْ مَا تَنَاجَيْتُمْ  
هَلْذَكَ مَنْ كَانَ تَقْبِلَ كُمْ حِينَ  
تَنَازَعُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ عَرَفْتُ  
عَلَيْكُمْ عَرَفْتُ أَنَّ لَا تَنَازَعُوا  
فِيهِ۔ (رسانی)

کہ اس مسئلہ میں ہرگز جھٹ اور بحث نہ کرو۔

ویکھیے مسلمانوں کو حضور نے ہماریت دی کہ تقدیر کیا مسئلہ بلاشبہ بہت مشکل اور نازک ہے  
لہذا مومن کو چاہیے کہ اگر یہ مسئلہ اس کی مجھ میں نہ آئے تو بحث و جھٹ دکرے بلکہ اپنے دل و راغ  
کو اس مطہرین کر لے کہ اللہ کے صادق و مصدق رسول نے اس مسئلہ کو اسی طرح بیان فرمایا ہے  
لہذا ہم اس پر ایمان لائے۔ تقدیر کیا مسئلہ تو اللہ کی صفات سے تعلق رکھتا ہے تایریخ شاہ  
ہے کہ امیر محمدیہ میں اعتقادی مگر اہمیوں کا سلسلہ اسی مسئلہ سے شروع ہوا۔ البتہ ایک مومن کی  
طرح قطعی ایمان رکھتے ہوئے صرف الطینان قلبی کے لیے کسی اہل سے سوال کر لے تو اسکی ممانعت  
نہیں ہے۔ — بھر حال ایک مومن کے لیے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک  
سے زیادہ مطمئن کرنے والی اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور حق یہ ہے کہ صرف تقدیر یہ کہ تنام ایمانیات  
پر ایمان اسی صورت میں معتبر ہوتا ہے جبکہ اس پھر پھر اس لیے ایمان لایا جائے کہ وہ بات حضور  
سیدنا اصلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ہے۔

**کیا اچانک موت آ جانا بارے ہے** | اچانک موت آ جانے کو نہ ہوا پر اسکے معا جاتا ہے۔ بگریہ بات صحیح نہیں ہے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے بحضور نبی عرض کی میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ ان کو بولنے کی مددت ملتی تصدقہ (کی وصیت) کرتیں۔ تو اگر ان کی طرف سے میں صدقہ کروں تو ان کو ثواب ہو گا۔ حضور نے فرمایا ہاں ہر بخاری)

یہ شخص حضرت سعد بن عبادہ ہیں ان کی والدہ کا نام عمرہ نھا۔ — معلوم ہوا کہ اچانک موت آ جانا مکروہ نہیں۔ نیز حدیث عائشہ وابن مسعود جسے ابن ابی شیبہ نے رایت کیا، کامیضوں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اچانک موت آ جانا مومن کے لیے راحت اور فاسق کے لیے افسوسناک ہے (عینی ح ۲۷۳) اور وہ جو حدیث ہیں آیا کہ حضور ایک خستہ دیوار کے قریب ہوئے توجہ دی سے گزر گئے اور فرمایا میں اچانک موت کو مکروہ سمجھتا ہوں تو ان دونوں حدیثوں میں جمع یوں ہے کہ اچانک موت اس شخص کے لیے افسوسناک ہے جس نے نیک عمل کیے ہوں اور لوگوں کے اس رخصی ہو جو وہ پورے تک رسکا ہو۔ کیونکہ اگر وہ کچھ دیر یا رہتا تو ممکن ہے تو برکتیا یا حسیت کر جاتا۔ اس کے عکس جو مومن صالح ہے اس کی موت خواہ اچانک ہو یا بدیریاں میں کراہت نہیں ہے۔

اور حدیث، بخاری سے یہ بھی واضح ہوا۔ ایصالِ ثواب عینی قرآن مجید یا درود شریف یا کلم طیب یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا جائیں ہے۔ عبادت مالیہ ہو یا بدینہ مرض ف نفل سب کا ثواب دوسروں کو پہنچایا جا سکتا ہے اور یہ کہ زندگی کے ایصالِ ثواب پر مددوں کو نفع پہنچتا ہے اور ایصالِ ثواب کو بعد عدت کہتا بہت زیادتی ہے جو حضرت الانس فرماتے ہیں کہ میں نے بحضور نبی عرض کی ہم مردوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ان کی طرف سے صدقہ کرتے

اور حج کرتے ہیں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے جواب دیا۔ بے شک ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے اور وہ اس طرح خوش ہوتے ہیں

وَتَنْصَدِّقُ عَنْهُمْ وَنَجِعُ فِيْهِمْ فَهُلْ يَصِيلُ  
ذَالِكَ فَقَالَ إِنَّهُ لَيَصِيلُ إِلَيْهِمْ  
وَلَيَفْرُخُونَ كَمَا لَفَرَخُ أَحَدٌ كُفُّرٌ  
بِالْهَدِيَّةِ رَأَى حَبَّانَ (عینی ح ۲۲۲)

جسے تم کو مددیر دیا جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔

**آنٹاریکس سے برکت حاصل کرنا جائز ہے؟** حضور مسیح عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یعنی کہ جب سفر کے لیے روانہ ہوتے یا کسی سرکر میں ترکت فرمائے تو جہاں قیام ہوتا وہاں نمازِ پڑھنے کے لیے ایک جگہ مخصوص فرمائیتے تھے۔ اصحاب مسیح مخصوص جگہوں کو مسجد ہی سے موسم کرنیتے ہیں۔ اگرچہ مسجد نقشبیہ ہمیں ہوتی ہے تو سفر میں حضور علیہ السلام نے جس جگہ نمازِ پڑھی صحابہ کرام نے ان مقامات پر طور پر ادا کرنا ذرکر کے لیے سجدہ بنادی۔ چنانچہ اسکے وہ مسیحی ہمیں اس نوع کی مساجد لا ج بھی موجود جس سے واضح ہوا کہ صالحین کے آثار سے برکت لینا اور اسے مبتک سمجھنا جائز ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ و مدینہ کے ان مقامات کو ڈھونڈ کر نماز ادا کرتے تھے جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی۔

**شرف الرحمہ** ایک مقام ہے جو مدینہ سے ۲۶ میل پر واقع ہے (سلم شرف)

حضرت علیہ السلام نے فرمایا شرف الرحمہ جنت کی راہیوں میں سے ایک دادی ہے اور مجوس سے پہلے، ابتدیا کرام نے یہاں نمازِ پڑھی ہے جو حضرت مولیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کے ارادہ سے یہاں سے گزارے تھے۔ حافظ ابن حجر و علام عینی نے لکھا ہے کہ حضرت

ابن عمران مقامات کو جہاں حضور نے نمازِ پڑھی منتظر و مبتک جانتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے ایک سفر میں دیکھا کر لوگ ایک جگہ کی طرف درڑے جا رہے ہیں۔ پوچھا تو بتایا گیا بنی علیہ السلام نے اس حجکر نمازِ پڑھی ہے لوگ بھی وہیں نمازِ پڑھنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اپنے فرمایا جب نماز کا وقت یہاں آ جاتے تو پڑھلو، ورنہ گزر جاؤ۔ اہل کتاب اس لیے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے آشنا رہنمی کو ڈھونڈا اور وہاں گر جئے اور چرچ را تخد وہاکنالس و بعجا، بنا لیے ظاہر آشنا رہنمی کو سندا کا پتہ نہیں۔ علاوه ازیں اس سے آشنا صلحائی تعظیمہ ہے۔ یہ ایک روایت ہے جس کی سندا کا پتہ نہیں ہوتی۔

چنانچہ علام عینی و حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے لکھا:-

حضرت عمر نے یخال کیا کہ بعض لوگ عمر، انداختی ان پر لزوم

کیمیں اس کو واجب سمجھ لیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر صنی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا رشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ حضور علیہ السلام یا کسی بزرگ نے نماز پڑھی ہے، اسی جگہ نماز پڑھنے کو فرض یا واجب سمجھنا منوع ہے لیکن بطور تبرک وہاں قصداً کر کے جانا اور نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام نے اس کو سپرد فرمایا اور اس پر عمل کیا ہے (فتح الباری دینی حج ۲ ص ۲۶۵)، بلکہ مستحب ہونا چاہیے۔ کیونکہ صحابہ نے آثارِ نبوی سے برکت حاصل کی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ علام ابن تیمیہ نے اس مفہوم کی احادیث کے باخث لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے تو ان مقامات پر اتفاقاً نماز پڑھی تھی۔ لہذا اگر کسی کو ان مقامات پر اتفاقاً نماز کا موقع آجائے تو پڑھنے لیکن ایسے مقامات کو ٹھوڑا نظر ہو کر وہاں نماز پڑھنا درست نہیں ہے لیکن زیارت ہے اب ان تیمیہ حضرت عبد اللہ بن عمر صنی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو نہیں بڑھ سکتے۔ جب ایک صحابی جلیل اقدر نے ان مقامات پر برکت کے حصول کے قصداً کر کے نماز پڑھنے تو اس کے جواز میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس پڑھی اگر تیمیہ سختی کریں تو یہ ان کی ذاتی رائے ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر کے مقابل اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ علاوہ ازیں ایک حضرت عبد اللہ بن عمر کیا معتقد و صحابہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثارِ مبارکے سے برکت حاصل کی ہے۔ معتقد و صحابہ کو حضور علیہ السلام کو محسن اس لیے اپنے گھر لے گئے تاکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کسی جگہ نماز ادا کریں اور صحابہ نے اسی جگہ کو بطور تبرک نماز پڑھنے کے لیے مقرر کیا یہ سب صحابہ غلطی پر بختم؟

اسی طرح سالم بن عبد اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے صحابزادے ہیں۔ ان کی نسبت ابو عمران ہے

قریشی عدوی مدنی ہیں۔ فقہاء مدینہ سے ہیں اور تابعین کے سرخیل ہیں۔ ۱۳۸ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ یہ سبی اس مقامات کا قصداً کر کے نماز پڑھنے تھے۔ جمال حنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور رب العالمین اپنی جبیں نیازِ حجہ کاٹی تھی یہ پھر صحابہ میں سے کسی نے ان حضرات کے فعل پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ صحابہ کا اعتراض نہ کرنا بھی جواز کا بہت ہی اہم دلیل ہے۔

حضرت ام عطیہ کنتی میں جب ہم حضور کی ما جزا دی کو غسل دے چکے تو حضور علیہ السلام نے اپنا تمہنہ مبارک دیا اور فرمایا اش්عَةَ الْمَلَائِكَہ اس میں میت کو لپٹ دو۔ ناکری پڑا میت کے جسم سے مل جائے۔ علامہ عینی اور علامہ فروضی اور ویرگیر شاحدین نے یہ قصہ تحریک یہ حدیث ائمہ صالحین سے بُرَّت لینے کی اصل ہے اور اس سے واضح ہوا کہ صالحین کے لباس اور ان کے تبرکات سے بعد موت قبر میں بھی بُرَّت لینا مستحب ہے اور اس کو بیدعت و حرام و نما جائز کہنا باطل و مردود ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے اپنے عمل سے امت کو ائمہ صالحین سے بُرَّت لینے کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ مشکوہ با غسل المیت میں ہے کہ حضور نے عبد اللہ بن ابی کو قبر سے نکلا کہ اس پر اپنا العاب مبارک ڈالا تھا اور اپنی قمیص پہنناٹی کھتی — ابو قیم نے سعزف اصحاب میں اور ولیمی نے منند الفروع میں ابتدی حسن حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی کی والدہ فاطمہ زینت اسکو اپنی قمیص میں کھفن دیا اور کچھ دریان کی قبر میں خود لیٹے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پر بوجھی تو فرمایا ہے۔

فیصل اس لیے پہنائی کر ان کو حبخت  
کمال اس ملے اور ان کی قبریں اس لیے  
لیٹا تاکہ ان سے قبر کی نگاہ دوڑ جو۔  
سچاری سچی بیس ہے کہ امکی شخص

إِنَّ الْبَشَرَةَ لِتُلَيِّسَ مِنْ شَيْءٍ  
الْجَنَّةُ وَاصْطَبَجَتْ مَعَهَا  
فِي قَبْرِهَا إِلَّا حَقِيقَةٌ عَنْهَا عَنْ  
ضَغْطَةِ الْقَبْرِ.

نے حضور سے تہبید مانگ لیا اور کہا انہاساً ایٹھے لتوکون کھنی یہ تہبید شریف تو میں نے اس  
لیے انکا کمریا کھن ہو، غرضک مخدود صبح حدیثوں اور آثار صحابہ سے یہ بات واضح ہے کہ  
بزرگان دین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا چاہزے ہے۔

و سو سے منافی ایمان نہیں ادنی کا دل انکار و خیالات کا گنجینہ ہوتا ہے۔ ماحول کے اثرات سے منا شہر کو دل میں طرح طرح کے خجالات آیا کرئے ہیں جتنی کہ جسمی ایسے خیالات و خطرات بھی دل و دماغ کو پریشان کرتے ہیں۔ جو شرعی نقطہ نظر سے علحدہ و مکافرہ ہوتے ہیں۔ ایسے خیالات و خطرات کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب بخیالات

وسوس کی حدائق رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر مواجهہ و معاشرہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب یہی خیالات و خطرات و سوس کی حدیسے بڑھ کر اس شخص کا قول و عمل اور عقیدہ بن حائل تو پھر ان پر مواجهہ نہیں ہوتا ہے — حضور علیہ السلام نے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت سے دل  
کے برے خیالات اور وسوسوں کو مت  
کر دیا ہے۔ ان پر کوئی مواجهہ نہ ہوگا  
جب تک ان پر عمل نہ ہو اور زبان  
سے نہ کہا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ  
میں سے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر  
ہوئے اور آپ نے دریافت کیا کہ ہمارا  
حال یہ ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے دلوں  
میں ایسے برے خیالات اور وسوسے  
پاتے ہیں کہ ان کو زبان سے کہنا بھی  
بجست برا اور بہت بھاری معلوم ہوتا  
ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا کہ واقعی تمہاری یہ حالت ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں یہی حال  
ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو خالص ایمان ہے۔

یعنی اگر کسی شخص کی یکفیت ہو کر وہ دین اور شریعت کے خلاف وساوس سے اتنا بھروسے  
و رالیسا پر شیان ہو کر زبان سے ادا کرنا بھی اس کو گواہ ہو تو یہ خالص ایمانی یکفیت ہے۔

عَنْ أَبْنَى عَيَّاً سِنِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
حضرت عبد الدّهٰن عباس سے اُمّت  
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَةً رَجُلٍ  
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

رَأَى اللّٰهُ تَحْاوِزَ عَنْ أُمّتِنِي  
مَا وَسُوسَتِ بِهِ صَدُّرُهَا  
مَالَمْ تَعْدِلْ بِهِ أَوْ تَسْكُلْمُ۔  
رواہ البخاری  
ومسلم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَاجَةً  
نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ كَانُوا  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نَسَأَلُوهُ رَأَيَا تَحْجُدُ فِي أَنفُسِنَا  
مَا يَتَعَاذْلُ حُدُودَ أَحَدٍ نَا أَنْ يَتَكَلَّمُ  
بِهِ؟ قَالَ أَوْقَدَ وَجْدَ تَمُورَهُ  
قَالُوا نَعَمْ! قَالَ ذَلِكَ صِرْبَجُ  
الإِيمَانَ۔

حضرت میں ایک شخص حاضر ہوا اور  
عرض کی کہ سچی بھی میرے دل میں ایسے  
بُرے خیالات آتے ہیں کہ جل کو ملہ نہ ہا  
مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں  
اُن کو زبان سے نکالوں؟ اس پر  
فَقَالَ إِنِّي أُحَدٌ مُّنْفَسِي بِالشَّئْعَ  
لِأَنَّكُونَ حَمِيمٌ أَحَدٌ إِلَى  
هِنْ أَنَّ الْكَلْمَ بِهِ قَالَ أَلْحَمْ  
إِنَّهُ اللَّهُ أَمْرَكَ إِلَى الْوَسْطَ  
(رواہ ابو داؤد)

آپ نے فرمایا اللہ کے لیے حمد ہے جس نے اس کے معامل کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا۔  
مطلوب یہ ہے کہ جب تمہارا یہ حال ہے کہ تم کو خلاف اسلام خیالات و خطرات اس تدریج  
تکلیف پہنچاتے ہیں تو اس پر فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اپنے رب کریم کا شکر ادا کرو کہ  
اس کے نصل و کرم اور اس کی دستیگیری نے تھمارے دل کو ان بُرے خیالات کے قبول کرنے سے  
بچایا اور بات و سوسہ کی حد سے اگے نہ پڑھنے دی۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم  
میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے  
اور کتنا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا  
کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ رہیا  
تک کسی سوال رہا اللہ کے متعلق بھی  
دل میں ڈالتا ہے کہ جب ہر چیز کا کوئی  
(رواہ البخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْثَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَا أَيُّ الشَّيْطَانُ أَحَدٌ كُفَّرٌ فَيُقْتَلُ  
مَنْ خَلَقَ كَذَّا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَّا؟  
حَتَّىٰ يُقْتَلَ مَنْ خَلَقَ رَبِيعَ فَإِذَا  
بَلَغَهُ فَلَيُسْتَعِذَ بِاللَّهِ وَلِيُشْتَدَّهُ۔

پیدا کرنے والا ہے تو پھر اللہ کا پیدا کرنے والا کوئی ہے۔ اس سوال کا سلسلہ جب  
بیان نکل پہنچے تو چاہئے کہ بنوہ اللہ سے پناہ مانگے اور کر جائے۔  
مطلوب یہ ہے کہ اس قسم کے وسو سے اور سوالات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور  
جب شیطان اس قسم کے جاہلہ: سوالات دل میں ڈالے تو اس کا علاج یہ ہے کہ بنوہ شیطان کے  
شر سے پناہ مانگے اور اس سکے مقابل توجہ والائق عنور ہی رکھجے۔ ایک اور حدیث حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے۔ اس میں فرمایا:-

لگوں میں ہمیشہ فضول سوالات اور  
چون وچرا کا سلسہ جاری رہے گا۔  
بیان تک کہ یہ احتمال سوال بھی کیا جائے گا  
کہ اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق کو سیدا کیا  
ہے تو ہر الشکوں تے پیدا کیا ہے؟  
پس جس کو اس سے سابق پڑے وہ یہ

لَا يَرَى إِلَّا النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى  
يُقَالَ هَذَا أَخْلَقُ اللَّهِ الْمُخْلَقَ  
فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ ؟ فَمَنْ وَجَدَ  
مِنْ ذَالِكَ شَيْئًا فَلَيَقُلْ أَمْنَثَ  
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
رَوَاهَا الْجَارِي وَمُسْلِمٌ

کہ کہربات ختم کرنے کے بعد پاوس کے رسولوں پر میرا ایمان ہے۔

مطلوب یہ ہے کہ بعض اوقات یہی سوالات محدث نظریات رکھنے والے افراد کی طرف سے  
بھی ہوتے ہیں۔ اور مومن کو چاہیے کہ جب اس لیے لوگوں اور ایسے سوالوں سے سابق پرے تو یہاں  
یہ کہ ختم کرنے کے بعد اور اس کے رسولوں پر میرا ایمان ہے اس لیے ہمارے لایعنی اور عمل سوالات بالکل  
قابل غور نہیں ہیں جس طرح کسی آنکھہ والے کیلئے یہ سوال فابل غور نہیں ہے کہ سوچ جیں روشنی ہے نہیں۔

کسی مقدس حکمہ دفن ہونے

نجاری شریعت کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے جب مکمل الموت  
کی آرزو کرنا چاہزہ ہے

صَلَّةَ فَفَقَاءَ عَيْنَهُ فَرَجَعَ إِلَى  
رِتْبِهِ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَنْدَلَا  
يُرِيدُ الْمَوْتُ فَرَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ  
عَيْنَهُ وَقَالَ أَرْجِعْ فَقُلْ لَهُ  
يَضْعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَرِيرَ فَلَهُ  
يُكْلِ مَا عَطَتْ يَهُ يُدْعَهُ يُكْلِ  
شَعْرَنِي سَهَّلَ قَالَ أَمَّا رَدَّ ثُمَّ  
مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ  
فَالآنَ

طاپنچہ مارا اور ان کی آنکھوں پورا والی  
آنکھوں نے بحضور خداوندی عرض کی  
تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا  
جومانا نہیں چاہئے اللہ نے ان کی آنکھ  
درست کر دی اور فرمایا بحضور موسیٰ  
پھر جاؤ اور کہو کہ ایک بیل کی پیٹ پر  
ہاتھ رکھیئے جتنے بال ان کے ہاتھ  
کے نیچے آئیں گے اتنے برس اور زندگی  
رہیں گے رفرشتے نے ایسا ہی کیا)۔

حضرت مُوسیٰ نے عرض کیا پھر اس کے بعد؛ حکم ہوا پھر موت۔ انہوں نے کہا یعنی ہمی۔

پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی  
محجوک بیت المقدس سے ایک تھرکی  
مار کے لقدر زد دیک کر دیے۔ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر می  
وہاں ہوتا تو تم کو حضرت مُوسیٰ کی قبر  
تلاد دیتا۔ راستہ پر سرخ ٹیکے کے  
پاس ہے۔

فَسَأَلَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُذَيِّنَهُ  
مِنَ الْأَرْضِ الْمُقْدَسَةِ رَشِيهَ  
رَجَحِيْ قالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْكِنْتُ ثُرَّ  
لَادِيْكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ  
الطَّرِيقِ عَنْ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ  
رَجَحِارَكَتِ

اسے حدیث میں آنِ بَيْنَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقْدَسَةِ کے الفاظ ائے ہیں جس سے واضح ہوا کہ جیسے زندگی میں مسیوں کی مصاحبت باعث برکت و رحمت ہوئی ہے اسی طرح مرنے کے بعد جو اوصال حیں میں وہن بونا جسی باعث برکت و رحمت ہونا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ارض مقدس کے قریب دفن ہونے کی دعا اسی بیسے فرمائی ہے کہ وہاں انبیاء کرام و صالحین کی قبریں بھیں۔ اور اس لیے بھی کہ لوگ مقدس مقامات پر بالقصد جاتے ہیں اور وہاں کے دفن شدہ افراد کے لیے دعا کرتے ہیں۔ علماء عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ:-

جناب موسیٰ علیہ السلام نے یہ عاًسی  
لیے کی کہ بیت المقدس کو بنا اوصال حیین  
کے مزارات کی وجہ سے فضل حاصل  
ہے تو انہوں نے ان کی مجاہرت کو  
پسند فرمایا جیسے زندگی میں صالحین  
کی مصاحبت پسند ہوئی ہے اور  
اس لیے بھی کہ لوگ متبرک مقامات کا  
غصہ کر کے جلتے ہیں اور وہاں کی قبروں  
کی زیارت کرتے ہیں اور ان کیلئے دعا کرتے ہیں۔

إِنَّمَا سَعَلَ ذَلِيلَ لِفَضْلِ مَنْ  
دُرِّضَ فِي الْأَرْضِ الْمُقْدَسَةِ  
مِنَ الْأَنْدِيَاعِ وَالصَّالِحِينَ  
فَأَسْتَحْبَتْ لِهِ جَأْوَرَتْهُمْ فِي  
الْمَحَابَاتِ كَعَافِ الْحَجَابِ وَلَدَّ  
النَّاسَ لِيَقْصُدُونَ الْمَوَاضِعَ  
الْفَاضِلَاتِ وَمَيْزُونَقَبُورَهَا.  
وَبَيْدَ عُونَ لِأَهْلِهَا۔

(عینی ج ۲ ص ۱۲۵)

• حضرت مولیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حضرت ملک الموت لباس بشریت میں آئے تھے اپنی اصلی صورت میں نہیں آئے تھے۔ اور حضرت مولیٰ علیہ السلام نے ان کو پہچانا بھی نہیں سمجھا۔ جب آپ نے ایک اجنبی شخص کو اپنے پاس دیکھا تو آپ کو غفران کیا اور آپ نے ایک تھپر طمار دیا اور حضرت ملک الموت کی صورت بشری کی انکھوں پر ٹکوٹ گئی۔ اس سے حضرت مولیٰ علیہ السلام کی بارگاہ الہی میں قدر و منزلت کا انعام ہوتا ہے اس وقت حضرت مولیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس برس کی تھی۔

• یہاں دوسرا پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت ملک الموت بحضور مولیٰ با مرالہی قبضہ روح کے لیے آئے تھے۔ حضرت مولیٰ نے ان کو پہچانا نہیں اس لیے تھپر طمار دیا۔ میکن سوال یہ ہے کہ جب حضرت ملک الموت بحکم الہی قبضہ روح کے لیے آئے تھے تو پھر تھپر طمار حکم الہی کی تعییں کیجئے بغیر کیوں والپس ہو گئے۔ دوم یہ کہ موت کا وقت مقرر ہے۔ اس میں کسی بیشی نہیں ہو سکتی۔ پھر حضرت مولیٰ سے یہ کہوں فرمایا گیا کہ بیل کی پیٹ پر باختر کھیجے۔ جتنے بال آپ کے ہاتھ کے پنجھے آجائیں گے۔ اتنے برس آپ اور زندہ رہیں گے۔ جب موت کا وقت مقرر ہے، تو اس میں کسی بیشی کیسے ہوتی۔ جواب یہ ہے یہ جو کچھ پڑھو اتفاق راست ہی سے تفا۔ یعنی سیدنا مولیٰ علیہ السلام کے حق میں ایسے ہی لکھا گیا تھا کہ پسلے ملک الموت آئیں گے۔ پھر ان کے ساتھ منکورہ بالا محاملہ ہو گا وہ بارگاہ الہی میں پہنچیں گے۔ پھر حضرت مولیٰ سے منکورہ بالا بات کی جائے گی۔ اس کے بعد وہ لقادر الہی کو پسند کریں گے۔ اور ان کی روح مبارک قبضہ کی جائے گی۔ اور سوال اول کا جواب یہ ہے کہ حضرت ملک الموت کو صرف اسی قدر حکم دیا گیا تھا کہ وہ بحضور مولیٰ علیہ السلام حاضر ہوں اور قبضہ روح کا قصد فرمائیں۔ پھر اگر حضرت مولیٰ علیہ السلام قبضہ روح کو پسند نہ کریں تو والپس ہو جائیں۔ چنانچہ ان کو جدیداً حکم دیا گیا اسی کی تعییں فرمائی۔ یعنی حضرت ملک الموت کا قبضہ روح کے لیے آنا۔ پھر بغیر قبضہ روح کے والپس ہو جانا۔ دونوں ہی حکم الہی تھے۔

قبو صما الحمد کے مزدیک مسجد بنانا جائز ہے بخاری شریف کی ایک حدیث کا مضمون  
ہے کہ حضرت ام سلروام حبیب نے بحضور نبوی ایک گرجے اور اس کی توہینوتی اور دہان کی تصویریں کا حال بیان کیا تو حسنون علیہ السلام نے فرمایا۔

ان لوگوں کا مستور تھا کہ حبِّ اُن میں  
کوئی نیک آدمی سرجاتا تو اُس کی قبر  
پر مسجد بنائیتے۔ پھر ان کی تصویریں بنکر  
مسجد بیٹیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک  
یہ عام مخلوق ہے بُرے ہیں۔

فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتُوا  
لَمْ يُحِلِّ الْعَصَابَةَ بِنَواعِلِ قَبْرِهِ  
مَنْجِدًا أَلْمَصْوَرُوا فِيهِ تِلْكَ  
الصُّورَةِ وَأُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ  
عِنْدَ اللَّهِ (مخاری)

یہ اور اس معنوں کی دیگر حدیثوں سے یہ استدلال کیا جانا ہے کہ بزرگان دین کے مزارات  
کے قریب مسجد بنانا اور ان میں نماز پڑھنا حرام و ناجائز اور بدعت ہے۔ لیکن یہ استدلال باطل  
مُعْنَف ہے۔ کیونکہ محسن ترجیح سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں لقب تبرک کسی  
بزرگ کے مزار کے قریب مسجد بنانے کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ قبیر انبیاء مسجد بنانے اور ان میں  
صلحیں کی تصویریں رکھ کر ان کو پوجنے کی ممانعت ہے۔ حدیث کے لفظ ملاحظہ فرمائیے۔  
حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں :-

”ان کا مستور تھا کہ حبِّ اُن میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا تو وہ اس کی قبر پر  
مسجد تعمیر کرتے اور اس میں اس کی تصویریں بنلتے۔“

دیکھیے نفس ترجیح سے واضح ہے کہ یہود و نصاریٰ کا قبور صلحیں پر مسجد بنانا ان قبور یا تصویر  
کی عبادت کے لیے تھا۔ وہ قبور پر مسجد بناتے تھے اور ان کی تصویریں کو پوجتے ہٹتے جحضور علیہ السلام  
نے ان پر ممانعت فرمائی اور بے شک یہ بات مستحب تھی لعنت ہے بھی۔ — لیکن اس سے لقب  
تبرک کسی بزرگ کی قبر کے قریب اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مسجد بنانے کی مخالفت ثابت نہیں  
ہوتی۔ چنانچہ ائمہ و محدثین کرام نے بھی ان احادیث کا یہی مطلب لیا ہے۔  
چنانچہ شارح سخاری حضرت علام ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمۃ فتح الباری میں لکھتے ہیں:-

بیضاوی نے کہ جبکہ یہود و نصاریٰ  
ایمیا علیهم السلام کی قبور کو بریت  
تنظيم سجدہ کرتے تھے اور ان قبور کو قبلہ  
بنکر فمازیں ان کی طرف — گزیرہ

(۱) قَالَ الْيَهُودِيُّ لِلَّهَ كَانَتِ الْيَهُودُ  
وَالشَّعَادِيُّ لِيَسْجُدُونَ وَنَلْقَوُ الْأَنْبِيَا  
تَغْظِيمًا لِشَانِهِمْ وَيَخْلُو لَهُمَا  
قِبْلَةٌ يَتَوَجَّهُونَ فِي الصَّلَاةِ

کرتے تھے اور انہیں بُت بن کر پوچھتے۔ تو اللہ و رسول نے ان پر بحث فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن جس شخص نے کسی صالح کے مزار کے قریب بقصدِ تبرک مسجد بنائی اور شیعیت تعظیم نما زادس کی ہے تو پڑھی وہ اس و عیدیں احل نہیں و جعلیں یہ ہے کہ یہ و عیدیں لوگوں کو شامل ہے جنہوں نے انبیاء و صالحین کی قبروں کو تعظیماً مسجد بنایا ہے اسکے اہل جاہلیت کا عمل تھا۔ جس میں بھتی بڑی تھے وہ ان کی عبادت ہی کرنے لگے اور یہ و عیدیں کو بھی شامل ہے جو صحنیں کی قبریں اکھاڑکران کی جگہ مسجدیں بنائیں یہ مانعت انبیا اور ان کے تبعین کے ساتھ خاص ہے۔ کفار کی قبریں کھونے میں حرج نہیں۔ کیونکہ ان کی اہانت میں حرج نہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۷)

قبوں میں نمار کی کراہت جس سے نماز قبر کے ادپر یا قبر کی طرف یاد و قبوں کے درمیان واقع ہوا اور اس مسئلہ میں ابو مژندع عنوی کی حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام

مَنْهُوْهَا وَالْتَّخْذَ وَهُمْ أَقْنَانًا  
لَعْنَهُمْ وَمَنْعَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ  
عَنْ مِثْلِ ذَلِكَ قَالَ مَنْ اتَّخَذَ  
مَسْجِدًا فِي جَوَارِصَالِعِ وَقَصَدَ  
النَّبْرَكَ بِالْقُرْبَ مِثْلُهِ لَا لِتَعْظِيمِ  
لَهُ وَالتَّوَجُّهُ مَنْهُوْهَا فَلَآيَهُ خُلُّ  
فِي ذَلِكَ الْوَعِيدَ۔

(۱) وجہ التعلیل آن الرعید  
عَلَى ذَلِكَ مَتَنَاؤلٌ مَنْ تَخَذَ  
قُبُوْرَهُمْ مَسَاجِدًا تَعْظِيْمًا وَمَعًا  
لَا لَهُ كَمَا صَنَّمَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ  
جَرَّهُمْ ذَلِكَ إِلَى عِبَادَتِهِمْ  
بِتَنَاؤلٍ مِنْ اتَّخَذَ أَمْكِنَةً وَ  
قُبُوْرَهُمْ مَسَاجِدًا بِإِنْ تَنَدَّشَ  
وَتَرْهِي عِظَامُهُمْ فَهُدَا يَخْتَصُّ  
بِالْأَنْبِيَاءِ وَلِيَحْقِّ بِهِمْ أَثْيَاعُهُمْ  
وَمَا مَا الْكَفَرَةُ فَإِنَّهُ لَا حَرَجَ فِي  
تَبَرِّقِ قُبُوْرِهِمْ إِذَا لَأْخَرَجَ فِي اهَاتِهِمْ  
(۲) نیز اس میں ہے وَعَلَى يَكْرَهِهِ مِنْ  
الصَّلَاوَةِ فِي الْقُبُوْرِ بِتَنَاؤلٍ  
مَا إِذَا وَقَعَتِ الصَّلَاوَةُ عَلَى الْقَبْرِ  
أَوْ إِلَى الْقَبْرِ أَوْ بَيْنَ الْقَبْرَيْنِ  
وَفِي ذَلِكَ حَدَّ يَتَشَدَّرُوا مُهْسِلِهِ

وَالسَّلَامُ نَفْرَايَا كِتَابُ الْقُرْبَانِ پُرَنْ مِنْجُو،  
ان کی طرف یا ان کے اوپر نماز و طہر صور  
دِ امامِ ابن حجر فرماتے ہیں، مگر یہ حدیث  
بخاری کی شرط پر نہیں اس لیے ترجیح  
ہیں اس کی طرف اشارہ کیا اور ان کے  
ساقوٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر  
وارد کیا جو دلالت کرتا ہے کہ یہ ہی  
نمایا کے فضائی مقتنی نہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان  
لوگوں پر حکم فرمائی جو قبروں کے اوپر  
مسجد بناتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ  
مراد ہیں جو قبر کی طرف بقصد تعظیم  
مسجدہ کریں۔

قبروں کو مسجد بنانے سے قبل وہ  
کی طرف سجدہ کرنا مراد ہے! اس کی دو  
صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خاص قبروں  
کو سجدہ کیا جائے اور ان کی عبادت  
مقصود ہو، جیسے بت پرست کرتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادت الہی  
ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ نماز و عبادت میں  
ان قبور کی طرف منز کرنا اقرب و رضاۓ  
الہی کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کے  
نزدیک اس کا بلا مرتبہ ہے۔

هَنْ طَرْقٌ أَبِي مَرْثِدِ الْعَنْوَى  
مَرْفُوعًا لَا تَجِلِّسَا عَلَى الْقَبْرِ  
وَلَا تَقْبِلُوا إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا قُلْتَ  
وَلَيْسَ هُوَ عَلَى شَرْطِ الْبَخَارِيِّ  
فَأَشَارَ إِلَيْهِ فِي التَّرْجِمَةِ وَأَدَدَ  
مَعَهُ أَثْرَ عُمَرَ الدَّالِّ عَلَى  
أَتَّ الْتَّهْيِى عَنْ ذَالِكَ لَا يَقْتَنِى  
مَسَادَ الصَّلَاةِ رَفْعَ الْبَارِى ج ۲ ص ۲۶۴  
۳۔ وَالْمُتَخَنِّينَ يَنْ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ  
وَالسَّرِّاجَ لِعْنَتَ كَرَدَهِ اسْتَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَانِرَهَا  
كَمِيَّهِ زَدِرِ قَبْرِ سَجَدَ عَنِي سَبِيلِ زَدِرِ كَانَ  
بِحَاجَتِ قَبْرِ قَبْصَدِ لَقَظِيمِ رَافِعَتِ الْمَعَامَتِ ۲۶۵  
۴۔ مَرَادَ اَذْنَاقَوْ قَبْرِ رَسَاجِدِ سَجَدَهُ كَرَدَهُ  
بِحَاجَتِ قَبْرِ اسْتَ وَابِي هَرَوْ وَلَقَيْرِ  
مَتَصُورِ اسْتَ يَكِيَّهُ آنَّ كَرَسِجَهُ لَقَبِيرِ  
كَنَدِ وَمَصُورِ وَهَبَارِتِ آنَّ دَارِنَهَنَچَهَ  
بَتِ پَرَسَانَهُ لَيْ پَرَسَنَهُ

دوں آنکہ مقصود و منظور عبادت مولیٰ  
تعالیٰ دارندیکن اعتماد کنند کہ تو جو مقبرہ  
البیشان در نماز و عبادت موجود تر  
و رضاۓ و سے تعالیٰ اسْتَ مَوْقِعَ غَلِيمِ  
اسْتَ نَزِدِ خَنِ تعالیٰ از جست اشتمنا

کیونکہ پاں اللہ کی عبادت اور انبیاء کی  
غایت تعلیم پر مشتمل ہے بیویوں  
طريقے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں  
پہلا شرک جعلی اور کفر خالص ہے اور  
اور دوسرا شرک خفی پر مشتمل ہے اور  
ان میں سے ہر تقدیر پر عن منوجہ ہے  
اور انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف  
تعلیم و تربیت کے ارادہ سے نماز  
پڑھنا حرام ہے اور علماء میں سے  
اس میں کسی کو خلاف نہیں۔

لیکن ان کی قبر کے نزدیک نماز  
کے لیے کوئی مسجد بنائے بغیر اس کے  
کر نماز میں ان قبروں کی طرف مزکریں  
اس لیے کہ وہ جگہ جو ان کے جسد پڑھنا  
مدفن ہے اس کی برکت سے اور ان

کی روحاںیت و فورانیت کی اولاد میں

(اشتعال المراجح ص ۳۶۶) چاری عبادت کامل و مقبول ہواں میں کوئی حرج اور کچھ ممانعت نہیں۔

آنکہ کلام و محدثین عظام کی ان تصریحات سے آنکاب نیم روز کی طرح واضح ہو گیا کہ یہود و  
نصاری انبیاء و صالحین کی قبور کو بنیت تعلیم سجدہ کرتے تھے۔ اور ان کی قبور کو قبلہ بنانے کی  
طرف مذکور کے نماز پڑھتے تھے۔ اور انہیں بُنَت بنانے کو پوچھتے تھے۔ حضور علیؑ اسلام نے ان  
پر لعنت فرمائی ہے اور اس سلسلہ کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ بزرگوں کی قبروں کو پوجنا اور  
خدا بنانی شرک جعلی ہے۔ اسی طرح قبروں کو مسجدہ بنانا یا قبروں کی طرف مذکور کے نماز پڑھنا  
بھی منور ہے۔ لیکن کسی زرگ کے قریب بنیت تبرک مسجد بنانا اور برینت رکھنا

وے عبادت و سالغہ در تعظیم نبی  
وے ایں ہر دو طریقہ نامنحوی و نامترفع  
ست اول خود شرک جعلی و کفر صریح  
ست و ثانی نیز حرام و منور از  
اشتمال بر شرک خفی در بر تقدیر یعنی  
متوجہ است و نماز کردن بجانب قربی  
یا مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم حرام است  
وہیچ کس راز علماء اور آشلاف غیریت  
اما اگر قریب قرب ایشان مسجد سے بنانے  
تنا نماز گزارند تو جذب بجانب آسی برکت  
مجاہدت باں موضع کر مدنی جسد مطہر  
ایشان است و فورانیت بالمدانوں و نیت  
روحانیت ایشان عبادت کمال قبول  
یا بدھنٹوے درین حالازم نہیں آید و ہاتا کے  
نذر اور

کریے جگہ ان کے جسدِ مطہر کا مدفن ہے۔ ان کی بُرکت سے اور ان کی روحانیت و نورانیت کی امداد سے ہماری عبادت کامل و قبول ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور حدیث مذکورہ میں اس کی قطعاً مخالفت نہیں ہے۔

• حسن بن حسین بن علی کے انتقال کے بعد ان کی بیوی رفاطہ بنت حسین نے ان کی

صَرَبَتْ أَمْرَاتُهُ الْقُبَيْتَ عَلَى  
قَبْرِهِ سَنَةً ثُلُّ دُفَعَتْ سَمِيعًا  
صَاعِجًا يَقُولُ هَلْ وَحْدَهُ وَآمَا  
فَقَدْ فَاجَابَهُ أَخْرَبُلَ بَيْسُوا  
فَانْقَبَبُوا (بخاری)

قبر پر ایک سال شک قبیلے بنائے کھا پھر اٹھایا۔ اس وقت ایک پیر نے والے کی آواز سنی۔ وہ کتنا تھا انھوں نے جن کو کھو یا تھا، ان کو پالیا؟ دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ انہیں پرکار لوتھے۔

• یہ حسن سیدنا امام حسن کے صاحبزادے تھے۔ ۹۶ھ میں وفات پائی۔ اور اپ کی زوج فاطمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی بھیں۔

• علام رملی فاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ نے قبرِ حباب کے جمع ہوئے اور ان کی قبر پر نکلا دست قرآن و فاتحہ کے لیے بنایا تھا اور ان کے اس فعل کو شخص بے قابلہ قرار دینا اہل سنت کی شان کے خلاف ہے۔ پھر یہ کہ اس مسلسل کی جو حدیث ہے ان میں صاف صفا نظر ہے کہ قبر کو مسجدہ کا ہ بنا نامنوع ہے۔ لہذا فریضہ عمارت اس غرض کے لیے بنائی جائے۔ کہ اس کو لویجا جائے، یہ من nouع ہے۔ مخصوص عمارت یا قبر بنانا من nouع نہیں ہے۔ • ہاتھ غلبی کی نہ ایں اس امر کا اندازہ تھا کہ نواہ فیروز یا یا گھر بار چھوڑ کر قبر پر پیٹھر ہو جو چلا گیا ہے وہ اب واپس نہیں ہو سکتا۔ حضرت عائشہ سے مردی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
بْنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَا إِلَيْهِ اسْ  
بِيماری میں کرجس میں انتقال ہوا فرمایا۔

دَسَّأَهُ قَالَ فِي مَرْصَدِهِ الْمَنْزِلِ

لَهُ الظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا جَمَاعَ لِالْأَحْيَابِ لِذَكْرِ وَالْقُرْآنِ وَحْضُورِ الاصْحَابِ بِالْمَخْفَةِ أَمَا حَمْلُ  
دِعْلَمًا عَلَى السَّهْدَدَثِ، الْمَكْرُورَةِ فَخَيْرٌ لِأَنَّهُ لِصَبْرِيْعِ اهْلِ الْبَيْتِ رَمَّاتِ بَابِ الْبَكَارِ

مَاتَ فِيهِ لَعْنَ اللَّهِ الْيَهُودَ وَ  
النَّصَارَى إِتَّخَذُوا قُبُرَ النَّبِيِّنَ أَهْمَمَ  
مَسَاجِدَهُنَّا ثَلَاثٌ وَلَوْلَا دَائِكَ  
لَا يُشَرِّقُ قَبْرٌ بِعِنْدِهِ أَحْشَى  
أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا (رَجَارِي)

اللَّهُ تَعَالَى کی ہیوں و نصاری پر عنت  
ہو کر انہوں نے اپنے نبیوں کی قبور  
کو مسجد بنایا ہے۔ حضرت غالش رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ یہ درست ہوتا  
ہوا اپ کی قبر سبارک کھلی رہتی ہیں، میں  
ڈرتی ہوں کہ کہیں آپ کی قبر کو مسجد بنایا جائے۔

علامہ حجج عقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ ہیوں و نصاری انبیاء کرام کی قبور کو تعظیماً سجدہ  
کرتے تھے اور اس کو قبلہ بن کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ اور ان قبور کو انہوں نے بنار کھانا  
اس لیے حضور علیہ السلام نے ان پر عنت فرمائی۔ اس سے واضح ہوا اس عرض سے ذیرہ وغیرہ  
بنانکر قبر کی عبادت کی جائے اس کی طرف سجدہ ہو ممنوع و ناجائز ہے۔

**قبوں کو مسجد و گاہ زینایا جائے**

حضرتو رسید عالم تو مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
ان لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ حسب ان میں کوئی نیک

آدمی مر جانتا تو اس کی قبر کو مسجد و گاہ  
قرار دے لیتے اور اس میں ان کی  
تصویریں بنانکر لکھتے۔ قیامت کے  
دن اللہ کے حضور یہ لوگ بدترین  
مخلوق ہوں گے۔

فَقَالَ إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا مَاتُوا فَلَا يُهُمْ  
الرَّجُلُ الصَّالِحُ هُنَّا هُنَّا عَلَى  
قَبْرِهِ مَسْجِدٌ أَوْ صَوْرَةٍ فِيهِ  
الصَّوْرَةُ ذَلِيلٌ كَشَاهِ الْخَلْقِ عِنْهُ  
اللَّهُ يُؤْمِنُ بِالْقِيمَةِ (رَجَارِي)

علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہیوں و نصاری انبیاء کرام کی قبور کو مسجدہ تعظیمی  
کرتے تھے اور انہوں نے ان قبور کو قبلہ بنایا تھا۔ اور ماہ میں انہیں کی طرف متوجہ  
ہوتے تھے اس قسم کے معبدوں میں بزرگوں کی تصویریں رکھدی تھیں جن کو پڑھتے تھے۔ اس  
وجہ سے انھیں ملعون قرار دیا گیا۔ علام ابن البطان نے کہا ہے ہیوں و پر عنت اس لیے آئی کر انہوں  
قبوں اور تصویریں کو الہ بنا یا تھا (لَا تَخَذُوا هُنَّا الْقَنِيبُونَ وَالصُّورُ الْمُهَبَّةُ)

فَامَّا مَنْ اتَّخَذَ مَسْجِدًا فِي جَوَارِ  
مگر کسی بزرگ کی قبر کے حوار میں نہ رکا

مسجد بنانا کا اس کی نزدیکی ہو جائے  
تعظیم کے بیساور قبر کی طرف توجہ کے  
لیے نہیں تو ایسا کرنا (حدیث زیریکش  
کی) وغیرہ میں داخل نہیں ہے۔

صالح و قصد التبرک بالقرب  
منه لا للتعظيم له ولا للتعظيم  
له ولا للتوجه اليه فلا يدخل  
في الوعيد المذكور (عین ح ۲۵ ص ۳۵)

• اور علام طیبی نے فرمایا کسی بزرگ کے جوار میں تبرکہ مسجد بنانا جائز ہے دیرجی فیہ  
النفع ايضاً او راس سے نفع کی امید ہے      ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حدیث  
زیریکش کا مطلب یہ ہے کہ قبروں کو سجدہ کرنا، ان کو پوچھنا، ان کو قبلہ بنانے کی طرف مُنْه  
کر کے نماز پڑھنا منسوب ونا جائز ہے اور سید پرعنۃ اسی وجہ سے آئی ہے کہ وہ بزرگوں کی قبروں  
کو پوچھنے لگ گئے تھے۔ لیکن اگر محض تبرک کے لیے کسی بزرگ کے مقام کے قریب

نمایاں میں حرج نہیں اور کراہت اس صورت  
میں ہے جبکہ قبر سامنے ہر اور مصلائی اور قبر کے درمیان کوئی شے سترة کی قدر حاصل نہ ہو۔ درمیان اگر قبر  
داہستہ باشیں بایا تپھے ہو یا بقدر سترة کوئی چیز حاصل ہو تو کچھ بھی کراہت نہیں (علام علی یعنی غنیمہ)  
مسلمانوں کی قبروں کو سما کرنا ناجائز ہے      علام عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے، جو

ہوئے ان کی قبروں کو کھوڈ کر وہاں مسجد بنالینا جائز ہے۔ کیونکہ عنوان میں ہل "استفهام قبری"  
کے لیے ہے اور قبیوں میں کھوڈ کر وہاں مسجد بنانا لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔  
کیونکہ قبروں کو کھوڈ والئے میں ان کی تعظیم نہیں بلکہ توہین ہے۔ لیکن مسلمانوں کی قبروں کو  
کھوڈنا خواہ وہ انبیاء و کرام کی ہوں یا دیگر مسلمانوں کی ناجائز ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی حرمت  
و عزت، احیات و محانت دونوں حالتوں میں قائم رہتی ہے۔ علام عینی کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

عنوان سے بینا بیت ہے کہ انبیاء کرام اور دیگر مسلمانوں کی قبروں کو کھوڈنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے میں ان کی توہین ہے اور	نیستفادہ منہ عن در حیات نبیش قبور غیر ہمدر سواع کان قبور الانبیاء و قبور غیر ہمدر من المسلمين لما فیہ
--	--

مومن کی عربت و حرمت زندگی اور  
موت دونوں حالتین میں قائم  
رہتی ہے۔

من الا هافۃ

لَهُمْ فَلَا يَجُوزُ ذَالِكُ لَات  
حرمة المسلم لا تزول

حَبِّيَا وَمِيتَا۔

عینی ج ۲ ص ۳۵

• حضرت علامہ حافظ ابن حجر نے فرمایا جو کلمہ مشرکین کی عنده اللہ کوئی عربت نہیں۔ اس لیے  
لوقت ضرورت ان کی قبروں کو توڑ کر مسجد بنائی جائز ہے۔ لیکن انبیاء کرام اور مسلمانوں کی قبروں  
کو کھو دنا جائز نہیں۔ یہ بونکر اس میں ان کی تذییل ہے اور یہ ناجائز اور حرام ہے۔ (فتح الباری)  
لِفَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لِعَنِ اللَّهِ الْيَهُرُدِ الْمَخْذُوذَا  
قَبُوْرَ رَأْبِيَّا وَهُمْ مُسْجِدٌ (رجاری)

قبوں کو مسجدہ گاہ بنالیا۔  
قبوں پر زبل بھیو اور زان کی طرف ناز  
پڑھو۔

لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُوْرِ وَ  
لَا تُصْلِّوْا عَلَيْهَا عِنْبِي ج ۲ ص ۳۵  
الْأَرْضُ قَبْلَهَا مَسْجِدٌ إِلَّا  
الْمُقْبَرَةُ وَالْحَمَامُ (ترمذی)

تمام زمین مسجد ہے۔ اس پر نماز  
درست ہے مگر مقبرہ اور حمام۔

بخاری شریف کی مندرجہ ذیل حدیثوں سے اس  
مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے:-

(۱) حضور علیہ السلام عبد اللہ بن ابی کے  
گردھے میں ڈالے جانے کے بعد تشریف لائے اور اس کو نکالنے کا حکم دیا۔ آپ نے اس کو اپنے  
گھٹشوں پر کھا، لعاب مبارک اس پر ڈالا اور اپنا کمرٹ اس کو پہنچایا۔ (رجاری)

عبد اللہ بن ابی کے بیٹے حضرت  
عبد اللہ (جو مسلمان تھے) نے عرض کی  
یا رسول اللہ میرے باپ کو اپنا وہ  
کرتہ پہنادیجھئے جو اپ کے ہجوم مبارک

دفن کے بعد مریت کو ضرورت نکال کر  
دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے

يَارَسُولَ اللَّهِ أَلِسْتَ إِنِّي قَمِيشِكَ  
الَّذِي يَلِي حِلْدَكَ قَالَ  
سَفَيْنُ فَيَرِدُنَ أَنَّ الشَّيْءَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَسَ

عَبْدَ اللَّهِ قَمِيْصَةً مُكَافَّاً  
لِمَا صَنَعَ (بخاری)  
کہا لوگوں کا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کو واپس کرنے کے لیے پہنچا یا نھا  
کیونکہ اس نے حضرت عباس کو کرتہ پہنچا یا نھا۔

(۳۴) حضرت جابر نے کہا جب غزوہ احمد کا وقت ہوا تو مجھ کورات کے وقت میرے والانے  
بلکہ فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہونے والے صحابیین سب سے پہلے  
میں شہید ہوں گا اور میں اپنے بعد اپنے عورتی و انارب میں سے، بجز نبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی ذات مبارک کے تجوہ سے زیادہ عزیز کوئی نہیں چھوڑ رہا۔ اور مجھ پر کچھ قرض ہے  
 وہ ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہنا جب صبح ہوئی تو سب سے  
 پہلے وہی شہید ہوئے۔

اور میں نے ایک اور صحابی کے ساتھ  
ملکران کو دفن کر دیا۔ چھ ماہ کے بیان  
کی لاش قبر سے نکال تو جوں کے توں  
جیسے رکھے تھے ویسے ہی رکھے سائے  
کان کے۔

وَدَفَنْتُ مَعَهُ أَخْرَى فِي قَبْرِهِ  
ثُمَّ كُمْ تَطْبِقُ نَفْسِي أَنَّ أَنْذَكَهُ مَعَهُ  
أَخْرَى فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سَنَةٍ  
أَشْهُرٌ فَإِذَا هُوَ كَبُوْمٌ وَضَعُّهُ  
هُنْدِيَّةٌ غَيْرُ أُدُنِّهِ (بخاری)

ان حدیثوں میں فاستخرجهتہ کے الفاظ سے واضح ہوا کہ اگر صیت کو دفن کر دیا ہے  
 تو لبضورت نکال کر دوسرا جگہ دفن کرنا جائز ہے اور بلکہ ضرورت منوع ہے اور یہ جو بعض  
 لوگوں کا طریقہ ہے کہ خواہ مخواہ بطورِ امانت دفن کر دینے ہیں۔ بچھوڑاں سے نکال دوسرا جگہ دفن  
 کرتے ہیں ایہ ناجائز ہے رافضیوں کا طریقہ ہے ————— ان دونوں حدیثوں میں  
 کسی ضرورت کی وجہ سے دفن کے بھائی دوسرا جگہ دفن کرنے کا ذکر ہے۔ پہلی حدیث میں ابن  
 ابی کو تمییز پہنانے کے لیے اور دوسرا حدیث میں حضرت جابر کی تطبیب تدبیک کے لیے اخراج  
 صیت کا ذکر ہے۔ اس سے علاوہ نے یہ استدلال فرمایا۔

۱۰۔ اگر دسرے کی زمین میں بلا جاصلت بالک دفن کر دیا گیا وہ زمین شفعتیں لے لی گئی یا فکر کو

سیلاستے نقشان پنچ رہا ہوتا میں صورت میں میت کو نکال کر دوسرا جگہ دفن کر سکتے ہیں اسی طرح کسمی کمال اگرچہ وہ ایک ہی درہم قبر میں رہ گیا، یا کسمی عورت کو زیور سرگیت دفن کر دیا گیا ہو تو دوبارہ قبر ہو دکروہ مال یا زیور نکال سکتے ہیں۔ لیکن خواہ دیکھنے کے لیے قبر ہونا منوع ہے (۲۷) بعض لوگ محض اس لیے دوسرے شہر میں لاش اٹھاتے جاتے ہیں کہ یہ دہاں کا باشندہ ہے۔ اکثر علماء نے اس کو بھی منوع فرار دیا ہے۔ بہتر اور افضل یہی ہے کہ جس شہر میں انتقال ہوا ہے اسی شہر میں دفن کر دیا جائے (۳۰) عبدالعزیز بن ابی راس المناقیبین تھا حضور نے اس کو جو قمیص پہنایا اس میں ایک تو ان کے صاحزادے عبداللہ کی لہجتی مقصود بھی جو مسلمان ہو گئے تھے اور دوسرے بدکے دن جب قیدی پکڑے ہوئے آئے تو ان میں حضور کے چاعباس بھی تھے اور ان کے بدن پر کوتہ نہ تھا۔ عبداللہ بن ابی اپنائکرتاں کو پہنادیا تھا۔ حضور نے اس کا بدک رچکا نے کے لیے اپنا کرنہ اس کو پہنادیا تاکہ کافکا احسان نہ رہے (۳۱) حضرت جابر کے والد حضرت عبد اللہ بن علیہ السلام کے سچے عاشق اور جانشیر تھے۔ نیک غیتی کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اکفار سے لڑتے اور شہید ہو گئے۔ ان کو مشترک دیا گی تھا۔ یعنی کان اور ناک کاٹ دیتے گئے تھے۔ پنج سے لوکا حصہ باقی چھوڑ دیا تھا۔ یہ ان کی کرامت بھی کہ شہادت کی اطلاع اخنوں نے پہنچے ہی دے دی بھی۔ پھر جب ان کی لاش چھوڑا بعد کمال گئی تو بالکل ترقیت نہ صیح سالم بھی۔ البتہ کان کا وہ حصر جو باقی رہ گیا تھا، ذرا خراب ہو گیا تھا۔ نیز حضرت جابر سے مردی ہے کہ حضور علیہ السلام نے شمد میں احمد کے حق میں فربایا کان کو غسل نہ دو۔ ان کا خون تیامت کے دن مشک کی طرح خوشبو دے گا (مسند احمد) اس حدیث سے غسل نہ دینے کی حکمت معلوم ہو گئی۔

عورت کو قبر میں کون آتا ہے اس سلسلہ کے متعلق بخاری شریف کی ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادوی ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قبر میں آتا رہے کے لیے حضرت ابو طلحہ کو حکم فرمایا تھا۔ — جس سے واضح ہوا کہ کلہزورت پر سیز کاراجبی کے آتار نے میں مصلحت نہیں۔ واضح ہو کہ عورت کا جنازہ آتا رہے والے مجامی ہونے چاہیں ایسے ہوں تو دیگر شرط نہیں، بھی نہ ہوں تو پھر پر سیز کاراجبی بھی آتا رہ سکتا ہے۔ واضح ہو کہ ایک قبر میں ایکستے زیادہ بلا ضرورت دفن کرنا جائز نہیں۔ اگر ضرورت ہو

تو ایسا کر سکتے ہیں۔ مگر دو تینوں کے درمیان مقیٰ وغیرہ سے آڑ کر زینی چاہیے۔ چنانچہ حضرت جابر  
سے مردی ہے کہ حضور نے غزوہ احمد کے شہیدوں کو دوسرا ایک قبر میں دفن فرمایا رجباری غرض  
جگہ کی کمی اور دو رانِ جنگ ایسا کر سکتے ہیں۔

**لحد افضل ہے** | رکھنے کی جگہ کھو دیں جس کو بغلی قبر کہتے ہیں اور توسری صندوق نماقبر  
لحد سنت ہے۔ اگر زمین اس قابل ہوتو یہ کریں۔ چنانچہ بخاری باب الصلوٰۃ علی الشہید کی حدّ  
میں یہ ہے کہ "حضرت علیہ السلام نے منشد کے احمد کے بیٹے الحمد کو دوائی۔ پھر آپ دریافت فرماتے  
کہ ان میں کس کو قرآن مجید زیادہ یاد رکھا، تو جس کے متعلق بتا یا جانا اس کو آپ لحد میں پسلے رکھتے  
او جس نے اس سے کم پڑھا ہوتا اس کو بیچھے رکھتے تھے۔ امام بخاری نے حضور کے اس فعل سے  
یہ استدلال فرمایا کہ بغلی قبر افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام فاری قرآن کو لحد میں رکھتے تھے۔  
• امام بخاری نے فرمایا بغلی قبر کو لحد اس بیت کہتے ہیں کہ میں کروہ ایک کن رہ میں ہوتی ہے۔  
رسورہ کہف میں "ملحد را" لحد سے ہے۔ یعنی پناہ کا گوشہ۔ اگر سیدھی صندوق نماقبر ہو تو اس کو  
ضرر نہ کہتے ہیں۔

**شہید کو غسل دیا جائے اور اس منشد کے متعلق بخاری شریف میں دو حدیثیں مردی  
ہیں۔ حدیث جابر جس میں شہید کے لیے نمازِ حزاوہ کا ذکر ہے۔ اسی بیٹے آئمہ میں یہ منشد مختلف فیرے ہے۔  
امام شافعی و مالک و الحنفی کا مسلک یہ ہے کہ شہید کی نمازِ حزاوہ نہ پڑھی جائے جیسے کہ اس کو کھن  
نہیں دیا جانا۔ اور ولیل ان کی حدیث جابر ہے۔ اور سیدنا امام عظیم ابوحنیفہ، ابن ابی لیبلی،  
حسن بن حسی۔ عبداللہ بن حسن، سیمان بن موسی، سعید بن عبد العزیز، اوزاعی، ثوری اور اہل حجاز  
و امام ابو یوسف و محمد و امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ شہید کی نمازِ حزاوہ پڑھی جائے اور ولیل ان  
کی حدیث عقیب ہے (۲)، اصطلاح فرقہ میں شہید اس مسلمان عاقل بالغ طاہر کو کہتے ہیں جو لطفِ علم  
کسی آزاد جاہر سے قتل کیا گیا ہو اور فتنہ قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو اور دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو  
شہید کا حکم یہ ہے کہ غسل نہ دیا جائے۔ ولیسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے۔ شہید کے بدن**

پر جو چیزیں از قسم کھن نہ ہوں اُتار لی جائیں۔ مثلاً مہتمیا رٹوپی وغیرہ (۳) شید کو اس کے پکڑوں میں خون میں لٹ پت دفن کیا جائے۔ اس کو غسل نہ دیا جائے، لیکن نمازِ طہی جائیگی۔ (۴) جب ہر میت کے لیے قبر کھودنی مشکل ہو، جیسے جنگ اور رو بارے زمانے میں مشکل ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ایک ہی قبر میں کئی مردے دفن کرنے جائز ہیں۔ سیدنا امام ابوحنیفہ والک کا بھی یہ ہی مسلک ہے۔ حتیٰ کہ عورت و مرد کو ایک ہی قبر میں نکورہ بالا عذر کی موجودگی میں فن کر سکتے ہیں (۵)، دفن اور کھن میں قرآن کے عالم کو تزییح دی جائے گی۔ مثلاً سب سے پہلے اس کو کھن دیا جائے گا۔ اسی طرح اُبھی اس کو تزییح ہوگی۔ اور اگر سب ہی عالم دین ہو تو پھر درع، تقویٰ اور عمر کی زیادتی و جبر تزییح قرار پائے گی (۶)، شید کا مرتبہ و مقام بہت بلند ہے۔ حضور قیامت کے دن اس کے گواہ ہوں گے۔

واضح ہو کہ شید کے غسل نہ دیے جانے پر سب کا اتفاق ہے۔ البنت حسن لہری و سعید بن سبب کا قول ہے کہ شید کو غسل دیا جائے۔ — لیکن اس قول کی مکروہی حدیث بخاری سے ہو جاتی ہے جس میں ہے حضور علیہ السلام نے شہادت احاد کے متعلق فرمایا:-

اَذْفُنُ هُنْمَ فِي دِمَائِلِهِنَّ	ان کو خون میں لٹ پت ہی دفن کرو
(بخاری)	اوہ ان کو غسل نہیں دیا۔

واضح ہو گلی قبر بنانا جبکہ زمین میں بن سکے افضل ہے۔ ولیے صندوق ناقبر بنانا بھی جائز ہے۔ حضور کے نامہ میں دونوں قسم کی قبر کھونے والے موجود تھے۔ لیکن آپ نے ان کو منع نہیں کیا۔ جس سے الحدا و شستہ دونوں قسم کی بنانے کا جواز ثابت ہوا۔ البنت الحمد یعنی نعلیٰ قبر افضل ہے۔ گیوں کلم حضور علیہ السلام نے بحالت جنگ بھی لغای قبریں نیوائی تھیں۔

نیز جناب ابن عباس سے مرفوغاً مردی ہے کہ الحدا و شستہ اور شستہ دونوں کے لیے۔ یعنی الحدا یعنی لغای قبر کی موئید ہے۔

کفن کس کے ذمہ ہے؟ واضح ہو کہ اگر میت کوچھ مال جھپٹ سے تو کھن اسی کے مال سے دیا جائے۔ قرض، وصیت اور میراث ان سب کے لئے مقدم ہے اور دین وصیت پر اور وصیت میراث پر۔ یعنی سب سے پہلے میت کے مال سے کھن مہیا کیا جائے گا۔ اس

کے بعد اس کا فرض ادا کیا جائے گا۔ اس کے بعد صحتیت کی ہے تو وہ پوری کی جائے گی۔ پھر اگرچہ جدائے توارثہ میں تقسیم ہو گا۔

(۱) صحتیت نے بال نہیں چھپوڑا تو کل芬 اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ نہیں ہیں صحتیت کا لفظ تھا۔ اور اگر کوئی ایسا نہیں جس پر لفظ واجب ہوتا، یا ہے مگر نادار ہے تو کل芬 صحتیت کا المال سے دیا جائے اور صحتیت کا المال بھی نہ ہو تو وہاں کے سلامانوں پر کل芬 دینا واجب ہے۔

(۲) عورت نے اگرچہ بال چھپوڑا اس کا کل芬 شوہر کے ذمہ ہے۔ اور اگر شوہر مرد اور اس کی عورت مالدار ہے جب بھی عورت پر اپنے شوہر کا کل芬 واجب نہیں ہے۔ صحتیت کو کل芬 دینا فرض کیا ہے۔ کل芬 کے تین درجے ہیں۔

**کل芬 ضرورت:** یہ مرد و عورت کے لیے وہ ہے جو میسر آجائے۔ اور کم اتنا تو ہو کر سارا بدن ڈھک جائے۔

**کل芬 کفایت:** مرد کے لیے دو کپڑے ہیں۔ لفاف، ازار۔ اور عورت کے لیے تین۔ لفاز، ازار، اور حصی یا لفاف، قمیص، اور حصی۔

**کل芬 سُنت:** مرد کے لیے تین کپڑے ہیں۔ لفاف، ازار، تمیق۔ اور عورت کے لیے پانچ۔ لفاف، ازار، قمیص، اور حصی، سینہ بند (۲)، بلا ضرورت کل芬 کفایت سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔

حضرت علیہ السلام ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس رورہی تھی۔ اپنے فرمایا، اللہ سے دُر اور صبر کر، وہ کہنے لیا، کو پہچانا نہیں۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ بنی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی۔ وہاں دربان وغیرہ کوئی دعما۔ وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے آپ کو سچانا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا:-

صبر تو صدر سپنچے کے شروع میں ہی ہوا کرتا ہے۔	اتمًا الصَّبَرُ عِنْدَ الصَّدَّامَةِ الْأُولَى
---	---

دیکھئے! حضور نے اس خانوں کو قبر کی زیارت سے نہیں روکا بلکہ نوح کرنے سے منع فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے۔ اف ۱۱ اسی سے یہ بھی واضح ہوا کہ قبروں کی زیارت کے لیے قصد کر کے جانا بھی جائز ہے۔

(۴) دوم یہ کہ روپیٹ کر صبر کرنا صبر نہیں ہے۔ بلکہ صبر کا مطلب یہ ہے جو سلی چرف پر ہو۔ اور زبان سے کوتی ناشکری کا کلمہ نہ لٹکے۔ لہذا چر صدر پہنچنے ہی صبر کرے وہ ہی اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ روپیٹ کرتے سب کو صبر آجائیں۔

(۵) صحابہ و صحابیات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب کرتے تھے۔ دیکھئے وہ خانوں حضور کو رہ پہنچانے کی وجہ سے مذکورہ بالا جملہ کہ تو گئیں مگر جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ منع کرنے والے حضور تھے تو رونا اور صدر سب کچھ بھول گئیں۔ اور حاضر دربار ہو کر معافی چاہی۔

میت پر نوح حرام ہے لگوڑنا اور ناشکری کے کلمات زبان پر لانا منوع و ناجائز ہے۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ میت کو نوح کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔ تو یہ اس صورت میں عذر ہو گا جبکہ میت نے نوح کی رسم کو جاری کیا ہو، یا نوح کی دصیت کی ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو پھر صرف نوح کرنے والے گنگا رہوں گے۔ میت پاس کا بوجھ جوستہ ہو گا۔

حضرت امام بن زید سے مردی ہے کہ حضور کی صاحبزادی حضرت زینب نے حضور کو کہلوایا کہ میرا بیٹی داعی اجل کولبیک کہہ رہا ہے۔ آپ تشریف لائیے تو آپ نے جو ایسا اسلام کہلوایا اور

یہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے جو چاہے لے لے اور جو چاہے غطا فرمائے اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک مقروہ وقت ہے، صبر کر دو اور ثواب چاہو۔	اَنَّ اللَّهَ مَا أَخْدَ وَلَهُ مَا أَغْطِي وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بَأْجِيلٍ مُسْتَمِى فَلَتَضِيرُ وَاللَّهُ أَكْبَرٌ
--	--

(بخاری)

حضرت زینب نے قسم دے کر کہلوایا کہ ضرور تشریف لائیے۔ بالآخر آپ تشریف لائے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت معاذ بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور کثیر اور صحابہ پہنچے۔ تو اس پہنچے کو حضور نبوی پیش کیا گیا وہ دم توڑ رہا تھا۔

تو حضور کی انکھوں سے آنسو بہر پڑے  
حضرت سعد نے عرض کیا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم مارکر کیا؛ فرمایا یہ تو رت  
ہے جو اللہ نے اپنے بنویں کے لئے  
میں کوئی ہے اور انہیں پر حسم  
فرمائے گا۔ جو دوسری پر حسم کرتے ہیں۔

نَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَا هَذَا قَالَ هَذِهِ رَحْمَةٌ  
جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ  
وَأَنَّمَا يَدْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ  
الرَّحْمَاءُ۔ (بخاری)

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے:-

۱۔ قریب المرگ آدمی کے پاس بزرگوں کو دعا و برکت کے لیے بلانا۔

۲۔ اہل میت کو صبر و شکر کی تلقین کرنا، انھیں اس مرکا لیقین دلانا کہ یہ جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔

۳۔ وہ جو چاہے لے لے اور جو چاہے عطا فراہمے، موت کا ایک قوت مقرر ہے جسیں کمی شبی نہیں ہوتی۔

۴۔ موت آنے سے پہلا اہل میت کو صبر کی تلقین کی جاسکتی ہے۔

۵۔ اپنے سے کم درج یا بچھوٹے بچپن کی عبادات کرنا بھی سنت ہے۔ تم اور مصیبت کے وقت انکھوں میں آنسو آ جانا ایک فطری چیز ہے۔ شرعاً اس سے منع نہیں کرتی، البتہ نوح ممنوع ہے۔

۶۔ مخلوق الہی پر حمد و شرف و فضالت اللہ کی رحمت کا سبب بنتی ہے۔

۷۔ کسی کی مصیبت اور رنج و غم کو دیکھ کر قساوتہ قلب کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ مصیبت زدہ سے ہمدردی کرنی چاہیے۔

حضرت ابن عباس سے مرفوع امردی ہے کہ میری اُمت کو ایک ایسی چیزوں کی گئی ہے جو پہلے کسی اُمت کو نہیں ملی۔ یعنی مصیبت کے وقت اتنا اللہ و راتا الید راجحون کتنا۔

نو جلد نہ اواز سے چیخ چیخ کرونا، میت کے اوصاف میں مبالغہ کرنا،  
نوح کسے کہتے ہیں؟ مصیبت کے وقت سر پڑھی ڈالنا، پکڑے پھاڑنا، خسارے پینا،

سینے کو بکھتے ہیں میں میسزدھ ہے۔

۸۔ حضرت خالد بن ولید کا ملک شام میں ۲۳ صدی میں انتقال ہوا۔ جب ان کے عذریز کو اطلاع ہوئی تو عورتیں ورنے لگیں کسی نے حضرت عمر سے کہا، انھیں منع کیجئے۔

آپ نے فرمایا:-

”جب تک یہ خاک دُاڑا میں اور جلا بیس نہیں، یعنی نوحرنگری، اس وقت تک انہیں رونے دو“

• معلوم ہوا کہ محض روزانہ منوع نہیں ہے بلکہ نوحر معمور ہے محض روزا اور دن گلگین ہونا جرم نہیں۔ بلکہ زبان سے ناشکری کے لئے نکانا اور سپینا، واویلا مچانا جرم ہے اور صیبت سے بھی اس کی بازو پرس ہوگی۔ جبکہ صیبت نے نوحر کی صیبت کی ہو۔ یا اس رسم بدکو جاری کیا ہو۔

• حضرت ابراہیم بن صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحزادے نے جو کہ حضرت ماری قبطیہ کے بطن سے ماہ ذی الحجه صد میں تولد ہوئے۔ ان کی آنار (مرصنع) ابوسیف لوبار کی بیوی ام برہ (خواربنت المنذر الصاریہ) تھیں۔ حضرت ابراہیم نہیں کی تحویل میں نہیں۔ سوریا اٹھاڑا ماہ کی عمر میں بروز منگل اور ربیع الاول شاہد میں منتقال ہوا۔ حضور نے جب ان کی حالت نازک دیکھی تو چشم ان حق بین سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف جو آپ سے صبر کی فضیلت و ترغیب اور بے صبری کی مبالغت سنن چکے نہیں، حضور کی انکھوں میں آنسو دیکھ کر منتعجب ہو کر عرض کرنے لگے۔ حضور آپ بھی گری فرماتے ہیں؟

حضرور نے جواب دیا۔ میراگر یہ بے صبری اور ناشکری کا نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو رحمت ہے ہر بادپ کو اپنے بیٹے سے فطری طور پر محبت ہوتی ہے۔ تو اگر جبالی کے وقت دل بھرائے اور انکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو یہ تو رحمت ہیں۔ اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا:-

حافت و جمالت کی دو آوازیں ممنوع ہیں۔ ایک تو ہو و لعب گمانے بجانے کی آواز، دوسری صیبت کے قت چیننا چلانا، منہ نوچنا، گریبان بچارنا شیطان کی طرح واویلا کرنا اور صرف انکھوں سے آنسو بھنا تو رحمت ہے۔

إِنَّمَا نَهَايَتَ عَنْ صَوْتَيْنِ اِحْمَقَيْنِ  
فَاجْرِيْنَ صَرِيْتَ عَنْدَ نِعْمَتِيْنِ  
لَهُوَ وَلَعِيْبٌ وَمَرَأِيْمِ الشَّشِيلِيْنِ  
وَصَوْتٌ عِنْدَهُ مُصِيْبَتَةٌ حَمْشُ  
وَجُحْوَةٌ وَشَقَّ حَبْيُوبٍ وَكَرْنَةٌ  
شَيْطَانٍ الْجَ

(عینی ج ۲ ص ۱۵)

حضرت علیہ السلام نے فرمایا:-

لَتَيْسَ مِنَ الْمُنْذَرِ  
وَشَقِّ الْجِهَوَةِ دَعَى بِدَعْوَى  
الْجَاهِلِيَّةِ - (بخاری)

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَرِيَ مِنَ الْعَادِقَةِ وَ  
الْحَالِقَةِ وَالشَّاقَةِ (بخاری)

**بوقت مصیبتت سے اختیار السوا جانا**  
رجح غم کی وجہ سے جھی کے بھرا نے اور انسوؤں کے  
کے نہیں ہوتے، بلکہ تیت سے محبت و شفقت کی وجہ سے بہ پڑتے ہیں جحضور علیہ السلام کے  
صاحبزادے جانب ابراسیم کا جب اتفاقاً ہوا تو حضور کی انکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور

إِنَّ الْعَجَنَ تَدْصَعُ وَالْقَلْبَ يَخْزُنُ  
وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرِضِي رَبِّنَا  
وَإِنَّا لِلَّهِ قِلَّ كَيْا إِبْرَاهِيمَ  
لَمْحَزُونَ (بخاری)

• حضرت انس فرماتے ہیں جب قراء صحابہ شہید کیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ایک مہیہ نک قنوت پڑھا۔

كَمَارَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزَنَ حُزْنًا  
قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ (بخاری)

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ مصیبت کو صبر و شکر کی تلقین کرنا چاہیے اور  
تعزیت کے لیے اطمینان اور وقار کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے۔ خلاف شرع کام سے روکنا چاہیے۔

۱۴) غم کا اندر جائز ہے۔ رنج و غم ایک فطری چیز ہے اور اس سے بچنا انسان کی طاقت سے باہر ہے تو اگر مصیبت کے وقت دل بھرا گئے، آنسو جاری ہو جائیں یا بے اختیار چیخ نکل جائے تو ان پر موافق نہ ہو گا۔ لیکن اس سے بڑھ کر چینا چلانا، واولکرنا، بال نوچنا، گیریاں چاک کرنا، بال منڈانا، ماقم و نوح کرنا، کالے کپڑے پہنانا، ناشکری کے کلمات زبان پرلانا، پرسب منور و حرام ہے۔ عورتیں اس سلسلہ میں بہت ہی بے اختیار طی سے کام لیتی ہیں۔ انہیں اللہ سے ٹرنا چاہیے۔ صبر و ضبط سے کام لینیا چاہیے۔

۱۵) پرست صاحبہ کرام قرآن کے تاریخی مسجدوں میں قرآن پڑھتے اور معرکوں میں میدون کی طرح کفار سے لڑتے جحضور علیہ السلام نے عاصم بن مالک کی تحریک بپران تاریخیں کو خندکی طرف تبلیغ اسلام کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ جب یہ مقدس یہ م سورہ پر پہنچے تو متعدد قبیلوں علی ذکوان و عصیر نے مل کر ان حضرات کو شید کر دیا، یہ واقعہ سہی ہجری میں ہوا جحضور کو ان کی شہادت کا محنت صدر نہوا، رنج و غم کے آثار جزئی افسوس یہ عیاں تھے۔

## وفات شدہ مسلمانوں کی بُراٰی بیان کرنا جائز ہے

لگئے گی اور اس طرح فساد کا دروازہ ٹھیک جاتے گا۔ البته لفڑا و مشترکین اور بدینہ سبیل کے عقائد و نظریات کی تزوید کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے دین کی حفاظت مقصود ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:-

<p>حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ابواب نے حضور علیہ السلام سے کہا خابی ہوا اس پر ایک نازل ہوئی تبادلہ سایر الیوم فتن لش تبادلہ کیا افی لهی و تب رجای</p>	<p>عَنْ أَبْيَانِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ أَلَّا تَبْرَحْيَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَادِلَكَ سَائِرُ الْيَوْمِ فَتَنَ لَشْ تَبَادِلَتْ كَيْدَا فِي لَهِيٍ وَ تَبَرَّحْيَ رَجَاءِي</p>
--	--

اس سے واضح ہوا کہ کفار مرتدین کی بُراٰی بیان کرنا اور ان کے غلط عقائد و نظریات کی تزوید کرنا جائز ہے اور حضور سید عالم نو محتمم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گز تناخی کرنے والوں کو جواب دینا اللہ عزوجل کی سُفت ہے۔

قالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ دفاتر  
شده افراد کو رہامت کہو انھوں نے  
جیسے کام کیے وہ اس کا بدل پا چکے بخا رکی  
اموات سے رادا موات مسلمین میں۔ روایت این غیر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے  
حضرت علیہ السلام نے فرمایا:-

اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ اپنے فوت شدہ مسلمانوں کے محاسن  
وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ (زندگی) بیان کروان کی برائیاں بیان نہ کرو۔  
اس سے واضح ہوا کہ فوت شدہ مسلمانوں کی عیوب جوئی کرنا محکیک نہیں اور نہ اس سے  
کوئی فائدہ ہی ہے۔ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْصَنُوا لِيْسَ فَوْتُ شَدَّةِ مُسْلِمٍ نے جو نیک یا بد کام کیے  
اس کی جزا یا سزا اللہ کے اختیار میں ہے۔ انھوں نے جیسا کیا و سیا پائیں گے۔ لہذا رنے  
کے بعد کسی مسلمان کی عیوب جوئی سے فائدہ؟ پھر عیوب جوئی اس کے عزیز و اقرباً کو بُری

## فتیحة الکاریحدیث

جو لوگ حدیث بنوی کو دین کا مأخذ درکر تسلیم نہیں کرتے اور سنت رسول کے واجب العمل  
ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا مقصد جید صرف یہ ہے کہ قرآن احکام کی تعمیر و توضیح اپنی مردم و منشائے  
سطان کر سکیں۔ اور اس طرح قرآن و اسلام کو اپنی ذاتی خواہشیوں اور رضی تقاضوں کے تابع بنالیا جائے  
یہی وجہ ہے۔ یہ لوگ حدیث بنوی کے مختلف قسم کے خاذ ساز شبہات ڈسکر پیدا کر کے حدیث کی آئینے  
اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت کو ضھول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور قرآن کو اس  
کے لئے دالے درسل، کی قولی عملی ترتیب و توضیح سے اور اس نظر انکرو عمل سے جو حضور سید  
علیہ السلام علیہ وسلم نے اپنی رہنمائی میں فائز فرمایا تھا الگ کر کے عرض ایک کتاب کی حیثیت میں اپنے پر  
نذر رکھتے ہیں۔

حدیث رسول مجتبی ہے۔ واجب العمل ہے۔ دین کا مرکز و محور رسول اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اس بوضوع پر زیوں اباری جلد اول کے مقدمہ میں تفصیل سے تفکر ہو چکی ہے۔ آج مجسیں میں تو ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ مسکنِ سنت کا نزکہ بالا مقدمہ صرف اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جبکہ حضور سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی سطح پر لا کر گھر طاکر دیا جائے اور ان آیات کو جن میں حضور کے بشر ہونے کا ذکر ہے اور ان احادیث کو جن میں خود حضور نے بطور توانی و انکسار اپنے لبشر و انسان ہونے کا اقرار فرمایا ہے، اس ابتدام اور اس انداز سے پیش کیا جائے کہ عام لوگ یہ تاثر لینے پر مجبور ہو جائیں کہ حضور بھی ہماری طرح ایک انسان ہی تو نہیں؟

قطعہ نظر اس کے کوئی سلیمانی العقل انسان حضور کے بشر اور اللہ کے بندہ و مخلوق ہونے کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہنا صرف یہ ہے کہ بشریت رسول سے متعلق آیات و حدیث کو اس انداز سے پیش کرنا کر خدا نفس نبوت درست مخصوص بوت کا جلال و اکرام تک بحد ج ہو جائے، فقہہ انکار حدیث کی جزوں کو پانی دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ ملکرینِ سنت بھی اپنے مقصود کے حصول کیلئے بڑے اہتمام سے ان آیات و حدیث کو پیش کرتے ہیں، جن میں حضور کی بشریت کا واضح لفظوں میں ذکر ہے اور ان آیات و احادیث کو چھپاتے ہیں جن میں حضور کے خصائص، معجزات، امزیز و نعم کی علملت اور اپسکی تشریعی حیثیت کا بیان ہے جس سے ان کا مقصود ہوا ہے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ۔

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سخونہ صفات کے متعلق یہ تاثر دیا جائے کرو تو ایک انسان تھے، ہماری طرح انسان۔ پھر ان کے قول عمل کی دین میں کیا کیا ضرورت؟“

چنانچہ مولانا مودودی صاحب کو ہمیں ملکرینِ سنت کے متعلق یہ تصریح کرنا پڑی:-  
”آن کا لفظ نظر یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تم تک قرآن پہنچانے کے لیے امور کیے گئے تھے۔ سو انہوں نے وہ پہنچا دیا۔ اس کے بعد محمد بن عبد اللہ دیسی ہی ایک انسان تھے، جیسے ہم ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا اور کیا وہ ہمارے لیے جبت کیسے ہو سکتے ہے۔“

ترجمان القرآن جلد ۵۶ عدد ۶ مخصوص سال نمبر صفحہ ۱۰

آپ قرآن سے یہ اوصوری بات نقل کر رہے ہیں کہ حضور بار بار آنابشَرِ مُتَكَبِّر فراستے  
نکھلے۔ پُری بات جو قرآن نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک الیے ابشر میں چھے رہیں  
بیان یا گیا ہے رُقْل مُسْبَحَانَ سَيِّدِنَّا كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا الرَّسُولُ لَا  
پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے (قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مُتَكَبِّرٌ يُؤْخَذُ عَلَيَّ إِنَّمَا كِيَّا أَنَا بَشَرٌ ایک نام بشر میں  
رسالت وحی پانے والے بشر کی پوزیشن میں سمجھتے ہیں جو بشر نہ کار رسول ہو، وہ تو لا محلا خدا کا  
نماؤندہ ہے اور جس بشر کے پاس وہی آتی ہو وہ خدا کی براء راست ہدایت کے تحت کام کرتا ہے۔ اس  
کی حیثیت ادا ایک عام بشر کی حیثیت تکیساں کیسے ہو سکتی ہے۔ (منصب سات ص ۲)

اگرچہ یہ بات درست ہے کہ حضور بشر ہیں۔ اثر کے بندے اور اس کی مخلوقی ہیں۔ مگر  
کیسے ابشر میں؟ تو اس کی وضاحت خود حضور سرور عالم نو حجت ستمی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہ الرحمۃ  
والرضوان کو مخاطب بنکر فرمادی۔

میں متاری شل نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔ میں تم میں سے کس طرز نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔	إِنِّي يَسْتَشْكِرُ مُتَكَبِّرًا فِي الْأَطْعَمَةِ إِشْفَقُ يَسْتَشْكِرُ كَاحِدَ مُتَكَبِّرًا فِي الْأَطْعَمَةِ وَإِشْفَقُ (مخاری)
--	--

چنانچہ صحابہ کرام پار گاؤں بوت میں عرض کیا کرتے رہتے ہیں:-

پَلَوْا إِنَّا لَكُمْ أَلَيْتُ بِكُمْ يَارَسُولَ اللَّهِ (مخاری - ج ۱ - ص ۲)	يَا رَسُولَ اللَّهِ مَمْأُونُكَ لَكَ كَمْ يَرِدُ لَكَ
---	---

لئے۔ رسولان اس نزدکے بانیوں کے متعلق لکھتے ہیں:-

تیمان اس کی ابتداء کرنے والے سرتیا احمد خاں اور دلوی چراغ علی رہتے۔ پھر دلوی عبدالرشد چکڑا ری، اس  
کے علوفہ رہتے۔ اس کے بعد علوفی الحدوین اور سری نے اس کا بیڑا اٹھایا۔ پھر دلوی اسلام چیراج پر کیا اسے  
لے کر اگے بڑھتے اور آخر کار اس کی ریاست پورہری غلام احمد پوری کے حصے میں ان جنحون نے اس کو  
ضلالت کی انتہائیک پسچاریا۔ (منصب رسالت ص ۲)

اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ حسنور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت و بشریت کے انعاموں بیان میں بُری احتیاط کی ضرورت ہے اور ایمان کا تھانہ بھی یہ ہے، حسنور سرور کائنات کا ذکر جب کیا جائے تو آپ کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا خپال رکھا جائے۔ جو لوگ اس معاملہ میں غلوت شدت سے کام لیتے ہیں وہ دین کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ منکریں حدیث کو ہوت پہنچاتے ہیں۔

## غیر ضروری کو ضروری سمجھنا

واضح ہو کہ متعدد ایسے اعمال ہیں جن کا کرنا باعثِ رکعت و ثواب ہے۔ بہت کام ایسے ہیں جو جائز ہیں۔ جن کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ نہیں۔ بعض مسترد اور خانہ ساز تقویٰ کے مرتباً افراد کسی مستحب کام کے نہ کرنے والے پر اعزاز امن و تقدیم کرتے نظر آتے ہیں اور کسی مستحب کام کے کرنے کی تلقین و تسلیخ کے عاملہ میں سخت غلوت شدروں سے کام لیتے ہیں۔ ایسے خطیب واعظ اور علماء در اصل مذکور شریعت سے ناقص ہیں۔

فقماً إهات يضر بعمر فرباتے ہیں کہ جو شخص کسی مستحب کو فرضی داجب سمجھنے لکے یا کسی مستحب کو فرضی داجب کا درجہ سے لوحان لکر اس پیشیطان کا داؤ چل گیا۔  
علام طیبی شارح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ:-

اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی ابر مستحب کو ضروری سمجھے اور خست پر عمل نہ کرے تو شیطان کا داؤ اس پر چل گیا کہ شیطان نے اسکراہ کر دیا) جب کسی..... مستحب کو ضروری سمجھنے کا یہ حکم ہے تو اندازہ لگا کہ کسی بد

وَفِيهِ إِنْ مَنْ أَصْرَّ عَلَىٰ أَمْرٍ  
مَنْدُ ذِيٰ وَجَعَلَهُ عَنْ هَا وَلَمْ  
يَعْمَلْ بِالرُّحْصَةِ فَقَدْ أَصَابَ  
مِنْهُ الشَّيْطَانُ مِنْ الْأَضْلَالِ  
فَكَيْفَ مَنْ أَحَسَّ عَلَىٰ بُدْعَةٍ  
أَدْمَنَكِيْ دِبْحَوَالِدِرْفَقَاتِ

یا انکر کو ضروری سمجھنے والے کا کیا حال ہو گا؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نازمیں شیطان

ماجستدر کیلئے اس بات کو ضروری رسم بھی کام کے سلام کے بعد اپنی طرف پہنچنا ہی ضروری  
 سے بکپنگ میں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باہمی طرف پہنچتے ہوئے بھی وکھاپے بلب  
 یہ ہے کہ بعد از سلام امام کو دستے طرف پہنچنے کو ضروری دلار می سمجھنا زیادتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ  
 میں یہ بات بھی یاد کرنے کی ہے کہ جیسے کسی جائز یا مستحب کام کو فرض و واجب کا درج ہے  
 وہی غلط ہے۔ اسی طرح کسی جائز یا مستحب کام کو ضروری لازمی سمجھو کر سی کرنا ہے یہ بھی زیادتی ہے۔  
 اس پر نکیر کرنا کوہہ اس جائز یا مستحب کام کو ضروری لازمی سمجھو کر سی کرنا ہے یہ بھی زیادتی ہے۔  
 بعض لوگ مسلمانوں میں رائج افواہ کو جو جنی فہرست جائز یا مستحب میں، اس پڑیا پرستکتے اور  
 بدشت ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ کام مسلمان فرض یا واجب سمجھ کر کرتے ہیں۔ شال کے طور پر  
 کھانا سانسے رکھ کر فاسخہ دینے کا دراج ہے۔ ناز کے کھٹے ہونے کی اطلاع دینے کے  
 لیے درود سلام پڑھنے کا دراج ہے۔ یا نماز کے بعد ذکر بالہجہ کا دراج ہے — اب ان جائز  
 افعال کو حاضر اس بدگانی کی بنیار پر بدشت تراویدنیا کروگ انہیں فرض و واجب سمجھ کر کتے ہیں، یہ  
 دراصل نسبت پر مسلمان و نسبت پر فتویٰ ہے۔ اور شریعت ہیں فتویٰ خاہر پر فتویٰ ہے۔ اور یہ بات  
 واقع کے بھی خلاف ہے کہ مسلمان نکو رہ بالا، ہر کو فرض و واجب کا درج رہتے ہیں۔  
 ہاں اگر کوئی واضح طور پر اپنے اس خبان کا اقدام کرتے کہ میرے نزدیک کھانا سانسے رکھ کر  
 فاسخہ دینا، نماز کے بعد ذکر بالہجہ یا بدشت اذان درود سلام پڑھنا فرض و واجب و ضروری ہے تو  
 بے شک یقیناً قابلٰ تردید اصلاح ہے۔ لیکن جو لوگ حرف جواز کے قائل ہوں، انہوں کو فرض و  
 واجب نہ سمجھیں، ایسے ازاد کو عجتی قرار دینا حق و صداقت کا خون کرتا ہے۔  
 علاوہ ازیں یہ ضابط شرعی ہے کہ کسی بھی کام کو حرام دنا جائز قرار دینے کے لیے دیل شرعی  
 کی ضرورت ہے، فقیہ حنفی نے تصریح کی ہے کہ جو کام مسلمانوں میں رواج پائے ہوں جب تک ان  
 خاص کاموں کی ممانعت کنائے سنت سے واضح نہ ہو، نہیں حرام دنا جائز یا بدعست قرار دینا  
 درست نہیں ہے۔ پس اچھے: **شمس الارض علام حنفی علیہ الرحمۃ ماتے ہیں ذ-**  
**جو کام لوگوں میں شمارت ہوں اور خاص**  
**اس کام کے بطلان و حرمت پر کوئی**  
**نفس نہ ہو تو وہ جائز ہے۔**

عدم التقليل لا يدخل على عدم  
الوقوع ثم لوسليم لأنهم  
منه عدم المحوان  
(فتح القدير)

لذم نہیں آتا۔

یعنی کسی امر کا منقول نہ ہونا اس  
بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا وقوع  
نہماں نہیں۔ پھر اگر عدم قرع فرض  
بھی کر لیا جائے تو اس سے عدم جواز  
 واضح رہے کہ علام سخنی کا بیان کردہ ذکورہ بلا منابط ان کا ذاتی خیال نہیں ہے۔ بلکہ قرآن مجید  
کی نظر نکلی سے مستناد ہے۔ اسرار تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَا تَقْرُنُوا لِمَا أَتَيْنَاكُمْ  
الْكَذِبُ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ  
لِئَفْتَرُوا عَنِ اللَّهِ الْكَذِبُ  
اور کہا سے جو تمہاری زبانیں جھوٹ  
بیان کرتیں، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے  
کہ اسرار پچھوت باز مص.

اس سے نتیجا احانت فرماتے ہیں کہ کسی فعل کے جائز و مباح ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے  
کہ قرآن و حدیث نے اس کام کو منع نہیں فرمایا۔ یعنی جواز کے لیے دلیل کی مزدودت نہیں ہے۔ ہاں کسی کام  
کو حرام و ماجائز و بمعتزرا درینے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔



# حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ الحنفی و فقیہ القشیدی سرہندی فضلہ علیہ السلام

## ملفوظاتِ گرامی

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ الحنفی و فقیہ القشیدی سرہندی  
قدس سرہندی کے محفوظات مبارکہ سے چند محفوظات کا ترجیح اصل فارسی عبارت کے جاکی  
تبصرہ کے پیش کیا گیا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہندی کے محفوظات شریفہ ان کی ذات  
والاسفات کی عظمت و رفتہ کی وجہ سے سلامانوں میں شیعہ ہمایت اور حرضہ بصیرت کا درج  
رکھتے ہیں اور عوام و خواص ان کے محفوظات کو کتاب دست نہ کاعطر اور پیغام نبوی کی تجدید  
کی حیثیت دیتے ہیں

اور حق یہ ہے کہ آپ کے ارشادات کتاب دست نہ کی صحیح ترجیح میں ہے —  
آنہوں نے جو کچھ فرمایا احتی و صواب ہے اور ہم سب کو حضرت مجدد کی تعلیمات کو اپنائیں اور  
عقلاء و اعمال میں ان کا اتباع کرنا چاہیے۔ خود حضرت مجدد نے بھی فرمایا ہے :  
مطالعہ مکتبہ بات رالازم گیند کو کرو و مند

است۔ و فڑاول مکتوب ۲۴

سب سے پلا فرض عقائد کی درستی ہے سید محمد حمدانی

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ الرحمۃ تیزیں :-

ہر ذی عقل پر سب سے پلا فرض یہ ہے۔ اپنے عقائد اہل سنت و جماعت کے اعتقدات کے موافق رکھے کیونکہ آخرت میں نجات پانے والوں کی رزق تاجیا نہ۔	① فرض تیزیں بر عقلاء تصحیح عقائد بوجب ائمہ صائب اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہ کر رزق تاجیا نہ۔
یہی گروہ ہے۔	و فڑاول مکتوب ۲۹۱

# بے مثال بے مثال سول

محمد رسولِ حمد ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے  
شریعت میں تو نہ ہے حقیقت میں خدا جانے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبے روزے رکنیت سے منع فرمایا۔ لوگوں پر حرمِ حمار صحابہ نے کہ آپؐ یعنی نبی وصال کے روزے رکنیت ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تھاری طرح شیخ ہوں، مجھے زیر ارب کھلانا اور پلا ابے۔

یہ حدیث اور اس شیخوں کی دوسری حادیث میں یہ صریح ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کو حضورؐ نے سوم وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے عرض کی حضورؐ آپؐ تو وصال نہ راتے ہیں۔ تو حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا:

میں تھاری شل نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا پلا یا جاتا ہے۔

میں تم میں سے کسی طرح نہیں ہوں مجھے کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

میں تھاری طرح نہیں ہوں۔ میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانیوالا

کھلاتا ہے اور پلانے والا پلتا ہے۔  
میں تھاری طرح نہیں ہوں مجھے سیراب کھلاتا اور پلتا ہے۔

عن عائشةَ قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوا إِنَّكَ تَوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَشَّتُ كَهْيَتِكُمْ إِنِّي بِطَعْمِنِي سَرِّيٍّ دَلِيسِقِينَ

إِنِّي لَشَّتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَطْعَمُهُ وَأَشْقَى۔

لَشَّتُ كَاهِدًا مِثْنَكُمْ إِنِّي أَطْعَمُهُ وَأَشْقَى۔

إِنِّي لَشَّتُ كَهْيَتِكُمْ إِنِّي أَبْنَيْتُ فِي مُطْعِمٍ وَسَاقِ بَيْسِقِينَ۔

إِنِّي لَشَّتُ كَهْيَتِكُمْ إِنِّي بِطَعْمِنِي سَرِّيٍّ دَلِيسِقِينَ۔

۰ أَتَيْكُمْ مُرْسِلٰي إِنِّي أَبْيَثُ لِطِعْمَنِي  
سَبَّيْ وَكَيْسِقِنِي۔

۰ لَسْتُ لَهِينَتَكُمْ إِنِّي أَبْيَثُ لِ  
مُطِعْمٍ لِطِعْمَنِي وَسَاقِيْسِقِنِي۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۶۵)

حضرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان جوابات میں اپنی بشریت کے متعلق واضح طور پر تصریح فرمادی کہ اگرچہ میں انسان ہوں بشر نہیں، اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہوں  
بیری مثل کون ہے؟ عود کیجئے۔ کہ ایکہ مثلی کے مخاطب کون ہیں؟ صحابہ کرام علیہم السلام  
والاصنوان کو جن کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ عام لوگ تو عام لوگ ہیں عوٹ و قطب،  
اوٹا دا بیال، علام و صلحاء دا ولیا مبحجی ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ حضور ان کو مخاطب بنائے  
فرما رہے ہیں:- "ایکہ مثلی۔ تم میں میرا مثل کون ہے؟ لست کاحد منکدہ۔ تم میں  
کوئی بھی میری طرح نہیں ہے؟"

جیسے صحابہ کرام کا مقدس گردہ حضور کی فلی نہیں، حضور کی طرح نہیں تو ہم آپ حضور کی مثل  
او حضور کی طرح کیسے بر سکتے ہیں؟ سچ تو یہ کہ:- ۰

بَشَرٌ نَّدِرٌ مَّبِينٌ پَرِدَّاخِلٌ إِنَّمَّا نَّدِيرٌ شَارِدٌ إِذْ تَسْبِعُ مَبِينٌ إِمامٌ نَّدِيرٌ  
چنانچہ صحابہ کرام بارگاہ نبوت میں عرض کیا کرتے تھے۔

قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ مَا كَيْنَيْتُمْ بِيَا بَارُسُولَ اللَّهِ هُمْ آپُ کی طرح نہیں  
سَسْتُولَ اللَّهُ۔

است لئے یہ کتنا حق دصواب ہے کہ حضور سرور عالم نو محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہر سے  
ہمسری درباری کا دعویٰ کرنا۔ اعلیٰ درجہ کی گراہی دے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کی  
تعظیم و توقیر کی توفیق رفتی عطا فرمائے۔ آمین۔

# وَحْيٌ أَوْ رُسُلٌ كَمَا تَعْلَمُونَ

بخاری شریعت میں سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفۃ طبیبہ ہر امام لومین رسمی الشیعات عیناً سے مردی

ہے کہ حارث بن شام نے عرض کیا رسول اللہ

کیف یا تیکِ الرُّوحِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْيَانًا يَأْتِي

مِثْلَ صَاحِلَةِ الْجَبَرِ وَهُوَ

أَشَدُّهُمْ عَلَىٰ بَنِيِّ صَمْعَانِ وَقَدْ

وَعَبَتْ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَخْيَانًا

يَمْتَشِلُّ لِيَ الْمَلَائِكَةُ رَجُلًا فَيَكْتُمُونِي

فَاغْرِيَ مَا يُقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتَهُ يَنْزَلُ عَلَيْهِ

الْوُحْيُ فِي الْبَوْمِ الْمَشِيدِ الْبَرِدِ

فِيَّهُ حِمْدُ عَنْهُ وَرَأَتْ جَيْشَهُ

لِيَتَقْصِدُ عَرَقًا (بخاری)

ساخت سردی کے دلوں میں بھی بیبن بارک سے پسینہ بنتا تھا۔

کیف یا تیکِ الرُّوحِ جصنور علیہ السلام سے سوال ہوا۔ آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ فرمایا درج

ایک تو مانندِ اوزار جرس و حجی کا آتا۔ وہم فرشتہ کا انسانی شکل ہیں اُنکر کلام کرنا۔

سوال: سائل نے وحی کی کیفیت دریافت کی تھی۔ سائل وحی کی صفت دریافت نہیں کی تھی اور جواب میں حامل وحی کی صفت کا بیان ہے کہ کبھی فرشتہ مشکل انسانی حاضر ہو کر کلام کرتا تھا۔ لہذا جواب

سوال کے مطابق نہیں۔

جواب: اگر کسی سوال کے جواب میں سوال سے زائد امور کو بھی بیباہ کرو جائے تو ایسے جواب کو

سوال کے غیر طالبی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بلکہ یہ جواب سعی الزیادۃ کا دلتے ہے۔ جواب میں اضافہ کرنے پر ممکنی ہوتا ہے۔ وکیجیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال ہوا تھا مارے ما تھیں کیا ہے عرض کی ہی خصا ہی پیرا احصا ہے۔ جواب تو اسی جملہ پر تمگی۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کے زینوں اور بھی عرض کر دیے۔ اس پر تکمیل کا تامہن، اپنی بکریوں کے لیے

اَتُوكُؤْ اَعِلَّيْهِ اَوْ اَهُشُّ بِهَا عَلَى اَغْنِيٍّ  
درخت سے پتے جھاتنا ہوں، اور

دَلِیلِ ذِیْهَا هَادِیٌّ بِ اُخْرَیٍ رَقْبَانِ مجید  
میرے اس میں دوسرے کام بھی ہیں۔

دیکھئے! جواب موسیٰ میں یاد فانے اس نکتہ پر ممکنی ہیں کہ آپ نے عصا کے فوائد کا اضافہ بلطور شکر میں کیا۔ کیونکہ نعمتوں کا شمار بھی شکر ہے اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی جواب میں اضافہ احمد اور شکر کے لیے فرمایا کہ بدل انسانی فرشتہ کا خی لے کر آپ بھی نعمت عظیم ہے۔ یا آپ نے جواب میں اضافہ اس لیے فرمایا کہ صفتِ وحی کے بیان کے بعد اصل کے ذہن میں حامل وحی کے تعلق بھی سوال پیدا ہوتا۔ تو حضور علیہ السلام نے پتے ہی سے حامل وحی کی صفت بھی بیان فراہی تاکہ اصل کو سوال کی رسمت ہی نہ ہو۔

صلصلة مسلم او مفصل او اذکو کستہ ہیں۔

حدس گھوڑا کو بسکلوں اور دفاتر وغیرہ میں چھپی کے وقت بجا یا جاتا ہے۔ اس پر جب ضرب پڑتی ہے، تو اداز میں گونج ہوتی ہے۔ اسی طرح بلا تشیل حضور علیہ السلام کو بالغ غیب سے آداز آئی بھتی ذکوئی صورت بن لٹرا آتی۔ اور نہیں کلام سترخ ہوتا۔ سمجھانے کے لیے اس شیبی آداز کو باہم۔ جرس تشبیہ و نیگی جیسا انچو اسی کے مقابل وحی کی دوسری قسم یہ بیان فرمائی کر جو بنے والا فرشتہ مجسم پور سامنے آ جاتا تھا اور بتیں کرتا تھا۔

وہ واستدیٰ علی۔ حضور علیہ الصلوات السلام فرماتے ہیں صلصلة الجرس والی وحی بہت شدید و تقبیل ہوتی بھتی اور دوسری قسم کی وحی میں اتنی شدت نہیں ہوتی۔ اس کی اصلیہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ پھر انکہ انسانی میں یہ طاقت ہی کماں ہے کہ وہ ناقابل تشریخ اور کی حقیقت دعا سیت کو بیسکے۔ البتہ یہ وجہ پسکتی ہے کہ صلصلة الجرس والی وحی آداز جرس کی طرح ایک کلام نہیں۔ اس بیسے اس کا سخت در شوارہ زنا قدرتی بات ہے۔ اس نے کی وجہ میں آپ شواری

محسوس فرماتے ہوں گے اور دوسری صورت میں تو فرشتہ مشکل ہو کر کلام صریح پیش کرتا تھا۔ اس میں وہ دشواری نہ ہوتی ہو گی۔

فیض حمی عین فضم کے معنی قطع ہونے جدا ہونے کے ہیں۔  
وقد وعیت عنہ کے معنی بحث کرنے، حفظ کرنے اور سمجھنے کے میں مطلوب ہے  
کہ جب جس کی طرح مسلسل آوازات تو پھر وہ مقطع بوجاتی تھی۔ اور حسن علیہ السلام اسے مطلب  
اخذ فرمائچے ہوتے تھے۔

تینیشیل لی الملاک۔ یہ وجہ کی دوسری کیفیت کا بیان ہے کہ کبھی فرشتہ بیکل انسانی  
حاضر ہو کر کلام کرتا۔

ملک سے مراد جبریل امین ہیں۔ رجلا سے معلوم ہوا کہ جبریل امین مردانہ مشکل میں حاضر  
ہوتے تھے۔

اس حدیث سے فرشتہ کا وجود ابتدئوا یہ نورانی مخلوق ہے کبھی بھی مشکل و صورت میں  
اُسکتی ہے جو حضرت جبریل امین علوٰ حضرت و حبیب حبیبی کی شکل میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی کسی  
انزالی کی صورت میں۔

علام قسطلانی نے بحول الفسیر ابن عادل بکھار حضرت جبریل علیہ السلام کو  
فائدہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں بارہ مرتبہ۔

حضرت ادريس علیہ السلام کی خدمت میں چار مرتبہ۔

حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں پچاس مرتبہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بیاللیس مرتبہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں چار سو مرتبہ۔

حضرت علیسی علیہ السلام کی خدمت میں دس مرتبہ اور

حضرت سید عالم نور مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اندر میں چھ سویں سزا مرتبہ باریابی کا  
شرف حاصل ہوا۔

• اس حدیث میں وجہ کی دو صورتوں کا بیان ہے۔ مگر منقصہ دو حصہ ہیں ہے جنہوں نے علیہ السلام

کو ان صورتوں کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی اپنے نکان و مطریقوں سے اکثر وہ بیشتر وحی سے نوازا جاتا تھا۔ اس لیے ان دو صورتوں کو خصوصیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔

• وحی کی دو صورتیں اس حدیث میں بیان ہوتیں:-

اول: صلصلة الحجس: گھر یاں کی طرح آواز آتا۔

دوم: فرشتہ کا آدمی کی صورت میں آنا اور پیغام الہی پہنچانا۔ جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ صلصلة الحجس والی وحی قرآن میں نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کلام صریح ہوتا تھا اور یہ صرف ایک آواز ہتھی جس سے حضور مسیح مفہوم اختصر ملتے تھے۔

• عجیب دغیرہ امور کی تحقیق و تفہیم کا شوق انسان کی جذبت میں ولعہت رکھا گیا ہے۔ حضرت حارث نے وحی کے متعلق جو سوال کیا وہ بھی اسی داعیہ کے مختصر تھا۔ نہیں کہ آپ کو وحی کے بارے میں کوئی شک و شبہ تھا۔

• اسی سے علماء نے یہ سلسلہ نکالا کہ سوال کرنے کا جواز صرف مسائل شریعت ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ پوشیدہ حقائق و اسرار کے بارے میں سوال کرنا بھی جائز ہے۔

بندر سے بن اموکی معرفت کے مکلفت چنانچہ فقہا، کرام نے اس سلسلہ میں یہ بہایتی دی ہے کہ وہ باقی بن کی تحقیق و تفہیم کے عم مکلفت نہیں اور جن نہیں انہیں زیر بحث دلائیں۔ مثلاً یہ سوال کہ حیریل امین کس طرز اُترے بکس شکل میں حضور نے ان کو دیکھا۔ جب حضور نے ان کو بشیری شکل میں دیکھا تو وہ فرشتے رہے یا نہیں اور جنت و دزخ کہاں ہے۔ قیامت کب ہوگی علیہ السلام کس تاریخ کو نازل ہوں گے جو حضرت اسمبل افضل میں، یا حضرت اسحاق، ان دونوں میں ذیع کون ہے؟ حضرت فاطمہ افضل میں یا سنت عالیہ جنور علیہ السلام کے والدین کس دین پر کتنے اور ابوالاب کا کیا دین تھا؟ صدر کی کون ہے۔

یَبْعِثُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْإِنْسَانَ عَمَّا لَمْ يَرَ

نَبْغَةٌ إِلَيْهِ حَمَّالًا تَجْبِي بِهِ حَرْقَتَهُ

وَلَحْيَرِ الدَّلْكَلِيَّةِ، بِهِ (رِدَّ الْمُتَأَرِّجَةِ)

بلکہ میرے نزدیک توفی زمانہ اسکے نوع کے مسائل کو زیر بحث نہ لانا نامنوری ہے کیونکہ اکثر وہ کمیا گیا ہے کہ اس نوع کے مسائل میں بحث و تحقیق سے فتنوں کے زد از زد کھل جاتے ہیں، پارٹیاں اور فرقے بن جاتے ہیں اور سخت انتشار و افراط پیدا ہو جاتا ہے۔

**فَأَعْنَى مَا يُقُولُ** حضور سید عالم الصلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتہ مردانہ شکل میں ظاہر سوکھا کلام کرتا تو میں اس کو محفوظ کر لیتا۔ صحیح ابن حبان میں یوفناً بھی ہیں۔ وَهُوَ أَهْوَنُهُ عَلَيْهِ اور وحی کا اس کیفیت سے آنماجہ پر آسان ہوتا تھا۔ یعنی اس کو محفوظ کرنے میں مجھے اسی ہوتی تھی۔

**لیتفصل :** تقدیم کے من بخ کے میں فضد کو اسی یہے فعد کتے میں کہ خون ملنے کے لیے نہ کوئی ہستے ہیں حضرت عالیہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ توفیت و حضور علیہ السلام کی چین اقدس سے پسیبہ ہوتا تھا۔ یہ سبیہ کا بہادر اصل وحی الہی کی سیبیت و علمت کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ متعدد احادیث کا **غمونی** ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو ادنیٰ بوجہ **وحی کی شدت و ثقلت** سے بیخند گئی حضرت زید بیٹہ ثابت ہا بیان ہے **رَسْمُنَّ رَبِّكَ مِيرِی رَبِّنِ** پر تھا کہ اس حالتیں بیت کہا درد ابہ تکڑا نازل ہوا۔ عین اولیٰ الصُّرُف، تو میری راب پر اتنا بوجہ پڑا کہ میرا خیال ہو گی کہ راب کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے جذور علیہ السلام غارِ حرام سے تشریفیت لاتے تو قلب اقدس و نعمت کہتا ہوتا۔ سردی محسوس فرماتے تو چادر اڑھا دینے لکھ دیتے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ وحی کس قدر شدید ترقیل ہے اور اس کے ثقل و برواشت کے لیے کیسے مسلمان قلبہ کو ضرورت ہے۔ قرآن پاک نے وحی کو **وَلَا تُتَقْبِلَا** کہا جس کو خود ربانی العلیمین قول ترقیل فرماتے۔ اس کے ثقل و شدید کیا تھا اندازہ ہے۔ ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم نے وحی کی شدت و قوت کو یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر پڑاتے تو

**لَذَانِذَنَاهَذَالْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَاثِيَّةَ** صرورتو سے وکیفتا ہبکا ہوا، پاش پاش خَاسِعًا مُشَدِّدًا مَقْوِنَ خَشِيَّةَ اللَّهِ۔ ہوتا اللہ کے خوف سے۔

اللہ اکبجوں وہی تے پہاڑ پارہ پارہ ہو جائیں جس کی شدت و ثقلت کو پہاڑ سبی سخت چیز برداشت نہ کر سکے اس تنبیہ و کرام پداشت کرتے ہیں ابھی کا جموں سامنگاہ وہ دیکھئے کہ اونٹی یا حضرت زید بیٹہ کا زانو جس کو وحی سے براہ راست نعلقی نہیں تھا۔ صرف محبط وحی کے جسم بارک سے

اس کا اتفاق ای تھا۔ مگر پھر بھی وحی کی شدت کو محسوس کر رہا ہے۔ اس سے قلوبِ انبیاء کی رُبُوت  
قویت برداشت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت امام شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر حجج کچھ نازل ہوا ہمارے دل اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

وَكَفَنْ يَكُونُ لِمُؤْزِدِ الْوَحْيِ وَمُبَشِّلِ  
الْقُرْآنِ إِنِّي شَهِيدٌ مَعَ رَجُلٍ هُنَّ  
أُمَّتِهِ هِيمَاتٌ ذَالِكَ۔

اجزء اللہ البالغ جلد دوم ص ۵۶۳

اور وہ ذاتِ اقدس جس پر وحی نازل  
ہوئی اور قرآن اُترنا اس کی اپنی اُست  
کے ایک شخص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے  
ان دونوں کی حالت میں بُرا فرق ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری و برادری کا دعویٰ کرنے والے اگر صرف نفس  
وحی کی شدت اور اس کی قوت ہی کو ذہن میں رکھ کر غور کریں تو یہ بات محل جائے کہ انبیاء و کرام علیہم السلام  
با ہجود انسان ہونے کے عالم انسانوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ان کی بشریت دنیا اینیتِ نہایتِ اعلیٰ  
دار فرع ہے۔ ان کے قوائے بشریت پہاڑ کو ریزہ کر دینے والی چیز کو برداشت کر لیتے ہیں۔ ۵۵

بشر خود میں پرداصل امام نہیں شار و اذ نیسخ میں امام نہیں

وَحْيٌ کے لغوی معنی اشارہ کرنا، لکھنا، سیماں دینا، دل میں ڈالنا، خفیہ بات  
و کی کے لغوی معنی کرنا کے میں رسان العرب، امام کسائی عرب کا محاورہ بتاتے ہیں۔

• وَحْيَتِ اللَّهِ بِالْحَلَامِ وَأَوْحَيْتِ  
إِلَيْهِ وَهُوَ أَنْ تَكْلِمَهُ بِكَلَامِ  
تَخْفِيَهِ مِنْ غَيْرِهِ  
إِلَيْهِ سَعَاقَ اِمَامِ لِغَتِ كَسْتَے ہیں۔

کو دُور دوں سے چھپاؤ۔

• وَأَصْنُلُ أَوْحَى نَبِيَ اللُّغَةِ كُلَّهَا  
إِغْلَامٌ مِنْ خِفَاعٍ۔

وحی کا اصل مضموم اس کے تمام معنوں میں  
چھپا کر اطلاع دینے کے ہیں۔

۱- وَأَذْخِي رُسُلَكَ إِلَى التَّحْلِيلِ  
تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کو وحی کی  
۲- بَأَنَّ رَبَّكَ أَذْخَى لَهَا۔

قرآن حکیم میں وحی کا لفظ متعدد مقام پر آیا ہے۔ مثلاً

<p>اُس سے قطبہ، ایم ال، افناو جو اولیاً عزالت میں اور جن پر لایت کارگ ک غالب ہے۔ ان سب</p>	<p>عزالت اندو جانب کالا لایت لایت درایٹش اس غالب است مفوض بامداد و اعانت آنحضرت است۔</p>
--	--

<p>کی تربیت جناب علی کی امداد و اعانت کے پڑھے۔</p> <p>۲۳) حضرت فاطمہ و اماں بنی نبیز درج</p> <p>مقام بحضرت امیر رضی اللہ شرکیں اند۔ رحمی اللہ تعالیٰ علیہم</p> <p>مکتوب اول ۱۵۷</p>	<p>اور اس معاملہ میں حضرت</p> <p>سیدہ فاطمہ اور رذوفہ احمد</p> <p>و حسبن بھی حضرت علی کے</p> <p>شرکیں ہیں۔</p>
---	--

<p>حضرت علی سے مجبتِ اہلسنت ہونے کی شرط ہے</p> <p>پس من جناب علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجله الکبیر مسے مجبت رکھنا اہل اہلسنت و جماعت خارج گشت و خارجی نام یافت۔</p> <p>علی سے مجبت نہیں وہ اہل سنت سے خارج ہے اور فرقہ خوارج میں داخل ہے۔</p>	<p>۲۵) پس مجبت حضرت امیر شرط تسنن آمد و آنکہ ایں مجبت ندارد از</p>
---	--

حضرت علیؑ کے بعد فیضِ بانی کا منصبِ عظیم حسین بن کریمین کو حاصل ہوا۔

وپریل دوڑہ حضرت امیر نام شد ۳۶  
 ایں منصب عظیم القدر حسین بن تریباً مفرض مسلم گشت۔ و بعد ازاں ایشان ہمان منصب بھر کیے از آئندہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل فراز گرفت۔  
 مکتوب ذفتر سوم ص ۱۲۳

آئندۂ اثنا عشر فیض و بدایت کا سرحدیدہ ہے

۳۶ و در عصا پر ایں بزرگواران و ہم  
چنیں بعد از رخال ایشان ہر کرا  
ضیض و برا بیت میر سد نتو سط  
ایں بزرگواران بروہ۔

اور واسطے بن ملتا ہے۔  
میں اور ان کے بعد کے زانوں  
میں جس کسی کو جو فیض اور بہبیت  
ٹلا دہ انہیں بارہ اماموں کے سیدیہ  
اوہ واسطے بن ملتا ہے۔

مکتب دفتر سوم ص ۱۲۳

۳۷ اُمَّةٌ اثنا عشر کے بعد فیض رسانی کا منصب حضور غوث پاک کے سپرد گھرا  
حثیٰ رہے اسلام فیض رسانی حضرت  
شیخ عبدالقدوس سرہ دچوں  
یہک پہنچا۔ اور جب آپ کی  
باری آئی تو یہ شخص عظیم آپ  
کے پر وکردا یا کیا۔ اور اثنا عشر  
اور حضور غوث پاک کے درمیان  
کوئی بھی اس مرتبہ کا بزرگ  
زمکن بات دفتر سوم ص ۱۲۴)

۳۸ ... انکر نوبت بجندرت شیخ عبدالقدار  
جیسا کوئی رسیدہ قدس سرہ دچوں  
فربت با ایں بزرگوار شد منصب بزرگ  
با وقار در ترہ مفعول گشت و مابین  
آنکر مذکورین و صفت شیخ یعنی کس  
بریں مرد مشرود نمیکر رہ  
زمکن بات دفتر سوم ص ۱۲۵)

محسوس فیض، بوتا

نام اویں درکلام اقطاب نجیاد کو فیض و بہبیت حضور غوث پاک کو دیلہ ملئی ہے

۳۹ و دنسون فیض و برقاۃت دیں راہ  
حضرت غوث پاک کے زانے سے بریکر  
ابن بکر اور آنہ و بھو جو حنفی فیض  
ہدایت ملتی ہے۔ خواہ وہ اقطاب  
و نجیاد کی کیوں نہ ہوں جحضور غوث  
پاک ہی کے دلیلہ اور واسطے ملتے  
کیونکہ اثنا عشر کے بعد فیض بہبیت  
کا مرکز حضور غوث پاک کے موکسی اور  
کوئی سرہنیس ہے۔ اسی بنیاد پر غوث  
پاک کے فرمایا۔ پہلوں کے متوج غروب ہو گئے اور ہمارا اقتاب بہتان میش رہی  
چکت رہے تھا۔ اور آنہ دیگر فیضان جب تک جاری رہے تھا، حضور

غوث پاک کے وسائل اور واسطہ ہی سے جبارتی رہتے گا۔

اویلیا مراد شریعہ کی رفتہ نامہ نہدی اللہ تعالیٰ کی رفتہ کا دسیلہ ہے

ان بزرگوں کی رضا مندی کو حق تھا کی رفتہ اکا ذریعہ اور دسیلہ بنائی فلاح ونجات کا یہ ہی طریقہ ہے <b>والسلام</b>	۳۰ رفتہ ایں بزرگواران را دے۔ بدلہ سنت سازند طریقہ بحث و فلاح ایں است۔ والسلام <b>مکتوب دفتر اول ۲۱۶</b>
--	---

اکابر اویلیا اللہ کی احوال حمد فرماتی ہیں

اسی قبیل سے اویلیا عکرام کی احوال مقدمہ سکی اعلاء و رعا عافت ہے۔ جو جسمانی املا کی طرح اثر دکھاتی ہے بیستے رُشمن کو ہلاک کرنا اور دشمنوں کی مدد کرنا مختلف وہیہ اور طریقوں سے <b>حضور غوث پاک کو قضاء برمیں تبدیلی کا اختیار دیا گیا ہے</b>	ازیں قبیل است مدد ہائے کہ از روح بینت اکابر تقدس اللہ تعالیٰ اسرارِ محکم کہ مناسب افعال اجسام است کا حلماں الاعداد - و نفحة الاصداق بربورہ مختلفہ۔ مکتبہ رفتہ اول ۲۳۷
--	---

ببرے تبلو حضرت خواجہ باقی بالش قدس سرہ نے اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا کہ تقدیر برمیم (شاپر میلق) کو تبدیل کرنے کی کسی کو فیافت و مجال نہیں ہے۔ سوئے ببرے ۴	حضرت قبلہ گاہی میں فرمودنکہ حضرت سید مجید الدین حبیبانی قدس سرہ درج ہے رسائل خود کو شفتنا اندر کو دفعہ اور مہرے سچ کس ایجاد نیست کہ تبدیل بدم گھر مرا۔ <b>رکمکتب دفتر اول ۲۱۶</b>
---	--

اویلیا اللہ سے مد طلب کرنا بائیزے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ حالت ایک مدت تک نہ کہ دبی پھر انفصال ایک ولی اللہ کے مزار کے پس سے گورنے کا اتفاق	ایں حالات تاہذے کشید اتفاقاً دریں وقت گزر برہزادہ عزیز سے افتاد درین حاملہ آں عزیز را مدد و معاف خود کر۔ وزین اشیا عنایت خلاف کی
--	---

بجل شاہزادہ رسید و حیثیت سالم  
کہا بینبغی و انور.  
رکن ترب دفتر اول ص ۲۲)

### اویاد اللہ الی زمین کے لیے امان میں

ایشان امان الی ارض اندر  
۳۳)

غیریتِ رودگار بھرم بیطہ  
دیھر بیرون قون درشان  
ایشان است  
دفتر دوم ص ۹۶

بزرگان دین کے عرس میں شرکت کے لیے سفر جائز ہے.

حضرت خواجہ بیرقہ سرمه کے  
عرس مبارک کے ایام میں رفیقی،  
دہلی آتا۔  
۴۵) درایام عرس حضرت خواجہ جبو  
قدس سرہ دہلی رسید۔

حضرت خواجہ محمد معصوم (حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے صاحبزادے) فرماتے ہیں:

چند روز ایں مسکینیں را در درد  
تحفیظ است۔ چنانچہ در مجلس  
عرس پیر دستگیر در ڈول نشستہ  
چند ساعت حاضر شدہ بور۔  
قدس سرہ کی مجلسیں عرس میں شرکت کی۔

(رکن ترب دفتر اول ص ۲۸)

حضرت نطب العمال شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ مولانا بلال یعنی

قدس سرہ کہتے ہیں

۳۶) اخراں پیران بر سرفت پیران  
بس سرائ و سفافی باری دارند  
رکن ترب دفتر اول ص ۱۷

### محفل میلاد جائز ہے

(۴۶) دیگر در باب مرلوخوانی اندر ارج  
یافتہ بود۔ نفس قرآن خواندن  
بلسرت حسن و رزقہ مل گفت  
و فقیہ خواندن چیزنا لفاقت  
مکتبہ نوم ۷ ص ۱۵

### البعال ثواب جائز ہے

(۴۷) الحمد بشما ان لازم است که مکافاۃ  
احسان، حسان بکشند و بدعا و  
صدقة ساعت باعثت بر نماید  
فان العیت کالغیری نینظر  
دعوه تلحقه من اب او  
ام او اخ او صدیق.  
دفتر اول مکتبہ ۸۹

### بنزوں کی نذر دنیا ز جائز ہے۔

سفرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ اپنے ایک عقیدت مند کو لکھتے ہیں:-

(۴۸) بنیاز بیہ بدریث ل فرستادہ بزید  
آپ نے جو بنیاز بزرگوں کے لیے  
رواز کی سئی وہ مل گئی۔ اس پر  
سلامتی کے لیے فاتح پر ہودی گئی۔

سفرت علیہ علیہ السلام نزول کے بعد فرمیا: ام اب سینیف پر مل بھیں گے  
جناب امام ربانی مجدد الف شافی فرماتے ہیں:-

(۴۹) حضرت علیہ علی بنیاد علیہ الصلوٰۃ  
والسلام بعد از نزول بدمہب  
اماں بیہ علی خواہ کرو دیجیں  
خواہ ایسے انتداد کے سوانح ہو گا

اُس تھیتِ روح الشہادت  
وہ نہ بخوبی تھی۔

شہید بڑیں لے کر گردان کی شان  
اس سے بلند ہے کروہ علماء  
امتِ اسلام کی تعلیمیں۔

علماء امتد فراید۔ (مکتبات و فتوح دو محضہ ہستم۔ ص ۱۳)

**نہ سب جنفی دریائے عظیم ہے اور دیگر نہ اس بحر حرض**

امتِ اسلام کی شہادتِ روح الشہادت

امتِ اسلام عظیم خواہ پورہ آحمد  
تعلیمیں بڑیں فرمہ خواہ کرو۔

کر شان او بلند تر اس سے بزرگ تعلیمیں

نکھل رقصت کے بغیر یہ کہنا  
پڑتا ہے کہ شفیع کی نظرے کیجا  
جائے تھا، بہ جنفی  
ایک دریائے عظیم نظر  
آتا ہے۔ یقینیت بظاہر  
بھی نظر ارسی بتے کہ اہل اسلام  
کا سوا عظیم حضرت امام البصیر  
کا پریو کاربے۔

۵۲ بے شانہ تکلیفت و تعصیب اگفتہ

می شو کفر ایتیت ایں مذہب  
سنی بنظر کشفی در زنگ دریتے  
عظیم میں ایڈ و سائیڈ ایڈ  
در زنگ حیاض و جداون خل  
می آبید سوا عظیم از اہل اسلام  
تابعان ابو سینیفہ انہ۔  
(مکتبات حوالہ ذکور)

**امام ابو حیفہ پیری سنت میں دیگر ائمہ سے آگے ہیں**

یہ عجیب معاشر ہے کہ امام ابو حیفہ  
سنیت بھوی کی پریو یہیں دیگر  
ائمہ سے آگے ہیں۔

۵۳ عجب معاشر است کہ امام ابو حیفہ

در تعلیمی سنت از سر پیش قدم  
است۔

**حضرت امام ربانی مجذل الفتنی قدس سرہ اساتیزی نے**

پیش کرتا ہے کہ حضرت شیعی ایڈ ایڈ کے ان شعروں پر

میں فرمایا ہے:-

اللہ بحق بنی فاطمہ

اللہ جاہل ناطر کی اولاد کے صدقہ

محمد ایمان و خاکہ کی توفیق عطا فرا

کر بر قویں ایڈ کی حاضر

maifat.com

نویں کو دناؤ خواہ رو فرمادے یا قبول فرمائے بیب تو ایں رسول کا دامن تھا تیرے حضرت دناؤ کر رہا ہوں ۔	اگر دعویٰ تم رو کئی دو قبول سن و دست امان آل گول دامن تھا تیرے حضرت دناؤ کر رہا ہوں ۔
--	---

## صدرِ قصيدة

شاعر دربارِ رسالت اور شاعر عبد نبیت کی نظر میں

حضرت سان بن نابث رضیتے ہیں:

اخْتَدَكَرَتْ الشَّجَرَةُ أَنْقَى ثَتَّةً      قَدْ كَلَّتْ النَّعْلَةُ بِكَبِيرٍ أَنْقَالَ  
 جَبَّ تَمَّ عَلَمَ كَمْ سَأَلَ كَذَرَ كَرَدَ قَرَبَةَ سَالَهُ بَرَدَ زَرَسَدَ دَرَدَ جَرَدَ سَهَّا  
 خَدَ الْبَرَيَّةَ أَتَعَاهَا وَأَغْلَاهَا      يَعْلَمُ الْبَعْيُونَ وَأَفْعَلَاهَا سَاحَلَ  
 دَمَ سَلَنَقَطَرَ دَلَمَ كَسَرَ بَرَنَقَتَرَ سَبَبَ يَادَهُ قَهَّهَ دَهَّا مَهَّا يَادَهُ دَهَّا لَهَّا  
 حَلَّاقَي الْأَلَّالِ الْمَحْنَنَ دَمَشَهَدَ      قَاعَلَنَلَّا يَسَرَّ مَنْ صَلَّقَلَّا سَلَّا  
 دَهَّا بَهَّا كَرَرَنَلَّا شَنَّ بَلَّا اسَلَلَنَلَّا نَتَنَلَّا نَتَنَلَّا كَرَجَّا بَهَّا بَلَّا سَلَّا بَهَّا  
 قَاتَانَ حَبَّتْ رَوْلَلَهُ قَذَلَلَلَوَ      خَيْرَ الْبَرَّةِ لَمْ يَعْدِلَ بِهِ سَجَّا  
 بَشَّتْ بَرَّ بَرَنَلَّا بَرَنَلَّا بَرَنَلَّا بَرَنَلَّا بَرَنَلَّا بَرَنَلَّا بَرَنَلَّا بَرَنَلَّا  
 الْمَجَنَّتْ لَنَزَّتْ رَنَّا تَرَبَّا

كَمْ يَعْلَمَتْ صَدَرَنَقَانَ كَلَّ هَلَّاجَ      مَحَافَيْسَوَهُ بِأَمْلَهُ غَلَّوَنَتَرَ  
 آپ ہی کرسیتے ہیں کہ وہ یاد ہے مالا رسالت اپنے کے امام ہمارے پرانے اپنے پانے جانے میں مالا رسالت اپنے  
 سَبَقَتْ إِلَى الْإِسْلَامِ الْمَشَلَّوْدَ      كَنْتْ بِجَيْسَنَ يَا الْعَرَشَ الْمَشَفَرَ  
 ناشیبے کو پیدا نہ کیا اور اپنے بھروسے کو جو بڑی خوبی کیا تھی اس کی وجہ سے اپنے بھروسے کو کہا کہ اپنے بھروسے کو  
 قَدِ الْعَدَلِ كَمْ يَعْلَمَتْ بِالْأَعْوَالِيَا      كَنْتْ رَفِيقَ السَّمَاءِ الْمَطَقَبِ  
 ناریں آپ کی تھیں طبعات کی وجہ سے اور صاحبِ العارف اپنے اسی نام سے ہے ۔



# تصانیف علامہ سید محمد احمد حنوفی میر

**جوہر کے حصہ دوم** علامہ سید محمد احمد رضوی کے تحریر کردہ  
مختصر اور تفسیری مصنایف کا قابل سالانہ پورنامہ ہے۔

**مسئلہ نماز** اس کتاب میں دعویٰ میں نو اذان تھامت جبرا در نماز کے فرائض و احیات کو بات اور اس کے نتایج بی اہم در خصوصی الحکم اور مسائل کو ادا نہیں ہیں جو پہنچ کیا گیا ہے۔ مسلمان کو ملک اور امام اپنے مددگار خصوصی اس کتاب کو زیر طاعت ساختنا چاہیے۔ اس کتاب میں نماز کے لیے ایم اور اشیاء زری میں اصلی بیان کیا گئی جس سے انگریز مسلمان بنے جو اور کل نمازیں درست نہیں ہوئیں۔ صفات ۳۴۸ قیمت روپے

**اسلامی ترقیات** اس کتاب میں حج، عمرم، مدینا صحنی شہر برتر

**روح ایمان** حضرت کلی علیہ وقت تینی ایسی عین را کل ملزیب  
اس کتاب میں خاص طوراً فرمودا جویں۔ حیات ابنی  
نابت نعم۔ طلاق است قیمت روپے

یعنی تمہارے نوادرات پر انکشاف کی اگلی ہے اور حضور چندرے سب دنام کو بیان کرے گا ہے۔ خالی ہوئی کمر میں پریز کا شعیری تجھت  
**باغ فدک** سلطان ننگ سے مشتمل غیراتی میں ملک اپنے میں پر  
تم اعزامات و اذایمات مشتمل جوہر گاہی ہے  
**رضوی گوجری مکالمہ** اس کتاب پر کمپنی میان صاحب اعظم صاحب  
کے مخاطب رشتہ درستہ میں موہنی، شمس

لورڈی کے ساتھ دلپی سا شکل فلورڈ درج ہے۔  
بیست قروان اس نئے پیوس بہت خوب کار تحریر ہے اور ان عام ایساں تر  
کامیب ہمہ تیناں ہے جنہیں صدر کام کے خلاف بہت زیادہ تباہی  
حد شہ قطاطیں اور قروان اپنے تصریف اور حضرت نمازیق اطراف راس  
سلیمان برقرار احادیث کے جملے میں ان کا اول جواب یا اپنے تبیت

**مسک احادیث** میں ایضاً مذکور کردہ اور یہ مذکور کردہ  
کے مسک احادیث فاضل برہمی قدس اللہ عزیز  
لئے مسک ایمان و انتشار ہے اصل میں کوئی تبصیر کا ذکر نہ ہے بلکہ  
لئے مسک ایمان و انتشار ہے اصل میں کوئی تبصیر کا ذکر نہ ہے بلکہ  
**جائز الصفات** اور اسی کے جائز ہے کمالات ایمان اور نے تمیل

کے ساتھ بخت لگی ہے جو حضرت ادم میلاد مسلم سے پیر حضرت یسی میلاد مسلم  
لے کر تاریخ اپنی کے سفرات تربھر کر کے بیٹا پیدا کیا ہے رحبر عالم مفت  
بیان یہ کتاب سفرات اپنی کا خازن ہے قیمت

**بجوہ پارے حقول** اس کتاب میں سلام کے نیادی امور کا بات اور اس منہ میں ایمان و فکر و توحید جو ایمان علی، اخلاق و حماشرت۔ غرست خلق غیرین نیت، قیامت پرست، زندگی مکمل و تحقیقی۔ نازار، رزقی، معلال، سلام۔ وفات، ایمان کے صاحب۔ غایقی، مکمل و تحقیقی۔

**خمام مصطفیٰ** اس کتاب میں حضرت ایلہ سین خام النبی میں  
میرا صفت و السیکریت کو درج کر کے اور اس کے  
نام پر ۱۹۷۲ء تھا۔

نکر قدم پا کیں کب کے خاص مرض فضائل برکات و حثایت اور اپا کا حسین جوں  
سرپریز متنہ ستر و زیارات و احادیث سے اندر کر کے درج کئے ہیں اور  
اپا کے لیے عذر بارک کے اوصاف حمید و ممتاز جیل کی تصور کیجئی گئی  
ہے یہ کل اظہر کی طرف دیدار شعوان یہیں کرکن تھیں، فتح و پی  
منزرا حالتی اس کا ہیں خضر علیات مام کے سفر مراجع اور  
منزرا حالتی کا سارا رہنماؤ میان ہے اور کتابت نہ کر دشمن

میں سزا ہے جو کسے اپنے بھروسے کا فروغ نہیں دیتا۔ میان ایمان ایمان افواز بیل سڑھے  
کتاب کی صفات کا اداگر اپنے طارکے بصری کر سکتے ہیں قیمت بعد پے  
**شان صحابہ** اس کتاب میں حضرت مولانا سالم کے حوالہ امام غلط اخلاق شاشٹھ  
امیر علوی شیخ یادگاری اکبر فاقہ خلیفہ شاہین حنفی شیخ احمد  
تھاں منہ کے ضافی مرتقب یونیورسٹی ہدата دراں کو شخصی ہوشی مسلمان ہے  
کوئی نہ سنت اور فرمیں کی تحریر نہیں وقاریں کتب کو روشنی میان کیا جائے  
اور اس منہ مسلم اسلام پر اولادات قائم کے چالیس یعنی ان کا موقوف جایا جائے  
اگلے کتاب کے صفائی کی خوبیت ہے کہ اس کے دراں سے انکا  
کی کیونکی نہیں ہے۔ قیمت

**خطبات فخری جماعت مذکور کی خوبی خلابت اول خطبہ کر فتویٰ حکام و مأولین ایج  
فیوض الماشر صحیح البخاری** عصیٰ کی شور کرتے باتیں لایں تھیں  
بے شمار نی سانی کا بخوبی جس کے طالبوں سے اپنے بڑے مدرسیں منت بروئی سے  
رسانی کو عمل کر سکتے ہیں۔

**ضخموی گوجردی مکالمہ** اس کا نتیجہ یہ یاں صاف مالت حاصل  
کے عنوان پر شورشیت مولیٰ سلسلہ  
گوجردی کے ساتھ دلپت بائیکل فولاد درج ہے۔ قیمت  
بیسٹ فلاؤن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انداز ہے جو دن بھر کی کامیابی لئے کرنے

مکتبہ رضوان، گنجشہ روڈ لاہور

## کیا حضور کا لور خدا کے نو سے پیدا ہوا ہے؟

**سوال :** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہے۔ اس مضمون کی حدیث آپ نے خصائص مصطفیٰ حضرت اذل میں لکھی ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ حدیث عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس کی رو سے حضور اکرم اللہ تعالیٰ کے جزو بن جلتے ہیں، جو عقل اور شرعاً باطل ہے۔ نیز علامہ سلیمان ندوی نے بھی اس حدیث کو موصوع قرار دیا ہے۔ برآہ کرم اس کے متعلق تفصیل سے جواب دے رکھنکو فرمائیں۔

**الجواب :** کسی صحیح السند حدیث کو بلا دلیل موصوع کہہ دینا کہاں کی دیانت ہے۔ اگر یہ حدیث موصوع ہے تو معرض کو اس پر کوئی دلیل بھی تو پیش کرنی چاہیے۔

اس حدیث کو امام بیقی نے وسائل النبوت میں، امام قسطلانی نے مواہب الدین میں امام ابن حجر الہنسی نے افضل القراء میں، علام فاسی نے مطالع المسرات میں اور شیخ عبدالحق حدیث دہلوی نے مدارج میں درج کیا ہے اور علام عبد العزیز نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیث میں اس کو صحیح لکھا ہے۔ پھر طبقی بالقبول وہ چیز ہے کہ جس کے بعد کسی سنند کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ امام عبد الرزاق ابوکبر بن ہمام حبغوں نے اس حدیث کو اپنے مصنف میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے یہ بھی عمومی شخصیت نہیں ہے۔ یہ امام احمد بن حنبل کے استاذ اور بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ ہیں۔ لہذا حدیث کے صحیح السند ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

رہے مولوی سلیمان ندوی کی توان کی یہ عادوت ہے کہ وہ عمرہ ہر اس حدیث کی صحت کا بلا تکلف انکار کر دیتے ہیں جو ان کو صحاح ستہ میں نہ ملے۔ یا اس حدیث کا مجرمات و فضائل زبوج سے تعلق ہو جاتا کہ ابی فن پیغفی نہیں ہے کہ تمام صحیح حدیثیں صرف صحاح ستہ ہی میں بند نہیں ہیں اور نہ بخاری و مسلم نے اس امر کا دعویٰ ہی کیا ہے۔

مولوی سلیمان ندوی نے اس حدیث کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اصولی حیثیت سے مجھے اس روایت کے تسلیم کرنے میں پس ویشی ہے۔ اب ان کو اس حدیث کے تسلیم کرنے میں کیوں پس ویش

ہے۔ اس کے متعلق وہ تین باتیں کہتے ہیں:-

**اول:** مصنف عبدالرزاق کی جلد اول ہندوستان میں نہیں طبعی۔ جلد دوم میں یہ حدیث موجود نہیں ہے اس لیے اس پر تقدیم نہیں ہو سکی۔

**دُوسرہ:** زرقانی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے مگر سنن نہیں لکھی۔ زرقانی میں صحیح حدیثوں کے ساتھ موصوع حدیثیں بھی ہیں اور فضائل و مناقب میں اس کی روایتوں کا کم اغتاب کیا جاتا ہے اس لیے اصولی حیثیت سے مجھے اس حدیث کے تسلیم کرنے میں پس و پیش ہے۔

**سُوہر:** میرے اس تردید کو قوت اس سے اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کہ صحیح احادیث میں مخالفات الہی میں سب سے پہلے قلم تقدیر کی پیدائش کا تصریح کیا جاتا ہے۔ اول مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَالَمُ (رسیرة النبی ص) اگر الفضاف و دیانت سے غور کیا جائے تو ندوی صاحب کی

بیان کردہ وجہات میں کوئی وزن نہیں ہے۔

**اول:** اگر مصنف جلد دوم میں یہ حدیث نہیں ملی تو جلد اول میں دیکھنی چاہئے تھی۔ مصنف جلد دوم میں تو زمانے کی وجہ سے حدیث کو روشنیں کیا جاسکتا۔ کیا بخاری جلد اول کی حدیث کسی کو جلد دوم میں نہ ملے تو کیا اس کو رکھنے کا حق ہے کچھ نہ کچھ یہ حدیث بخاری جلد دوم میں نہیں ملی اس لیے میں اس کو تسلیم نہیں کرتا۔

**دُوسرہ:** زرقانی نے اگر اس حدیث کی سنن نہیں لکھی یا زرقانی میں صحیح و موصوع دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں تو اس بنا پر ندوی صاحب نے کیسے فیصلہ کر لیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح السنہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ کام جاسکت تھا کہ سنہ دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا لیکن ندوی صاحب قبل از وقت فیصلہ کر رہے ہیں اور بلا کچھ تردید میں قوت پیدا کر رہے ہیں۔

**سُوہر:** بخاری کی حدیث میں یہ آیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ عن جمل نے قلم کو پیدا فرمایا۔ لیکن اس کی صحت اس بات کو بتکردم بے کہ مصنف عبدالرزاق کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ یہ حدیث جس میں ہم کلام کر رہے ہیں، مصنف عبدالرزاق جلد اول میں ہے اور صحیح حسن حدیث ہے۔ مصنف عبدالرزاق کی جلد اول بریلی شریف کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ حدیث کے اصل

الغاظاً يَرِي مِنْ كَحْضُورَ أَكْرَمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْرِيَا يَا:-

إِنَّ اللَّهَ حَلَقَ قَبْلَ الْأَكْشِيَاءِ | اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے

نُورَ دِينِكَ مِنْ نُورِهِ | تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا

اس کے مقابل بخاری شریعت میں یہ ہے کہ:-

أَوَّلٌ مَا حَلَقَ اللَّهُ الْقَلْمَ | اللَّهُ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔

بطاہر دونوں میں تضاد معلوم ہوتا ہے مگر جب دونوں حدیثیں صحیح السند ہیں تو ان میں تطبیق دینی چاہیے جیسا کہ قرآن پاک کی آیات میں جب بطاطاہر تضاد معلوم ہو تو دونوں آیتوں میں تطبیق رہی جاتی ہے۔ ان دونوں حدیثیوں میں تطبیق یہ ہے:-

كَمَصْنُوفِ عَبْدِ الرَّزَاقِ كَيْ حَدِيثِ مِيْسَنْ اِتِّدَاعِ حَقِيقَيْ ہے اور بخاری کی حدیث

میں ایتاد اضافی ہے جیسے حدیث بسم الله و محمد رہمیں ہے تواب معنی یہ ہونے

کہ تمام مخلوقات سے پسال اللہ عزوجل نے حضور اکرم کے نور پاک کو پیدا فرمایا۔ اور

آپ کے نور کے بعد سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔ ایتاد دونوں میں پانی گئی مگر قلم میں

اضافی ہے اور حضور اکرم کے نور مبارک میں حقیقی ہے۔

۷۔ پھر مجررات کی آیات و احادیث اور متشابہات کو عقل کی کسوٹی پر رکھنا ہی بے جدہ ہے بلکہ مجرورہ کہتے ہیں اس کو میں جو عقل انسانی کو حیرت میں ڈال دے۔ قرآن حکیم میں انبیاء و کرام کے معتقد و مجررات کا ذکر ہے۔

مثلاً سیدنا سیع علیہ السلام کامروں کا زندہ کرنا، حضرت سیدنا علیہ السلام کے لیے ہوا کامنزتر ہونا، حضرت ابراہیم کے لیے نادر فردی کا مغلی گلزار ہونا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کے دو ڈکڑے کرنا، کیا ان امور کا خلافت عادت ہونے کی بنا پر انکا رکنی صحیح ہے؟ اسی طرح آیات متشابہات کو کیا یہ کر کر دیکھا جاسکتا ہے کہ ان کے ظاہر کے مانند سے محال نظر آتا ہے۔

جب صحیح حدیث میں یہ آگیا ہے کہ حضور اکرم کے نور کو اللہ عزوجل نے اپنے نور سے پیدا فرمایا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کی گرفتاری میں جائیں اور جو بات متشابہات سے ہے اس کو سمجھنے کی شریش کریں۔ ہمیں تو نفس حدیث پر بیان لانا چاہیے۔

قرآن حکیم میں ہے:-

**يَٰٰ إِنَّ اللَّهَ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ**  
 اللہ کے ہاتھ ان کے ہاتھوں پر میں  
 کیا یہ ستم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھ سے پاک ہے، مگر اس کے باوجود وہ اس آیت کا بھی ترجیح  
 کیا جاتا ہے، کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے اور اس کی جو بھی حقیقت عند اللہ ہے اس پر ایمان  
 ہوتا ہے۔ مگر اس آیت کو محض اس بنابر پر نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس کے مانند سے خدا کے لیے  
 ہاتھ شبات ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ حدیث بھی متشابہات سے ہے جحضور اکرم نے فرمایا اللہ نے یہ  
 نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، اب کیسے پیدا فرمایا۔ کیسے کے محاصلہ کی تفہیش کی ہے مذورات نہیں ہے۔  
 البته یہ ظاہر ہے کسی مسلمان کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا  
 جزو ہیں۔ اور جو ایسا عقیدہ رکھے، وہ بلاشبہ شرک ہے۔ میں نے خصائص مصطفیٰ حضرات ولیں  
 جمال اس حدیث کو نقل کیا ہے وہاں اس امر کی واضح لفظیوں میں تصریح کر دی ہے۔

اس حدیث کو نہ ماننے کی سب سے طبی دلیل مفترض نے یہی تردی ہے کہ اس کی رو سے  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا جزو ہیں جائیں گے۔ کوئی یہاں جزیت و جھیست کا شایر بھی  
 نہیں ہے اور یہاں بالکل واضح ہے۔ مگر میں آپ کی تسلی کے لیے آپ کو قرآن پاک کی مندرجہ  
 ذیل آیات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:-  
 ۱. حضرت عیینی علیہ السلام کے متعلق فرمایا:-

- |   |  |
|---|--|
| وَهُوَ اللَّهُ كَرِيمٌ<br>جُو رَبِّکُمْ کی طرف الْقَاریگیا اور اس کی<br>طرف سے ایک روح<br>اور عمران کی بیٹی مریم جس نے پنچ شرگوہ<br>کی خفایات کی تو پھر انکے دیا ہم نے اس<br>میں اپنی روح سے۔ | <b>رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ الْقَهَا إِلَى</b><br><b>هَذِيْهِ دُرُوحِ مِنْهُ -</b><br><br><b>۴۔ وَمَرْيَمَ بِنْتَ عَمْرَانَ الَّتِيْ</b><br><b>أَخْصَنَتْ فَرِجَاهَا فَنَفَخْتَنَا</b><br><b>فِيهِ مِنْ رُوحِنَا -</b> |
| ۳۔ یا حضرت ادم علیہ السلام کے متلئ فرمایا۔ میں مٹی سے ایک بشر بنارہا ہوں،<br>راتیٰ حاصلُ بُشراً اَمْ طِينٌ فَإِذَا  | <b>بِهِ مِنْ رُوحِنَا -</b>  |

اپنی روح پھونک دوں تو اس کے  
اگے سجھو میں گرجانا۔

سَوَيْتُهُ وَلَفَخْتُهُ فِيهِ مِنْ  
رُّوحٍ فَقَعُولَةٌ سَاجِدٌ بِنَاهِ

ان آیات پر غور کریجئے:-

الشَّرْقاَلِيَّ فَرَمَاتَهُ كَهْ سَمْ نَسَرِيمِ مِنْ اپنی روح پھونک دی۔ یہ اپنی روح پھونک دی "من نورہ" کی طرح ہے۔ پھر اپنی روح پھونک دی، اس کی بجائے صرف یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ:-

"ہم نے ادم میں روح پھونک دی"

مگر اللہ عزوجل نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اپنی روح پھونک دی۔ اسی لیے

حضرت علیہ السلام کو روح اللہ (اللہ کی روح) کہا جاتا ہے۔

اب اگر حضرت علیہ السلام کو روح اللہ کہتے اور مانتے سے حضرت علیہ السلام خدا

کا چڑھنیں بنتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور اللہ ہونے کی وجہ سے خدا کا بھر

کیسے بن جائیں گے؟



حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسیم نے فرمایا ماز پڑھنے والا نماز کے دروازہ سے، جہاد کرنے والا جہاد کے دروازہ سے جنت میں داخل ہوگا اس پر صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام کو جنت کے کسی دروازہ سے بُلا گیا۔ اس کو کسی دوسرے دروازہ سے بلانے کی مزدورت تو نہیں۔ مگر حضور کوئی ایسا شخص بھی ہے رفہن یہ ہی متن کھلما، جسے جنت کے تمام دروازوں سے بُلا یا جائے؛ حضور نے فرمایا فاد جو ان تکون منہٹھر یا ابا بکر (بخاری وسلم)، ہاں ایسا بھی ہو گا اور مجھے امید ہے کہ اے ابو بکر تم کو جنت کے تمام دروازوں سے بلا یا جائے گا (بخاری)



• حضور خالق النبین علیہ الصلوٰۃ والتسیم احمد پڑھا پڑھلہ فرمائوئے جحضور کے ہمراہ جناح صدیق اکبر خاروق عظیم اور عثمان عزیز بھی بھتے، احمد پڑھا پڑھلے رہے رکا، اس پر حضور نے فرمایا اے احمد پڑھا پڑھلہ جا قائد عالیٰ نبی و صدیق و شہیدان (بخاری)، مس قت تجوہ پر ایک بنی، ایک صدیق اور دشمنیں۔



# مسئلہ علم عزیب پر تحقیقی نظر

رسالہ تجلی دیوبند کے ایڈٹر عامر عثمانی صاحب (جو مولوی شبیر احمد عثمانی کے خلیفہ ہیں) نے ایک کتاب پر تصریح کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عزیب پر بھی گوہ راشنا کی ہے یہ تحریر اسکو کے متعلق ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ پر اب تک اتنا لکھا جا چکا ہے کہ مزید اخبار کی ضرورت نہیں رہی اور یہ امید سمجھی نظر نہیں آتی کہ یہ تحریر اس سلسلہ میں حرفاً آخر شابت ہو گی اور اس کے ذریعہ وہ مسئلہ جو سلطنت مدرس سے فrac{1}{2} تحقیقی کی بحث و تجھیص کا مرکز بنائی ہے اور اسے جس پر اکھڑ سے لگتے ہیں مناظرے ہوتے ہیں اور جس کی وجہ سے دیوبندی علماء اہل سنت بر طیوی پر کفر و شرک کے فتوے جو طرف رہتے ہیں ختم ہو جائے گا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ نئے پڑھنے والوں کے لیے یہ تحریر اس سند کے حقیقی خدو خال اجاگر کرنے اور اس کی صحیح حیثیت و مہربانی کو واضح کرنے میں ضرور مدد و معادن ہو گی اور بہت سے شبہات کا ازالہ سمجھی ہو گا۔

جنوان بابت جون، ۱۹۵۱ء میں لکھا گیا تھا۔ اہل سنت و خادعوں حضور صلی اللہ علیہ السلام کے لیے علم مَا کا نَ وَمَا يَكُونُ کا اثبات کرتے ہیں لیعنی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتدائی آفرینش عالم سے قیامت تک جو کچھ ہو چکا، ہو رہا ہے اور جو ہو گا اس کا تفصیلی علم عطا فرمایا ہے۔ اسی کو لوگ علم کلی سے تعبیر کرنے لگ گئے ہیں۔ اس پر مدیر تحریک دیوبند نے جس انداز دلنوواز میں گفتگو فرمائی ہے قارئین لاحظ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:-

- ۱۔ آسے جانے دیجئے کہ قرآن، حدیث، عقل، قیاس، مشاہدہ اور تاریخی حقایق سے انسنکھیں بند کر کے شرک جلی اور بدعت ہر ترجیح پر شامل ہیں لیوں بالائی عقیدہ و رکھنے والے کسی شخص یا گروہ کی سلامتی ہوش و حواس کے بارے میں علم و عقل کیا رائے قائم کریں گے۔
- ۲۔ آسے بھی جانے دیجئے کہ جس ذہن نے یہ عقیدہ اختراع کیا تھا کہ دنیا کا نئے کے سینگ پر قائم ہے یا سورج کو دیوتا ہرشام سمندر میں عمل دیتے ہیں اور اس علم عزیب ملک عقیدے کے موجود ذہن میں سطح اور معیار کے لحاظ سے آخر کیا فرق ہے۔

۰۔ بواجھی کی داد دیکے کہ جو لوگ علم غائب کلی جسیے لائیں اور شرمناک عقیدے کے حامل ہیں۔

جنہیں یہ بھی شعور نہیں کہ یہ عقیدہ انہیں عقل و ہوش کی نگاہ میں کس قدر اضحو کہ اور تماشا بن لے گا۔

۱۔ پھر اسی تحلیل مجبور یہ دسمبر ۱۹۵۸ء میں ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

”اس کتاب میں اہل بدعت کے عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علم غائب کلی رکھتے تھے۔ علم غائب کلی کا مطلب یہ ہے کہ جب سے عالم پیدا ہوا ہے اور جب تک باقی رہے گا اس کے برعکس ٹھہرے ٹھہرے واقعہ اور جزیے کا علم خیک اسی طرح جیسے باری تعالیٰ سبھا نہ کو علم ہے، میں جب دارالعلوم میں درود حديث پڑھتا تھا تو اس وقت میں نے پہلی بارُ سنا کہ بعض بریلوی حضرات ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ تساید ان جہاں و سفہا کی نکتہ سمجھی ہو گئی جہنوں نے قادرہ بندگا دی اور کریم پڑھنے کے بعد علم سرمہ شرب کا اور قند پھاڑ دلیش وغیرہ کے مطالعہ میں اوقات بسر کیے ہوں گے اور جنہیں شاید یہ بھی یاد نہ ہو گا کہ الٰہ کے بعد سیدقول کا پارہ ہے یا غم کا۔ اور بہ جاں جہاں تو بریلوی بھی ہو سکتے ہیں اور دیندستی بھی، ان کے ہدایات کو عقیدے کا نام دینا قریٰ انصاف نہیں، ان کی سہوات کو کسی گردہ پر فرو جرم عاید کرنے کا وسیدہ نہ آپا ہتھی ہے میں۔ اس پر بعض دوستوں نے بتایا کہ تو سخت غلط فہمی میں بنتا ہے اور اس عقیدے کی ایجاد کا سرا جہاں و سفہا کے سر نہیں بلکہ یہ تو ان بعض علماء کی ایجاد ہے جو سیدکرداروں کے اُستاد اور امام اور بقول شخصی علماء الدین ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس عقیدے کی صداقت و قطعیت کا دو کرتے ہیں۔ میں نے جبرت زودہ ہو کر پوچھا، کیا اسی قرآن و حدیث کی روشنی میں؟

جواب للاجی ہا۔ اسی کی؛ میں نے جواب للاجی اس قرآن و حدیث سے اگر یہ کلام کافر اور توحید کس عقیدہ کوئی صحیح ثابت کر دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں، جو ثابت نہ کی جاسکے، خدا کا تین ہونا بھی ثابت ہو گا۔ وہ اور دو پندرہ بھی مانند پڑیں گے۔ میں کہتا ہوں آدمی کو بذریعی کی نہیں مرغی اور کھٹمل کی اولاد بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔ العیاز باللہ خیر یہ تو ماضی بعید کا قصہ تھا۔ بعد میں

جب عملی دنیا میں نوع بروز تجربیات کا موقع ملا اور مختلف کتب اسے فکر کی کت میں دیکھنے میں آئیں تو سخنوم پہاڑ جاہل بے چارے تو صفت میں بذراں میں۔ اصل گرامی اور توحید پستی بلکہ جمادات کا انبار تو نام نہاد اہل علم ہی نے لگایا ہے اور رضا و بے وانشی کے وہ وہ شاہکار اہل علم کے بیان ملتے میں کوئی خلسمہ ہوش رہا اور قصہ کوہ قافت کی پریوں کا پڑھنے والے بھی ایک دفعہ تو اپنے ہی میں آجائیں۔ ذرا اندازہ تو فرمائیے اس ذہن کی تاریکی اور رستی کا جو حیند ضعیف روایات کی اڑلے کر عقیدہ ایجاد کرتا ہے کہ ایک بشر، ایک اللہ کا بندہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نام ان اشیاء کا عالم ہے جو آغاڑ کائنات سے قیامت تک محض وجود میں آتی رہیں۔ تمام اشیاء خواہ وہ اقسام بنا تات جادوات ہوں یا از قسم واقعات و حالات مادی ہوں یا غیر مادی۔ علوم فنون سے ان کا تعلق ہو یا سیدلائش و احوالات اور انسانوں کے ذاتی و نجی حالات سے اس طرح کا عقیدہ ایجاد کرنے والا یا تو یوں کہیے کہ ہوش و حواس کو کمزیر علیفین کی صفت میں شامل ہو چکا ہے جسے کچھ خبر نہیں کروہ کیا کہ رہا ہے اور کیوں کہہ رہا ہے یوں کہیے کہ اس پر اپنے مغزیہ کو دلو تابانے اور عقل شکن خصوصیات کا ماکٹ ثابت کرنے کا جزوں سوار ہے۔ آخر عسیائیوں کو کس چیز نے اس پر اچھار کا حضرت سیع علیہ اسلام کو اللہ کا بیٹا بنادیں وغیرہ وغیرہ (تجی)

سب سے پہلے تو ہمیں نفس مسئلہ کی وضاحت کرنی ہے، اور اس کے تمام گوشوں پر تبصرہ کرتا ہے اور یہ بتانا کہ اصل اختلاف کس بات میں ہے اور ہمارے ہاں اس مسئلہ کی حیثیت کیا ہے؟

یہ امر اول ہے۔

اس کے بعد ہمیں یہ بتانا ہے کہ جس نظریہ کو مدیر تحلیٰ نے صرف ہماری ایجاد کہا ہے اور کفر و شرک کے ایم پرسائے میں وہ صرف ہماری ایجاد نہیں ہے بلکہ انکا بہرین اُمّت بھی اس نظریہ میں

ہمارے ساتھ ہیں۔

یہ امر دوم ہے:

## امراًول کا بیان

یعنی مسئلہ علم غیب و علم ماکان و ماکیون کی اصل حیثیت و اصلیت کیا ہے۔ یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے یا نہیں اور اس مسئلہ میں اصل اختلاف کس بات میں ہے۔

جموہ ائمہ دین متفق ہیں | یہ مسئلہ سچی کسی کو بھی جس پیغمبر کا علم ہو گا، وہ بہ صورت عطا انہی کو گا۔ یعنی اللہ عزوجل عالم بالذات ہے اور اس کے بغیر تباہ کوئی بھی ایک حرف کا بھی عالم نہیں ہو سکت۔ ۴۔ غیر خدا کا علم تمام معلومات الہیہ کو حادی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ غیر خدا کا علم اللہ عزوجل کے علم کے مساوی ہو سکتا ہے۔ مساوی تو درکنار تمام اولین و آخرین، انبیاء و مسلمین دلائل کر مقربین سب کے علم میں کوئی بھی علوم الہیہ سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتے جو کہ وہ باکر وہ بندوں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑوں حصے کو ہوتی ہے (کیونکہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑ روائیں دلوں متناہی ہیں۔ اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہوئی ہے۔ بخلاف علوم الہیہ کو وہ تو غیر متناہی وغیر متناہی درغیر متناہی ہی ہے)۔

۳۔ مخلوق کے علوم، اگرچہ وہ عرش و فرش، شرق و غرب، جملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو گھیر لیں آخر متناہی محدود ہیں۔ کیونکہ عرش و فرش دو حدود ہیں، روزِ اول اور روزِ آخر و دو حدود ہیں، اور جو کچھ حدود کے اندر ہو وہ سب متناہی (محدود) ہے۔ اس لیے علوم نسلیت کو علم الہی سے نسبت ہونی ہی محال ہے۔

۴۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علوم بارگاہ خداوندی سے عطا ہوئے وہ ساری مخلوق کے علوم سے انفع و اعلیٰ، اتم و عظم ہیں۔ اللہ عزوجل کی عطاء سے حضور اقدس کو اتنے علوم حاصل ہوئے ہیں کہ جن کا مشاہد اللہ ہی جانتا ہے۔

۵۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اللہ عزوجل نے سعادت دیا۔ مسلم کو اپنے بیٹھنے پڑنے کا بنا، یعنی غیوب، کہ نعم وای، ایسا پسے بیٹھنے پڑیا، پس ایسا طلاق و دی، اس سب کا ایک تینی معلوم ہے۔ بیٹھنے کو بیٹھنے نو مغمیب ہے جنور کا طبع ہو، قطعی، اجتماعی ایقانی مسئلہ ہے اور ریزوریات و بنست

ہے اور اس کا منکر کافر ہے، اور میرے خیال میں مدیر تخلیقی بھی اس سے متفق ہوں گے۔

**علم ما کان و ما یکون** ہم پسے لکھ جوچے ہیں کہ اتنا ضروریات دین سے ہے کہ ائمہ عزیز جل نے حضور ائمہ سلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علمون غبیبیہ پڑھ فرمایا تھیں یعنی غبیب جس پڑھنے والا قدس کو پڑھ کیا آیا روزِ اول سے یوم آخر تک تمام کائنات کا شامل ہے جیسا کہ علوم آیات و احادیث کا مفاد ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے تو جنت سے اہل خانہ ہجائب خصوصیت کیے کسی نے علوم حسن کو کسی نے علم روح کو کسی نے علم قیامت کو کسی نے مشتابات کو خاص کیا تھیں اس کے ساتھ ساتھ بہت سے علماء محدثین و مفسرین و ائمہ و بنی وکیشہت علماء ظاہر نے اس میں کوئی تفصیل نہیں کی اور آیات و احادیث کو ان کے علوم پر اسی طرح رکھا جس طرح ہم رکھتے ہیں اور حضور کے لیے علم ما کان و ما یکون کا اسی تفصیل سے اثبات کیا جیسے ہم کرتے ہیں جس سے یہ واضح ہو گی کہ جسیں سے ہم حضور سید عالم سلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غبیب تابت کرتے ہیں، یہاں اقول مختار ہے اور نہ فروریات دین سے ہے اور جو لوگ حضور کارم سلی اللہ علیہ وسلم سے لعفیں و عناد کی بنا پر اسی تفصیل سے حضور کے لیے علم ما کان و ما یکون کا اثبات نہیں کرتے۔ ہم ان کو کافر و مکار تواریخ ناقصی بھی نہیں کہتے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے خالص الاعتقاد ص ۳ پر الدوّلۃ الکبیریہ میں اس کی صفات و صفتیں لفظوں میں تصریح فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

لاد روزِ اول یا یوم آخر کا طلب یہ ہے کہ ابتدائے دنیت سے لے کر دنیوں جنت و زیکر کا علم سب کو ما کان و ما یکون

سے تغیر کی جاتا ہے اور جس کی تغیر ان لفظوں میں ہم کرتے ہیں کہ:-

تحنون اقدس سلی اللہ علیہ وسلم کو ائمہ عزیز جل نے ابتدائے آخریں سے لے کر قیامت تک ہم کو کچھ کہا چکا ہے۔

جو بزر ہے جو بزر کا سب کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔

قیامت کی ابتدائیں سے ہمیں اور دنیوں جنت دن پڑھتے ہو گی۔ توجہ ٹکے جنپی بنت میں اور دنیوں پسے

جاشیوں گے اس وقت تک کے زام علوم ہمارے دعویٰ میں داخل میں اور قیامت کے بعد کے محوالات ہمارے دعویٰ میں

میں مسکونت عطا ہے۔ منہ

۱۔ یہ صفات مسئلہ جس طرح ہمارے علماء اہلسنت میں دائر ہے۔ مسائل خلافیاً شاعرہ واتیرہ کے نتال ہے کہ اصلاً محل طعن و لوم نہیں، ہاں ہمارا اختصار قول اجیز ہے (یعنی یہ کہ حضور کو جو بعض علوم غیریہ عطا ہوئے وہ بعض روز اول سے لے کر روز آخر تک تمام کائنات کے علوم کو شامل ہیں)۔  
 - (خاص الاعتقاد صفحہ ۳)

۲۔ اسی طرح خالص الاعتقاد ص ۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ منکرین و مخالفین محمد پر یہ زام لگاتے ہیں کہ:-  
 (۱) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ذاتی بے عطا ہے الہی مانتا ہے۔  
 (۲) یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم علم الہی سے مساوی جانتا ہے۔ صرف قدم وحدو کا فرق کرتا ہے۔

(۳) کبھی یہ کہ امور غیر متناہیہ بالفعل کو حضور علیہ السلام کا علم بالتفصیل حادی ٹکھرا تا ہے حالانکہ اللہ واحد و تبار و کیھر ہا ہے، یہ سب ان اشیاء کا افترا ہے۔ سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں سے کون سا جملہ فقیر کے کس رسائلے، کس فتویٰ اور کس تحریر میں ہے۔  
 اس کے بعد لکھتے ہیں:-

**مفتریاں کذاب اگر ان کلمات کا خود مجدد سے استندا کرتے تو سب سے پہلے ان باطل بالوں کا رد و الباطل میں کرتا۔ (خاص الاعتقاد ص ۲۳)**

مهم حضور افسوس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح غیر یہ غیر متناہیہ کا علم ثابت کرتے ہیں اور نہ جلد **تو ضمیح** معلوماتِ الہی کا حضور کے علم کو علم الہی سے کوئی نسبت نہیں؛ ذرہ کو آفتاب سے اور

۱۔ الہ دولۃ الکیتیہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:-

(۱) ثابت ہوا کہ صحیح معلوماتِ الہی کو پورا تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کو بعیط ہو جان عقل و شرعاً دونوں طرح محل، بلکہ اگر علمہ اولین و آخرین کے سب علوم جمع کر لیے جائیں تو ان کے مجموع کو علمِ الہی سے اسلام نوی نسبت نہیں۔ (صفحہ ۱۹۷)

(۲) علم مخلوق کا صحیح معلوماتِ الہی کو مجید ہے، لفظِ عقل سے ہیں باطل اور شرع سے بھی ہیں (الذل الکیم)

(۳) ہم علم الہی سے مساوات نہیں اور نہ غیر کے بیس بالذات جانیں (باقی ص ۲۳ پر لا حل فرمائیں)

قلکہ کو مندرجہ سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں منقتو نہیں۔ کماں خالق اور کمال مخلوق میا شامت و ملوا کا ذکر ہی کیا، علم الہی کے راستے تمام مخلوقات کے علوم بہ صورت اقلیٰ فلیل ہیں۔ کوئی ہستی نہیں رکھتے اور جو شخص حضور کے عدم نوزانی مانے یا یہ کہ آپ کا علم اللہ کی عطا کے بغیر ہے۔ یا حضور کے علم کو اللہ عزوجل کے علم کے مساوی بتائے اور کہے کہ جس طرح الشاعر، وجہ غیب والی ہے بالکل اسی طرح حضور بھی نہیں ہیں۔ وہ ہمارے نزدیک بھی کافہ مشکل ہے۔

ہمارے بعض علماء کی تجربیات میں یہ آجاتا ہے کہ حضور کو علم غیب کلی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حضور ہاصل اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی ہے یا حضور تھیک اسی طرح علم غنیب رکھتے ہیں جیسے باری تعالیٰ سجناء کو ہے اور یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے جبکہ اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی ذاتی اور قدری ہے اور حضور کا علم متناہی حادث اور ممکن ہے۔ اللہ عزوجل کے بتانے اور عطا فرمانے سے ہے۔

اگر منکرین یہ کہتے کہ بشکر ہم حضور کے لیے بعض غنیب توانیتے ہیں، مگر گرما کان و ما یکون کا اثبات نہیں کرتے تو بات بالکل فروعی اختلاف کی رہتی گران لوگوں نے غنیب یہ کیا کہ علم ما کان و ما یکون کو حضور کے لیے مانے کو شک اکبر اور کفر جل قرا دے دیا۔ چنانچہ دیر تحلیل نے لکھا کہ:-

”یکھلا ہوا کافراز توجید سکن لا یعنی اور شرستاک اور دیوالائی نظریہ ہے۔ قرآن و حدیث عقل و فیض، مشاہدہ، تاریخی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ گرامی، بے دینی، توہین پڑھنے کی تاریکی، تقدیر اکی اپستی ہے۔ یہ تو حضور کو عبدیت بشریت سے الوہیت اور دیوار۔“

البقیہ حاشیہ ۱۹۲ اور عدائے الہی سے بعض بعض علم ہی مانا مانتے ہیں نہ کچھ۔ (خلع العقاد ص ۱۹۳)

دیکھئے اس میں اعلیٰ حضرت عباد الرحمن فخر رحیم فزارہ ہے یہ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بالذات علم مانتے ہیں، نہیں انتہی ہیں کہ حضور کا علم اللہ کے علم کے مساوی ہے اور علاماً الہی سے حضور کے لیے جو علم مانتے ہیں وہ بھی بعض ہماں مانتے ہیں نہ کچھ محلوات المیریہ کا نہیں۔ ان یہ حزور ہے کہ وہ بعض علم ما کان و ما یکون کو مجھیط ہے۔

لہ۔ جیسی کہ تحقیق دیر بند در برس ۱۹۵۴ء صفحہ ۷ پر دیر تحلیل نے ہم پر افزایش کیا ہے کہ حضور کے لیے تھیک اسی طرح غنیب انتہی ہیں جیسے باری تعالیٰ سجناء۔ و معاذ اللہ۔

تبلک پہنچانا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔  
(تحلیٰ دسمبر، ۱۹۴۶ء ص ۳۳، ص ۷)

اصل اختلاف یہ ہے کہ ہم الہ سنت و جماعت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ماماکان و ما میکون کا اثبات کرنے میں اور حضور اکرم کی اس  
فضیلت و عظمت کو بیان کرنے میں ہیں۔ تینیں دیوبندی علماء ہمارے اس نظریہ کو کفر و شرک قرار دیتے  
ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کا کفر و شرک کا فتویٰ دینا بہت بڑی زیادتی ہے اور آپ کے اس فتویٰ کی  
زد میں صرف ہم ہی نہیں آتے بلکہ بڑے بڑے مفسرین و محدثین و ائمہ دین بھی آجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ  
کتاب و سنت کی نصوص صریحہ بھی ہمارے نظریہ کی موید ہیں۔ ایسی صورت میں اس نظریہ کو کفر جلی  
قرار دینا خود کافروں شرک ہرنا ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے افتویٰ پر ذرا شما، کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے  
اور وہی مرغے کی ایک طانگ کفر و شرک کی تقسیم کیے جاتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ کتنوں میں کے میں بک  
کی طرح یہ سمجھتے ہوئے ہیں کہ:-

- ۱۔ ابتدا شے آخریں سے کرقیامت تک جو کچھ ہوا ہوگا ہو گیا (علم ماماکان و ما میکون) بہ اسی  
میں اللہ کا علم محدود ہے، اس کے سوانح کوئی علم ہے زکوئی معلوم ہے۔
- ۲۔ یہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ زمین دا سماں کے حالات آئندہ و گذشتہ کے حوال  
لوج و قلم کے مکتوبات اسماں کے متارے کرنے ہیں۔ زمین کی مخلوق کی گنتی کیا ہے؟ اسی میں  
اللہ کا علم نہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

- ۳۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے غالی دا بیوں کو یہ کہتے ہوئے سننا کہ جب حضور عالم ماماکان و ما میکون  
ہوئے تو ہم خدا کے پاس کیا رہ گیا۔
- ۴۔ اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ کہوئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا و اہمیسا کا  
علم رکھتے ہیں، حضور زمین اسماں میں جو کچھ ہے سب جانتے ہیں جعنور و دژ اول سے لے کرقیامت  
تک کے حالات و اتفاقات سے باخبر ہیں تو یہ لوگ کفر جلی کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ مگر اس موقع پر  
انہیں اتنی سی بات نہیں سوچتی کہ:-

”علم ماماکان و ما میکون محدود علم ہے۔ ابتدا شے دنیا سے لے کرقیامت تک  
کا علم تو ووحدتوں کے اندر بند ہے اور اللہ عز وجل کے علوم علم ماماکان و ما میکون“

کی چار دلیواری سیں محدود نہیں ہیں۔ بلکہ علم ما کان مایکیون علم الہی کی ایک سطراً وغیرب السلوات ڈالا رضن علوم الہی سے ایک قدر ہے۔ اس طرح میں علم الہی کو محض اور اللذ عز وجل کے علم بے نسبت، کو علم جمیع اشیاء میں محدود سمجھنا سخت نادائی ہے۔

۱۔ چنانچہ بیات بالکل بدیکی ہے کہ تمام اشیاء کا علم علم الہی کے سامنے نہایت تقلیل ہے۔ چنانچہ اس کا فیصلہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”علمائے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جو توریت ہم کو عطا ہوئی اس میں ہر چیز کا علم ہے؟ حضور نے فرمایا۔“ بے شک توریت میں ارشاد خدا و زری موجود ہے کہ توریت میں ہر چیز کا علم ہے، مگر یہ ہر چیز کا علم علم الہی کے سامنے تقلیل ہے۔  
*(تفسیر حازن ص ۳۲۲ جلد ۳)*

۲۔ علام رضا فرازی علیہ الرحمۃ شرح عقائد کے ص ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ:-

المدد کے معلومات اس کے مقدورات سے بہت زیادہ ہیں۔ گرونوں غیر منہا ہی ہیں۔	معلومات اللہ تعالیٰ الکثر من مقدوراتہ مع لاتناہیہا پ۔
--	---

۳۔ شرف موافق کے موقف ثانی میں ہے کہ:-

جان لے کر اللہ تعالیٰ کے معلومات اس اس کے مقدورات سے بہت زیادہ ہیں اور یہ دونوں غیر منہا ہی ہیں۔	واعلم ان معلومات اللہ تعالیٰ الکثر من مقدوراتہ مع ان کل واحد منہما غیر منہا ہی۔
--	---

۴۔ علام خلابی حواسی بھینا وی میں طبی سے نقل فرماتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ کے معلومات کی کوئی انتہا نہیں۔ اور آسمان و زمین کے غیب اس کے علم کا ایک قدر ہے۔	ان معلومات اللہ تعالیٰ لا نہایۃ لها وغیرب السلوات ڈالا رضن و ما یکتمد منه قطرۃ منہا۔
---	---

۵۔ امام غزالی کہیا ہے سعادت میں تحریر فراتے ہیں کہ :-

"وَسِيقَةً يَمْدُدُنَا، ثُبُودَكَارِيًّا قَارِنَادَكَ عَلَمَ فَرَشَّتَكَارِيًّا، وَآوَيَارِيًّا، وَجَنْبَلَهُمْنَى  
نَاجِيَرَاهُمْنَى، وَهُمْ رَاغِنَتَهُمْنَى كَوْدَمَا اوتَيْتَهُمْنَى الْعِلْمَ إِلَّا قَلِيلًا۔"

۶۔ بخاری و افقر خنزیر میں ہے کہ ایک چڑیاں کے لشکر کے کزارے پر بیکھر کر اپنی چونچ کو دریا میں ببریا  
تو حضرت خنزیر نے فرمایا "اے مومنی (عبداللہ السلام) تیر علم، میرا علم اور تمام مخلوقات کا علم

اللہ کے علم کے سامنے ایسا ہی ہے جیسا کہ دریا کے مقابلے میں اس چڑیا کا اپنی چونچ کو تکر کر لینا۔	وَعِلْمَ الْمُخْلُوقَاتِ فِي عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى مَقْدَارًا مَا عَنْهُ هُذَا الْعَصْفُورُ دَرْمَقَارَةً
---	---

جس سے ثابت ہوا کہ تمام مخلوقات اور تمام اشیاء زمین و زمان کا علم اللہ عزوجل کے  
علوم کے سامنے نہایت قلیل ہیں تو ایسی صورت میں برابری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن  
اس حقیقت کے ہوتے ہوئے جبکہ حضور کے لیے جمیع اشیاء کا علم ثابت کرتا ہے تو  
دیوبندی علام گھبرا کر پکارا چلتے ہیں کہ یہ تو خدا کے برابر کر دیا۔

تو باستیہ ہے کہ یہ لوگ کہوئیں کے بینڈک کی طرح اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اللہ عزوجل  
کا علم جمیع اشیاء میں محدود و مختصر ہے۔ جبکہ تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان دنایوں  
ثابت کرنے والے کو یہ الزام دیتے ہیں کہ :-

"رسول کو خدا کے برابر کر دیا۔"

ورنہ اگر یہ اس حقیقت سے واقف ہوتے کہ علم ماکان و ماکیون کا علم علم الہی کے  
کے سامنے قلیل ہے تو کسی خدا کے ساتھ برابر کر دینے کا الزام نہ دیتے۔ پھر حیرت تو یہ ہے کہ اس  
غلط فہمی میں صرف مدیر تجھکی اسی مبتلا نہیں ہیں بلکہ مولوی اسماعیل دہلوی بھی اسی مغالطے  
میں ہیں۔ وہ آقویت الابیان میں اس کی تصریح کرتے ہیں تو :-

"اگر کسی نے غیر اللہ کے لیے یہ کہہ دیا کہ وہ درخت کے پتوں کی گنتی جانتے ہیں تو اس

نے اس کو اللہ کی شان میں ملا دیا۔ صاف قدس اللہ حق قدس سلا

غرضیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ماکان و ماکیون کے اثبات کرنے کو

کفر و شرک قرار دنیا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اسی طرح حضور کو اللہ تعالیٰ کے مبارکہ رذیئے او عبادت سے الہیت تک پہنچا دینے کا الزام بھی حاقت و جہالت ہے کیونکہ ہر حضور کے لیے جس علم کو مانتے ہیں وہ متناہی، حادث، مخلوق اور ممکن ہے۔ اور اللہ عزوجل کا علم فاتحی قدر غیر متناہی غیر مخلوق اور واجب ہے۔ اللہ عزوجل کا علم عطاٹی اور متناہی ہر سی ہیں سکتا۔ اتنے تفرقوں کے ہوتے ہوئے کون عاقل ہے جو حضور کے علم کو اللہ کے علوم کے ساری کرذیئے کا الزام دے سکے۔

پھر ہمیں یہ دیکھ کر حریت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی کیا یہ لوگ جسے وصفت اور حسفت کا حضور اندرس کے لیے اثبات کرنے کو کفر جلی قرار دیتے ہیں۔ اسی صفت کو پہنچنے بزرگوں اور پیروں بلکہ ایک عجمی انسان کے لیے بلا تکلف ثابت کر دیتے ہیں۔ اور اس وقت ان کو شرک کفر کی گردان بھی بھول جاتی ہے ان کی اس روشن پرجیت تو اس لیے ہے کہ سید العقل کسی بھی ایسی صفت کو جس کا غیر اللہ کے لیے مانا واقعی شرک ہو مخلوقات میں سے اسی صفت کو بنی کے لیے مانے کو شرک اور غیر نبی کے لیے مانے کو ایمان نہیں قرار دے سکتا۔ اور افسوس اس لیے ہے کہ آخر ان لوگوں کو اس محنت کا نشان صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یہ عناد کیوں ہے۔ کران کی ذات کے لیے تو اس صفت کا انکار ہے اور ان کے غیر کے لیے اسی کا ثابت ہے۔ اسی قسم کی متعدد شایعیں وہی جاگرتی ہیں۔ فی الحال موجود سے متعلق ایک مثال حاضر ہے۔ مدیر تبلیغی ہی نہیں بلکہ پوری دنیا سے دیوبندیت کے امام مولوی اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:-

۱۔ دریں حالات اطلاع پر امکنہ افلاک بینی توحید صفائی کے مقام پر پنج کراسانوں کے رکاوں پر اطلاع اور زمین کے بعض دیسیز بعض مقامات زمین کو دور دراز از جائے ولی پورا بطور کشف حاصل می آید (صراط مستقیم ص ۱۱)

۲۔ دل کشف مطابق می باشد اور کیشٹ اس کا دافعے کے بالکل مطابق ہوتا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۱۱)

۳۔ برائے امکناں حالت معلوم کرنا اور بوجل اسماں کے حالات معلوم کرنا اور بوجل

فرشتوں سے ملاقات کرنا اور جنت  
و دوزخ کی سیر کرنا اور اس مقام کی تحقیقتو  
سے خوار ہونا اور لوح محفوظ میں سے  
کسی بات کا دریافت کرنا، ان سب کا رو

کے لیے یا حتیٰ قیوم کا ذکر ہے۔

روحوں اور فرشتوں اور ان کے مذاہ  
کے حالات دیکھنے اور زمین و آسمان و  
جنت و دوزخ کے مکانوں کی سیر کرنا  
اور لوح محفوظ پر مطلع ہونے کے لیے  
شغل درہ کرے۔

پردوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے  
سبوح قدر کس رب الملائکت والروح  
مقرر ہے۔

یعنی آنہ ہزیو لے واقعات معلوم کرنے  
کے لیے اس طریقے کے بزرگوں نے کئی طریقے  
لکھے ہیں:

اس قسم کے واقعات اور اس قسم کے  
معاشرت سینکڑوں ٹیڈیں آئے، یہاں  
لکھ کر بوتے کے راستے کے کمالات اپنی  
انتہائی حد کو پہنچ گئے۔ اور علوم حکمت  
کا کشف والام پورا ہو گیا۔

پس اس ذکر کی مدد سے زمین و آسمان  
جنت و دوزخ کے جس مقام کی چاہے

ارواح و ملائکہ و سیر جنت و نار و اطلاع  
برحقائق آن مقام و دریافت المکن  
آنجا و انشاف امرے ازلوح محفوظ  
یا حمی یا قیوم است۔“

(صراط مستقیم حصہ)

۴۔ برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقامات  
آنها و سیر المکن زمین و آسمان و جنت  
ونار و اطلاع برلوح محفوظ شغل دورہ  
کمند۔

(صراط مستقیم حصہ)

۵۔ برائے کشف قبور سبوح قدوس  
رب الملائکة والروح  
مقرر است۔

۶۔ برائے کشف وفات آنہا کا بین طریقے  
طرق مدد وہ نوشتہ اندر۔

۷۔

۷۔ اشیاء ایں وقاریں و اشباه ایں معاملات  
صدر اور میثیب آمدتاً میکر کمالات  
طریقہ ثبوت، بذروہ علیا خود سید  
والام و کشف ایام حکمت انجام پیدا  
(صراط مستقیم حصہ)

۸۔ پس با استفاذت ہمارا شغل برقایمک  
از زمین و آسمان و جنت و دوزخ فواؤ

متوجہ شدہ سیراں مقام ناید و احران  
آل جاد ریافت کند و بی اہل آن مقام  
ملاقات ساند (صراط مستقیم س)

دیکھے! جس چیز کے ثبوت کا یہ لوگ تمام انبیاء کے کرام اور خصوصاً حضور علیہ السلام کے  
کے لیے انکار کرتے ہیں۔ اسی کو ان کے امام نے خاص اولیا کے لیے نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لیے جو  
ذکورہ بالا درد و دنالعف پڑھتے ثابت مانا ہے اور چیز تفصیل سے کہ زین و آسمان جنت و دوزخ کے  
جس مقام کی جس وقت چاہیں سیر کریں جب چاہیں وہاں کے حالات معلوم کریں، ملائکہ و ارواح سے  
جب چاہیں ملاقات کریں اور ان کے مقامات سے آگاہ ہوں، حتیٰ کہ لوح محفوظ جس میں ہر شے کا علم  
 موجود ہے اس پر اطلاع پائیں اور ملاقات اُندھہ و ما ضیہ کا علم حاصل کریں۔

الضاف کیجئے کہ مثل ددر کرنے والوں کو لوح محفوظ پر اطلاع ہو جانے جس میں ہر شے کا علم موجود ہے  
اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو لوح محفوظ کا علم نہ ہو سکے۔ مندرجہ بالا درد و دنالعف کرنے والوں کے  
لیے تو زین و آسمان کے، جنت و دوزخ کے، قبروں کے اندر کے، ملائکہ و ارواح کے، عرش و فرش  
کے، حتیٰ کہ لوح محفوظ کے غیبیوں کا انکشاف ہو جائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو درپار  
کے تھیے کی محیی خبرت ہو۔

### چہ بے خبر مقام محمد عربی

اسوس دورہ کا شغل کرنے والوں کے لیے توبہ اتنا جائے کہ وہ جب چاہیں جس وقت  
چاہیں زین و آسمان جنت و دوزخ کے جس مقام کا چاہیں، حال معلوم کریں، ملائکہ و ارواح سے  
ملاقات کریں، ان کے مقامات سے آگاہ ہوں اور ملاقات اُندھہ پر اطلاع ہو جائیں اور حضور اقدس  
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسی کا انکار کیا جائے۔ بتائیے یہ کس درجہ کی ایمانی قوت کا کام ہے؟  
کی حرث مسلسلے و علمت بعید کریا علیہ المحبۃ والشاز اسی کا نام ہے؟

غضبے خُلکا ہم اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لوح محفوظ کا علم ثابت  
کریں۔ جس میں حسیں اشیا کا علم ہے تو میر تھیں  
ختنے پھیلو کر اس تو کھلاہوا لغزنا  
مشراکہ، توجیہ سکن شرک بیل لا بینی الدشمن کن نظریہ قرار دیں۔ اور گرفتہ کے امام اقبل دورہ کا شغل کریں اور

کے لیے لورج محفوظ کے علوم کا منکشافت ہونا نہیں پھر ان کی خانہ ساز توحید میں کچھ فرق نہ ائے اور اب شرک توحید بن جائے، لکھ اسلام قرار پائے، اس کو مدیر تحریکی نہ سمجھا و جہاں کی نئتے سمجھی قرار دیں اور نہ عقل شکن دیو مالائی نظریہ کمیں؟ آخر کیوں؟

عمر حنفہ حضراتِ دیوبند کے امام اول مولوی سعیل دہلوی کے نزدیک جب نذکورہ بالا دردو و ظائف کی مدد سے ہر جگہ ہر مقام کے احوالات جس وقت چاہیں معلوم ہو جلتے ہیں اور جنت و دوزخ، ملا مگر وارواح، حتیٰ کہ لورج محفوظ تک کے نبیوں کا انکشافت ہو جاتا ہے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان امور کا علم اللہ عز و جل کے تباہے اور عطا فراہمے سے کیوں نہیں ہو سکتا؟ جب نذکورہ بالا امور کا انکشافت دورہ کا شغل کرنے والوں کے لیے ماں اشٹرک و کفر نہیں ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ماننا کیوں شرک و کفر ہے؟

اسی سے ان کے ایمان کا پتہ چلتا ہے اور ان کی اصل حقیقت سے پرداہ احتلاط کر چکرایک، ہی ہے لیکن ہم اگر اس کو حضور عبید اسلام کے لیے نہیں تو ان کے نزدیک شرک بھی ہے اور یہ اسی کا پتہ بزرگوں اور پیروں کے لیے نہیں تو عین توحید ہے۔

مکن ہے کوئی صاحب یہ کہ دیں کہ مولوی سعیل نے تو صرف کشف مانا ہے علم غیب نہیں نہ تو میں کہتا ہوں مطلب تو ان بالوں سے ہے جن کا عطا فرم مانا بھی حضراتِ دیوبند کے نزدیک شرک ہے۔ لیکن خود ان کا امام اس سے نہ رجھا زائد غیر بیک کے لیے ماں رہا ہے۔

اپ اے علم غیب ترکیے انکشاف غیب کہہ لیجئے بات تو وہی ہوئی کہ حضور کے لیے ماننا شرک را پتھے لیے ماننا ایمان۔

چنانچہ امام الوبا یہ مولوی سعیل نے خود اس کی تصریح و توثیق کر دی وہ تقویت الایمان میں ملتے ہیں کہ:-

”اس طرح غیب کا اور یافت کرنا کو اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کہ لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی، جن افراد میں کو پیر شید کو، امام زادے کو، بھوت پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔“  
• تقویت الایمان ص ۱۱

ذرا غور کیجئے امر ال مستقیم کی عبارت میں یہی مولوی استعیل صاحب یہ لکھ کر کشفل درو  
انے والے اس کی مدد سے زمین کی ہر رسم کی جب چاہیں سیر کریں اور روح محفوظ پر مطلع ہوں، دورہ کا شل  
کرنے والے عمومی انسانوں کیلئے تلوچ محفوظ لامک رسانی بانی جاری ہے جو بلاشبہ غیر بے اور بیان  
تفویت الابیان میں جب انبیاء کرام کا ذکر کیا تو صفات کہہ دیا کہ انبیاء کرام اللہ کے تعلیم دینے اور قوت بخشنے سے  
بعنی غیب کی بابت دریافت نہیں کر سکتے جس کا مطلب یہ ہوا کہ غیری تو چند درود و فنا فنت کی مدد سے  
روح محفوظ جیسے ظیم اشنان غیب پر اطلاع پا سکتے ہیں، مگر حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تعلیم و عطا سے بعنی غیب  
پر اطلاع نہیں ہو سکتے۔ معاذ اللہ

یہ ہے پیر تخلیٰ دران کے نام اول کا ابیان اور عقیدہ۔ اپنے اسی عقیدہ و ابیان کو مولوی نے  
تفویت الابیان کے سات پر یور کھا ہے:-

”پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کو یہ بابت اپنی ذات سے ہے یا اللہ کے دینے سے غرض اس  
عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“ (تفویت الابیان بیٹھ)  
یعنی، پاہت یہ سمجھ کرو علم نہ کرو ذائقہ سے کسی نے اون کو یہ یوں نہیں اور خواہ یہ سمجھ کر اللہ کے عطا  
نے سات (عطائی علم) ہے۔ بصورت، شرک سے۔ دیکھنے انبیاء کرام کے لیے تعلیم الہی علم غیب اتنے  
دیکھی شرک کر رہے ہیں جیسے نیچی نیکلتا ہے کہ دیوبندی قوم کے نزدیک اللہ عز وجل کا علم ذاتی بھی ہے  
او عرب اور اپنی حصی، دونوں قسم کے علم کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرار دے کر انبیاء کرام کیے اس کے انشے کو شرک کہا۔  
ابے قارئین کرام تقدیت یہ سے نظیحہ ہو کر سوچیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی مستقیم اللہ عز وجل کو صفت  
علم عطا کرے اور جو قرآن و حدیث، عقل و قیاس، مشاہدہ و تاریخی حقائق سے آنکھیں میچ کرالیں نظر  
گھر کے کہ اللہ تعالیٰ کی سمعت، ہم عطا لی ہے۔ اس شخص یا گروہ کی سلامتی، ہوش و ہواں کے باسے میں  
اہل علم و عقل کی رائے قائم کریں کے؟ اس کو مجده و خلیم بانیں گے؟  
یا پیر تخلیٰ ہی کی تریان ہر کمیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں علم کو عطا لی، اتنا کھلا ہوا ہا فراہ، مشرکانہ، محدہ  
حی لام، لا یعنی اور شرکاں تو پیش کون خفیہ ہے۔ اگر قرآن و حدیث سے کوئی یہ ابیساں عقیدہ سیخ بابت  
کردت تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں رہی جو شرکت نہ کی جاسکے، خدا کا تین  
ہونا بھی نہ ہوت، وہجا، دو اور دو بھی پندرہ اتنے پڑیں گے، میں کہتا ہوں کہ اُو جی کو بندر ہی نہیں گرفتی اور

او کھمل کی اولاد بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

ذراء ندازہ تو کجھے۔ اس ذہن کی تاریکی اور قلب کی سپی کا جوابی خاتم ساز توحید کی آڑ میں یقینیو  
ایجاد کرتا ہے کہ اللہ کا علم عطا ہے۔ اس طرح کا عقیدہ ایجاد کرنے والا یا تو یوں کہیے کہ ہوش و ہواں کھو کر  
غیر مکفیں کی صفت میں شامل ہو گیا ہے۔ اور کفر فرقہ کی تقسیم کے نشیر میں مدہوش ہو کر اسلام فرع اقلم پر  
گیا ہے جسے کچھ خبری نہیں ہے کہ وہ کیا کہ رہا ہے یا یوں کہیے کہ اس پر خداوند قادر وس کو اپنا عبد و ملوك  
بنانے اور عقل شکن خصوصیات کا مالک ثابت کرنے کا جنون سوار ہے۔

بہرحال اصل جدالت کا ابصار تو تقویت الایمان میں ہے۔ جاہل بیچارے تو مفت میں یہ نام  
ہیں اور اصل گراہی تو ہم پرستی سفا ہرت دبے داشی کے تیار کار قراسی مجدد کے بیان ملئے میں کاظم شہر با  
اور قصہ کوہ غافت کی پریوں کا پڑھنے والے بھی ایک دفعہ تو اپنے ہمیں آ جائیں۔

اُخْرَ فِي هَذِيْهِ يَوْمَ لَوْكَ اَسْ غَلَطَ مُفْعَمِيْ مِنْ مُتَبَلِّدِ مِنْ كَرْ عَلَمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ مِنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
کا علم مختصر ہے وہ کتوئیں کے مبتدک کی طرح دائرہ کا چکر لگا کر اس عقل تکن نظر پر کوپنے ہوئے ہے۔ کہ  
غیب السموات والادرض میں ہی اللہ کا علم ہو رہے ہے۔ اسی طرح وہ اس صریح البطلان دشمن  
علم و فهم نہ لے کر سینے سے چٹائے ہوئے ہے کہ عطا ہی علم حیی اللہ عز وجل کا خاسر ہے۔ میرا انہا رحیاں  
مکن ہے مبالغہ پرستی ہو گر سچنے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ اتنی سی بات نہیں سمجھ پاتے کہ:-

”غیب السموات والادرض اور علم ما کان و ما یکون علم الہیہ سے ایک  
قطرو ہے اور علم اولین و آخرین کو علوم الہیہ کے سامنے وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ایک  
قطرہ کو سات سندروں سے ہوتی ہے اور یہ کہ اللہ عز وجل کا علم عطا ہی ہو ہی نہیں سکتا۔  
اور اگر کسی کے لیے یہ انا جائے کہ اس کی صفت علم عطا ہے تو وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا  
ایسے لوگ خیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک پر نقد کرنے اور مشترکاً کافر اور دیو ما الیٰ  
عییدہ کارونا و نے چلے ہیں۔“

اس سلسلے میں یہ مرسمی خالی از لچکی نہ ہو کہ کچھ لوگ اپنی سفا ہست دبے داشی کی بنا پر حضور  
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ما کان وہ ایکوں کے ثابت کرنے کو کھلا گھو اُمشہدا توحیدیک  
عقیدہ فرار دیتے ہیں توحیدان کی بھی بے شکن نہیں رہی اور انھوں نے اپنی شانہ ساز توحید کے نشیں

مخور ہو کر جو زیادتیاں کیں، موحدی ان کی بھی سالم نہیں پہنچی۔ انہیں کے قلمبے ان کی توحید و موحدت کے پرچے اٹڑا دیے اور عین ناخن کا فروشک بناتے بناتے خود ہی شرک و کفر کے سمندروں میں غوطہ کھانے لگئے۔

آپ کمیں گے یہ کیسے؟ — تو نہیں! یہ ایسے کہ۔

ابھی جو ہم نے صراط مستقیم کی عبارتیں میں کی ہیں ان میں مولوی اکیل دہلوی نے کشف کی صحبت کا اقرار کیا ہے۔ مزہف یہ بلکہ بیان تک لکھا ہے کہ کشف کے ذریعہ حجا مور معلوم ہوتے ہیں۔

آں کشفش مطابق می باشد | وہ کشف واقعہ کے مطابق ہوتا ہے  
پھر انہوں نے بتایا ہے کہ یہ طیفہ کرگے توبہ ہو گا، اور وہ شغل کرگے توجہ وہ طبق روش ہو جائیں گے۔ مثلاً انہوں نے لکھا ہے:-

۱۔ براۓ کشف قبور: قبروں کے اندر کے حالات معلوم کرنے کے لیے سُبُّوح قدُّوس  
کا وظیفہ ٹھو۔

۲۔ براۓ کشف ادراح: روحوں والا کرو جفت، و دوزخِ زمین و آسمان کے مقامات کی سیر  
کرنے اور دہان کے حالات معلوم کرنے کے لیے شغل دوزخ کرو۔

۳۔ براۓ کشف فعالح آئندہ: آئندہ کے واقعات معلوم کرنے کے لیے یہ کرو۔

۴۔ لوح محفوظ تک اطلاع پانے کے لیے یہ کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔

(صراط مستقیم ص ۱۰۷ ص ۱۰۸ ص ۱۰۹)

صراط مستقیم میں تو وہ کشف کی صحبت اور اس کے واقعہ کے مطابق ہونے کا اقرار کر رہے ہیں جسی کہ بیان تک لکھا رہے ہیں کہ:-

”اس قسم کے واقعات اور اس طرح کے معاملات سینکڑوں میں آئے۔ بیان  
یہ کہ بتوت کے راستے کے کمالات اپنی انتہائی حد کو پہنچ گئے ما در علوم حکمت کا  
کشف والہام پورا ہو گیا۔“ (صراط مستقیم فارسی ص ۱۵۱ ص ۱۵۲)

لیکن جب صراط مستقیم میں اپنے پیر سید احمد بریلوی کی فضیلت میں انہوں نے کشف الہام

کی صحت کا اقرار کر لیا۔ تو اب انہیں کی دوسری تصنیف تقویت الایمان ان کو دُور سے کھڑی اٹنگی دکھانے لگی کہ اسے مجدد وہا بہرہ دوسروں پر کفر و شرک کے فتوے دے کر جانتے ہیں ہر آن غوش شرک و کفر سے تو تم کو بھی مفر نہیں ہے۔

مولوی امیل صاحب نے جب مرد کردیکھا تو تقویت الایمان کا صفحہ ان کے سامنے آگئی۔ جس میں انہیں کی قلم نے یہ تحریر کیا ہوا تھا:-

”شرک سب عبادتیں کافر کھو دیتا ہے اور نجومی، رمال، جگار اور فال دکھنے والے اور نامنکالمشوے اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے والے اس میں داخل ہیں (افت) لیجھئے! اب یہ کہا جا رہا ہے کہ کشف و استخارہ کا دعویٰ کرنے والے بھی شرک ہیں میں یعنی جو کہ کتنی نے کشف کے طور پر جنت کی سیر کی، مقاماتِ ارواح کیجیے اور ان سے ملاقات کی جسی کروجِ محفوظ نہ کی اطلاع پالی، وہ بھی مشرک ہے۔“

”کیجا آپ نے! یہ ہے ناجتنی اسی کو مشرک اور کافر بنانے کا نتیجہ، کہ ایک جگہ کشف کو ایمان کہہ دیا۔ اور دوسری جگہ شرک لکھ دیا۔

اور قدور نے پاک و ہند کے سب سے بڑے بڑے کافر اور شرک و کفر کی تقسیم کے تابع اکبر کو بھی خود اسی کے قلم سے کفر و شرک کی آن غوش میں سکلا دیا۔ فاعتبدُوا یا اولی الالباب۔

## امر دوم کا بیان

حضرت مولانا مسلم کیلئے علم صakan و ما یکون کے اثبات کو مدیر تھجی نے درست ہماری ایجاد کیا ہے، بلکہ اسے کفر جمل قرار دیا ہے اور امِ راقعہ یہ ہے بڑے بڑے اکابرین اُمتِ اکمردین، محمد شریف و مفسرین و فقہاء اُمت بھی حضور کیلئے علم صakan و ما یکون کے قائل۔

ٹھاٹھ فرمائیے:-

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

- |   |
|---|
| ۱۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-<br>محبوبہ رحیم روشن ہو گئی اور میں نے<br>فتحجی لی کھل قبیل و عنفت (تندی)<br>اس کو پسچاہن لیا۔ |
|---|

## ۲- فعلمت ما في السموات

### والارض

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشتعال للهعات میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

پس جانے میں نے جو کچھ آسانوں اور زمین میں ہے۔  
پس جانے میں نے جو کچھ آسانوں اور زمین میں ہے (حضور کا یار شاد، عبارت ہے  
تمام علم حبودی و کلی کے حاصل ہونے  
اور ان کا احاطہ کرنے سے۔

۱۰ پس داشتم ہر چیز در آسانی و ہر چیز  
در زمینا بوجو عبارت است از حصول  
تمام علم حبودی و کلی و احاطہ آن  
(اشتعال للهعات)

مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں:-

۱۰ ہر چیز در دنیا است از زمان آدم  
تا نفعہ او لی پر میں صلی اللہ علیہ وسلم  
منکشف ساختند تا ہم احوال اور  
از اول تا آخر معلوم گردید و یارہ نہ  
راتیز بخشے نبدار  
(مدارج النبوت)

و کہیے! حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اقرار کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو تمام علم عطا ہوا اور  
آسانوں اور زمینوں کے تمام علم حبودی و کلی آپ نے احاطہ کر لیا۔  
عمری تحلیلی بتائیں کہ شیخ نے پیغیری قرآن و حدیث، عقل و قیاس، مشابہہ و تاریخی حقائق سے  
انکھیں بند کر کے قائم کیا تھا۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ، سورہ حج کی تفہیم میں فرماتے ہیں:-

۱۰ مطلع منی کند عجیب خاص خود تیک کس ا  
کر فتح تسلیں داشتیاہ و خلاسے تکی براں  
العلام باشد گر کے کر پسند ہیں و انکس  
رسول باشد خواہ از جنس ملک دخواہ

الله عز وجل اپنے غیب خاص پر کسی کو  
اس طرح مطلع نہیں فرماتا کہ بغیر کسی شک و  
شبہ و خطاب کے تقینی اطلاع اسے ہو جائے  
مگر وہ شخص جسے اشرفت، فرمائے اور رسول ہر

از جنس بشر مثل حضرت محمد علیہ السلام  
و السلام اور اطمئن بر غیوب خالص فرمائید.  
(تفسیر عربی زیارت سورہ جن)  
پھر یہ ہی حضرت شاہ عبدالعزیز آئیہ مبارک و یکون الرسول علیکم شہید اگلی تفسیر  
بیس لکھتے ہیں :-

تمارے رسول تم پر گواہ ہوں گے کیونکہ  
حضرتو نبیت کے نور کے سبب طلاق ہیں کہ  
دین میں اس کا کتنا درجہ ہے اور اس کے  
ایمان کی حقیقت ہے۔ اور جس پڑے  
کے سبب وہ ترقی سے رک گیا ہے وہ کوئی  
مجاہد ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم  
سبکے ایمان کے دھوکے کو حلنتے ہیں  
اور تحارے پچھے بُرے کاموں سے اتفاق  
ہیں اور تحارے اخلاص نفاق پر طلحہ ہیں۔  
اس پرے حضور کی گواہی اُستکے حق میں

۴۔ و باشد رسول شما گواہ نزیک اور طلحہ  
است بور نبیت بر تبرہ هر متین مدنی  
خود کے کدام درجہ از دینِ من رسیدہ و  
حقیقت ایمان او حسیبیت و جابے  
کہ مدار از ترقی محبوب ماندہ است  
لکام است۔ پس او می شناسد گناہ ان  
شمرا و درجات ایمان شما داعمال نیک  
و به شمارا و اخلاص و نفاق شمارا ہے زا  
شادوت اور دنیا و آخرت بحکم شرع  
درحقیق امت مقبول و واجب العمل است۔

### مقبول اور واجب العمل ہے

دیکھئے! شاہ صاحب بخیالِ بیرونی کیسے کیسے دبیں شرکوں کے پھاراں کی نفی کی جان پر توڑ رہے  
ہیں کہ حضور علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب خاص پر طلحہ فرمایا ہے حضور لوگوں کے ایمان، ایمان کی  
حقیقت، ایمان کے درجہ اور ترقی سے رک جانے کے اسباب سے وائف ہیں، حتیٰ کہ اپ ان  
کے خلوص و نفاق سے بھی باخبر ہیں۔

اُسے کیا نتوی ہے مدیر اعلیٰ تحریکی کا حضرت شاہ صاحب کے متعلق؟ کیا یہ بھی سفما و جمال  
کی نکتہ سمجھی اور ذہن کی تاریکی و پتھری ہے؟

پھر اس سے بھی بڑھ کر شاہ صاحب کا ارشاد یہ ہے کہ جس کو انھوں نے تفسیر عربی

سورہ جن میں تحریر فرمایا ہے۔

۳۔ اطلاع بر لوح محفوظ بیطال العرو دین  
نقوش نیز از بعضی اولیاً تواتر متقد  
است۔ (تفسیر عربی زبانی)

لوح محفوظ پر طلوع ہونا، اسے دیکھنا  
جو کچھ اس میں لکھا ہے بعض اولیا در  
سے نواتر کے سانحہ ثابت ہے۔

مدیر تحریر کفر و شک کا مختبلا جلد سنبھالیں اور اگر کوئی تیر باقی رہ گیا ہو تو چیدر دیں اس سے  
حضرت شاہ صاحب عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا سینہ جو حضور تلو حضور حضور کے غلاموں اولیا کرام  
کے لیے لوح محفوظ رجس میں ماکان و مائکون بھی داخل ہے، کاشادہ تواتر سے  
ثابت مان رہے ہیں کیا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہ طور پر موشرا کے مطالعہ کے  
بعد چھی تھیں۔

### علامہ حسن العلوم والعیاش

ملک العلما عبد العلی محمد الحسنی قدس سرہ حاشیہ شرح میرزا بدرا رسالہ قطبیہ جو بیان  
تصور و تصدیق میں ہے اس کے خلیمہ بارکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں فرماتے ہیں:-

وَعَلَمَهُ عُلُومًا الْعَظِيمَةِ  
أَخْتَوَى عَلَيْهِ الْقَلْمَ الْأَكْشَنِ  
وَمَا أَسْتَطَاعَ عَلَى إِحْاطَتِهَا  
اللَّوْحُ الْأُوْفِي لَهُ  
مِثْلَهُ مِنَ الْأَذَلِ وَلَمْ يُؤْلَدْ  
إِلَى الْأَبِدِ فَلَيْسَ لَهُ فِي السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَذْصَنِ كُفُوًا أَحَدٌ۔

حضر کو اللہ عز وجل نے بعض وہ علموں سے کھائے  
جن قلم اعلیٰ جادی نہ ہوا اور لوح ادنیٰ  
ان کا احاطہ نہ کر سکی۔ زمانہ نے روزی  
ازل سے نہ اس جیسا پیدا کیا نہ ابد  
میں وہیسا پیدا ہو گا۔ تو ہمیں ہے  
سارے آسمانوں اور زمینوں  
میں اس کا کوئی جوڑ۔

یہ علامہ عبد العلی الحسنی وہ ہیں جن کے علم و فضل کا زمانہ نے اعتراض کیا ہے اور جن  
کا رسالہ قطبیہ آج بھی مدارس نظاہر میں پڑھایا جاتا ہے۔ اگر مدیر تحریر نے پورا کو رسالہ قطبیہ کے تو یہ رسالہ  
بھی پڑھا ہو گا۔ یہی علامہ سجر العلوم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بعض وہ علوم سے کھائے ہیں جن  
پر لوح و قلم نہ حاوی ہوئے۔ اب بخوبی کہیے کہ جن علوم کا احاطہ لوح و قلم نہ کر سکیں ان کے مقابل

علم مکان و ما یکون کی توثیقیت ہی کیا ہے، مدیر تجھی تو صرف اس پریخ پا ہو گئے کہ حضور کو عالم مکان و ما یکون کہہ دیا۔ مگر کیفیتی ہے ان کا۔ علامہ بھر العلوم کے مختلف جو علم مکان و ما یکون تو الگ رہا، وہ تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور کو بعض وہ علوم دیے گئے جن پر لوح قسلم حادی نہیں ہو سکے گا۔

### حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

فیصل الحربین میں فرماتے ہیں کہ مجھ پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے فائض ہوا کہ بنہ کیونکر اپنی جگہ سے مقام قدس تک ترقی کرتا ہے اور پھر

ہرشی اس پر روشن ہو جاتی ہے، جیسے  
وافعہ معراج میں حضور نے اس مقام کی  
خبر دی۔

عارف مقام ختنک کھنچ کر بارگاہ  
قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر  
روشن ہو جاتی ہے۔

غور کیجیے! مکان و ما یکون کا کون سا ذرہ باقی رہ گیا، جو ہرشی میں نہ آیا، مدیر تجھی تو حضور علیہ السلام کے یہ ہر شے کے علم کو ثابت کرنے کو عقل و قیاس اور شابدہ کے خلاف بتا رہے تھے، مگر حضرت ولی اللہ نے نوان کے زخموں پر زینک چھپ کر کیے بیان تک دعویٰ فرمادیا کہ ہر شے کا علم تو عارف کو صحیح ہو جاتا ہے۔

اس سے کے بعد ولی فڑ کے خصوصی میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ تمام نشاط اعنفری جسمانی پرستوں ہوتا ہے (اس کے بعد فرمایا)، استیلا انبیاء و کرام میں تنظا ہر ہے۔

لیکن غیر انبیا میں دراثت انبیاء کے منصب میں جیسے مجدد و اوقطب ہوتا ہے اور ان کے آثار و احکام کا ظاہر ہوتا ہے اور علم و حلل کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

۳- قَمَّا فِي عَبِيدِهِ وَنَفَّا صِبْرَ وَدَاثَةَ  
الْأَنْبِيَا عَلَى الْمُحَدَّثَةِ وَالْقُطْبِيَّةِ  
وَطَهُورًا ثَانِيَهَا أَحْكَامُهَا وَالْبُلْعَاعِ  
إِلَى حَقِيقَتِهِ كُلِّ عِلْمٍ وَحَالٍ۔

اصل بات یہ ہے کہ فروکا نفس اصل پریش میں نفس قدر سی بنایا جاتا ہے۔ اسے ایک بات دوسری سے غافل نہیں کرتی (یعنی نہیں ہوتا کہ ایک صیغہ میں دوسری چیز کا خیال نہ رہے۔ بلکہ ہر جا بہترستے پر اس کی نگاہ ایک سی رہتی ہے) اور اب سے لے کر اُن ت

پھر اسی تقریر مذکور میں فرماتے ہیں:-  
 ۳۔ بَعْدَ ذَلِكَ مُلْهٰ جُيْلَثٌ نَفْسَةٌ  
 نَفْسًا قَدْ سَيَّةً لَا يَشْغُلُهَا  
 شَانٌ عَنْ شَانٍ وَلَا يَأْتِي عَلَيْهِ  
 حَالٌ مِنَ الْأَخْوَالِ إِلَى الْجَحَرِ  
 إِلَى النُّقْطَةِ الْكُلُّيَّةِ إِلَّا وَهُوَ  
 جِيْلَرٌ لِهَا الْأَلَانَ وَإِلَهَا الْأَلَيِّ التَّقْفِيلُ  
 لِأَجْمَاعٍ۔

تک کروہ سبے جُدا ہو

۴

ہو کر عام سے جملے (یعنی وقت وفات تک) جو کچھ حال اس پر آنے والے اس سب کی اس وقت اسے خبر ہے۔ وہ جو ائمہ کا جمال کی تفصیل ہے۔

ابے کیا فتوحی ہے درحقیکی کا حضرت امام ولی علیہ الرحمہ متعال، یہی انہیں یہی ایک خالی لشکر کو دیتا ہے اور عقل شکن خصوصیات کا ماہک قرار دینے کا جنون سوار ہو گیا تھا؛ جو وہ ولی فروکنفس قدری کہ کرتا ہے احوال پر اس کو مطلع ہاں رہے ہیں اور ہرستے کا اسے عالم بتا رہے ہیں؟ حضرت علی اللہ پر بھی دو ایک کفر و شرک کے حصیئے مار دیجئے تاکہ رہی سہی دیوندیت کا جنازہ ہیں گل جائے۔

### علاءمر لوصیری و ملا علی فاری

امام محمد ابو صیری قصیدہ بُرُودہ شریعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بناتا کو عرض کرتے ہیں:-

۱۔ نَّاَنَ مِنْ جُوْدَكَ الدُّنْيَا وَضُرُّهَا  
 يَا سُولَ النَّبِيَا وَآخِرَةِ مَوْتَنَا أَبَكَ  
 وَمِنْ عَلُوْمِكَ عِلْمَ الْأَلْوَاحِ وَالْقَلْمَنِ  
 بخش سے ایک حصہ ہے اور لوح قلم  
 کا عسلم حضور کے علم کا ایک مذکرا ہے۔

علام علی فاری علیہ الرحمۃ الباری اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لوح قلم کے علوم کا حضور کے علم میں سے ہونے کا بیان یہ ہے کہ حضور کے علم بہت اقسام کے ہیں۔ علم کلیہ۔ علم جزیرہ۔ علم حلقہ۔ اشیاء۔ علوم اسرار۔ غیبا۔ اور وہ علوم و معارف جو ذات و صفات الہمیہ سے متعلق ہیں۔

او روح قلم کے علم حضور کے علوم کے  
سمندر میں ساکیں نہ اداپ کے  
علوم دسیع کی سڑوں میں سے ایک سطر  
ہے۔ پھر بابی بہر وہ حضور ہی کی برکت سے تو ہے۔“

۲۔ وَعِلْمُهُمَا يَتَبَوَّنَ لَهُرَّاً إِنْ بُحُورِ عِلْمِهِ  
وَحَرْفًا مِنْ سُطُورِ عِلْمِهِ  
(حل العقدہ شرح البردہ)

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی  
بردہ کے نکورہ بالاشعر کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :-  
اور منجد آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح قلم ہے: (اعظم الورده ص ۱۰۳)  
سید صادق علی رضوی  
رضویہ صادقہ ص ۱۰۳ پر ترجمہ یوں کرتے ہیں :-

وَازْ لِعْنِي مَعْلَوَاتٍ تَوْلِيمٌ قَلْمَمٌ أَسْتَ . الْحَاصِلُ الْخَزْ . وَلَعْمٌ تَوْجِيهٌ أَسْتَ بِجَمِيعِ الشَّيَاءِ  
وَأَنْجِيزْ صَفْرٌ لَوْحٌ مَحْفُوظٌ ازْ زَيَانٌ قَلْمَمٌ رَسِيدَهْ.

یہ لمحہ! حضرت امام بصیری اور حضرت طالعی فاری لوح قلم کو حضور علیہ السلام کے ذریعہ معلوم کی ایک سطر قرار دے رہے ہیں۔ اور یہ  
قرآن سے کوچھ لمحہ کے لوح میں کیا ہے؟

۱۔ كُلُّ شَيْءٍ أَخْصَيْتُهُ فِي إِمَامٍ  
مُّبِينٍ -

ہر چیز کو لوح محفوظ  
میں جمع کر دیا۔  
ہر چیز کو لوح محفوظ میں جمع ہوئی ہے۔  
زین دہ سنان کے سب خوب لوح محفوظ  
میں جمع ہوئے ہیں۔

۲۔ كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ

۳۔ وَمَا مِنْ غَارِبٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ -

کوئی تاریخ کچھ چیز ایسی میں جو لوح  
مفتوح میں نہ ہو۔

۴۔ لَا رَطْبٌ وَلَا يَالِبٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ  
مُّبِينٍ -

ذرہ سے چھوٹی اور بڑی چیز ایسی  
نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

۵۔ لَا أَضْحَرُ مِنْ ذَالِكَ وَلَا أَخْبُرُ  
إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ -

ذکورہ آیات کریمہ نے صاف کر دیا کہ لوح محفوظ میں ایک علم حسن و قیامت کیا تام ماکان  
و ماکون روز اول سے جو کچھ ہو گا سب ظاہر و باطن، خشک و مر، صغیر و بزرگ تام غیب و شہادت  
او علوم حسن کا ذرہ فرہ **تفصیل قلم قدرت** نے لکھ دیا ہے۔ امام اجل بوصیری اور طالعی فاری لوح محفوظ  
کے علوم کو حضور کے علم کی ایک سطح قرار دے رہے ہیں۔ مدیر تخلیق تو علم ماکان و ماکون سے چڑکر  
جلی کٹی سنار ہے ہیں اور علام علی فاری تواں سے بھی ڈر کر دعویٰ کر رہے ہیں۔ مدیر تخلیق کیا اسے  
بھی کھلا بر اکافر از توجیہ مکن عقیدہ قرار دیں گے؟  
یہ ہی حضرت طالعی فاری علیہ الرحمہ یخبر کہ پہا محنی و ماہو کائن الحدیث کی شرح  
میں لکھتے ہیں:-

راس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور گزشتہ و آندہ و تم سے پہلوں اور تمارے بعد والوں کو دنیا عقیلی کے جیسے احوال کی خوبیتے ہیں۔ یہ دعیہ میجاں مدیر تخلیق طالعی فاری کیسا اول ترک بول رہے ہیں کہ حضور کو تمام دنیا عقیلی کے تمام احوالات کی خبر دینے والا مان رہے ہیں۔ کیا مدیر تخلیق کے نزدیک ( مزقات جلد ۵ ص ۲۵ ) یہی دیواری نظریہ ہے۔	<b>يَخْدِرُ كُمْ بِمَا مَظَى أَئِ يَمْسَكُ</b> <b>مِنْ خَبْرِ الْأَوَّلِينَ مِنْ قَبْدِكُمْ</b> <b>وَمَا هُوَ كَايْنٌ بِقَدْكُمْ أَئِ مِنْ</b> <b>نَبَأٌ إِلَّا خَرَّيْنَ فِي الدُّنْيَا وَمِنْ</b> <b>أَخْوَالِ الْأَجْمَعِينَ فِي الْعُقُبَى</b> <b>( مزقات جلد ۵ ص ۲۵ )</b> <b>يَسِيْرٌ وَلِيْلَى فِي نَظَرِيْهِ</b>
--	---

### علام قسطلانی شراح بنماری و امام ابن الحاج کی

علام قسطلانی موسا ہب لدینی میں اور امام ابن الحاج کی مدخل میں لکھتے ہیں:- اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کو اس سے بھی زیادہ علم عطا فرمایا اور اولین و آخرین علم اپ پریش کیا ۔ یہی علام قسطلانی موسا ہب میں فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے فرمایا کہ زائر اپنے نفس کو اکاہ کر دے کہ وہ حضور کے سامنے حاضر ہے جیسا کہ حضور کی حیات ظاہر ہیں۔	<b>وَلَا شَكَ إِنَّ اللَّهَ قَدِ اطْلَعَهُ</b> <b>عَلَى أَذْيَدِ مِنْ ذَلِكَ وَأَلْقَى</b> <b>عَلَيْهِ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ</b>
--	--

اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ:-

رَفِيْقُ مُسْتَأْهِدٍ نَّبَهَ لِأُمَّتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ  
حَضُورِ اپنی امت کو دیکھ دی رہے ہیں،  
بِأَخْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَغَذَا لِيَهُمْ  
ان کی حالتوں نتیتوں اور ارادوں اور  
وَخَوَافِطِهِمْ وَذَالِكَ عِشْدَةَ  
دل کے خراویں کو پہچانتے ہیں اور یہ  
جَلْلَى لِأَخْفَاءِهِ رَمَاهِبُ الْنَّبِيِّ  
سب حضور پر پروشن ہے جس میں کچھ  
بُجْجی پوشیدگی ہیں۔

یہ دیکھئے ہے حضرت علام قسطلانی شارح بخاری یہ حکم کر رہے ہیں کہ حضور کو علوم اولین و  
آخری عطا ہوئے — اولین و آخرین میں انبیاء کرام حضرت آدم و خلیل و خضر  
علمیں السلام کے علوم اور ملائکہ میں حاملین عرش و حاضرین لوح محفوظ کے علوم بھی داخل ہیں جو  
علم مکان و ما بکون کو محیط ہیں۔

نیز وہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حالات و نیات، عزم  
اور تلاوب کے خڑات سے بھی واقع ہے۔ مدیر تخلی کا علام قسطلانی کے متعلق کیا نتوی ہے؟ کیا یہ  
بھی قسم کوہ فنا کی پرلوں کا پرعنہ والوں میں سے ہے؟

### علام رضا جی صاحب نسیم الریاض

اپ شرح شفاعة صنیعی صنیعی علیہ الرحمہ میں فرماتے ہیں کہ:-

أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَرِضَتْ عَلَيْهِ الْخَلَائِقُ مِنَ الدُّنْ  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ساری  
مخلوقات از آدم تا روز قیامت پیش  
آدم کی قیام الساعۃ فعریفہم  
کی گئیں۔ اپ نے ان سب کو جان یا  
مکملہ کیا علّم آدم انسانوں کو جلہا  
جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو سب ایام  
اس کھائے گئے۔

لیکن! علام رضا جی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام  
تیمت تک کی تمام مخلوقات کو پیش کیا گیا۔ اور حضور نے ان سب کو جان لیا۔ مدیر تخلی اس پر بھی اپنی  
تحقیق و تدقیق کے دریا بہا کر کہہ دیں کہ یہ تو جبال و سعماں کی نکتہ سمجھی ہے۔

## علام رازی علیہ الرحمہ

زیر آئیہ وَكَذَلِكَ نُزُرِی ابْرَاهِیمَ صَلَوَتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فَرَمَتَی میں۔

اس عالم کی تمام جنسوں، نعمتوں اور صنفوں اور شخصوں اور بدنوں اور ببرہر مخلوق میں حکمت الہی کے آثار پر انہیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اسی لیے حضور نے دعا فرمائی ہے! تمام چیزوں حسیبی وہ ہیں ہمیں کھائے۔

لیجیے!

علام فخر الدین رازی فرمار ہے میں کہ تمام مخلوقات کے ایک ایک ذرہ کی جسم نوع، جسم شخص اور ان سب میں اللہ

اللہ عز وجل کی حکمتوں کو اکابرین اپنیہ کرام جانتے ہیں۔ کیا مدیر تجھی اس کو بھی علام رازی کی سفاهت

دے دانشی کا شاہکار قرار دیں گے؟

صاحب تفسیر نہشیا پوری

وَحِينَتَنَا يَكَ عَلَى هُوٰ لَاغُ شَهِيدَ اَكَتَتْ لَكَتْتَهِ میں:-

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ انور بر ایکی کے دل ہر ایکی کے لفظ، ہر ایکی کی روح کا مشاہدہ فرماتی ہے! اسی لیے حضور نے فرمایا کہ سب سے پیدا اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا کیا۔

ابے کیا فتویٰ ہے؟ مدیر تجھی کا علام نہشیا پوری پر جو یحکم کر رہے ہیں کہ کوئی دل، کوئی نفس حضور کی نظر کریم سے اوجعل نہیں ہے اور عالم میں جو کچھ ہو جاؤ ہے سب حضور کے سامنے ہی ہو جائے

لَآئَنَ رُؤْحَهُ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ عَلَى جَمِيعِ الْأَرْوَاحِ  
وَسَلَّمَ لَقُولُهُ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَ مَا خَلَقَ  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْحُهُ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُوْجِی۔

کیونکہ اللہ عزوجل نے سبے پسلے حضور کی روح پاک کو پیدا فرمایا۔ کیا علامہ بنیاثا پوری بھی مدرس تھیں  
کے نزدیک لالعینی اور شرمناک عقائد کے حامل تھے۔

### حضرت عبد العزیز دباغ

کتاب الابریز میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام عرض سے رے کر

فرش تک جانتے ہیں اور اس کے

نظام معانی پر مطلع ہیں، اور یہ تمام

علوم بی کرم کی راست نسبت ایسے ہیں

جیسا کہ قرآن پاک میں ہزار میں سے

سالہ حصے — اور حضور سے

غیوب نفس کیسے چھپے رہ سکتے ہیں

جبکہ امر واقعی ہے کہ حضور کی اہم

شریفیہ میں جو اولیاء کرام اہل تصرف

ہیں وہ جب تک ان پاچوں غیوبوں

کو جان نہ لیں تصرف نہیں

کر سکتے ہیں۔

يَعْلَمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

الْعَرْشِ إِلَى الْفَرْشِ وَيَطْلَعُ عَلَى

بِحَمِيشَ مَا فِيهِمَا وَهَذَا الْعُلُومُ

وَكُلُّهَا بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْهُنْ

مَنْ سَتَّنَ حِرَبًا لِتَحْتِهِ

الْقُرْآنُ الْعَزِيزُ كَيْفَ يَخْفِي

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوَحْدَةُ مِنْ

أَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ أَمْمَةِ الشَّرْقِيَّةِ

لَا يَنْكِنُهُ الْتَّصَرُّفُ إِلَيْهِ فَقِيمَهُ

هَذِهِ الْحَسْنَى" (رابریص ۲۵)

علامہ بدر الدین علینی شارح بخاری، تحریر فرماتے ہیں :-

اس حدیث میں ولالت ہے کہ حضور

علیہ السلام نے کیک ہی مجلس میں خلوٰۃ

کے ابتداء سے انتہائی جملہ حالات کی

خبر دی۔

رَفِيْهِ دَلَالَةً "عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي

الْمُجْلِسِ الْوَاحِدِ بِحَمِيشَ أَهْوَالِ

الْمُحْلُوقَاتِ مِنْ إِبْنِ دَائِهِمَا

إِلَى إِنْتِهَا۔ (عینی)

فضل ابن عطیہ

فترحات و مسیبہ شرح البیان امام نووی میں حضور علیہ السلام کو علم قیامت ہونے کے باعثے  
میں لمحتھیہ ہیں :-

حتی ندرب وہ ہے جو اکیب جماعت  
علماء نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہمارے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا  
بہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا

اَنْحَقْ كَمَا قَالَ جَهَنْمٌ إِنَّ سُبْنَخَانَةَ  
تَعَالَى لَكُمْ قِبْصَنْ تَبَيَّنَأَ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اطْلَعَهُ عَلَى  
كُلِّ مَا أَبْهَمَهُ عَنْهُ۔

اس سب کا علم حضور کو عطا فرمایا

امام ابن حجر عسکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ام القریبی میں ہے۔

حضر کا علم حلم تمام جہاں کو مجید ہے  
و سَعَى الْعَالَمِينَ عَلَيْهَا وَجَعَلَهَا

علام ابن حجر کی اس کی شرح میں ذکر ہے میں ہے۔

یہ اس یہ کہ حضور علیہ السلام کو اسرار عالم  
نے تمام عالم پر اطلاع دی تو سب اولین  
و آخرین کا علم حضور کو ملا۔ جو ہو گرا ہے  
مَا كَانَ وَمَا كَيْنُونَ۔

اور حجر عسکری والا ہے و حضور نے سب جان بیا۔

علامہ سعید حموی علیہ الرحمہ، شرح بردہ میں لکھتے ہیں:-

بنی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں  
ترشیف لے گئے، مگر اس کے بعد کہ  
اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچوں غنیوں کا علم  
فرمایا تھا۔

لَمْ يَخْرُجْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بَعْدَ أَنْ  
أَعْلَمَهُ اللَّهُ وَتَعَالَى بِهِذِهِ  
الْأُمُورِ (شرح بردہ ص ۹۱)

یہ پندرہوں طبقہ نوادر میں کوئی ہیں۔ درز اس نوع کے سینکڑوں حواسے میں کیے جاسکتے ہیں جس میں  
بڑے بڑے جلیل اقتدار علماء، محدثین، مفسرین و ائمہ دین نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ماکان  
ماکیون کا انتباہ کیا ہے۔ سوال ہفت یہ ہے کہ میرزا جلیل اس کس کو کافروں شرک قرار دیں گے۔ علامہ بدر الدین عینی  
شراح بخاری حضرت شاہ ولی اللہ شریخ محقق عبد الحق دہلوی، علام قسطلانی امام ابن حجر عسکری ایسے مفسرین و محدثین  
سب کے سب گھس کر گئے تھے؟۔ اور کیا یہ حکرات بھی قرآن و حدیث، عقل و مشاہدہ سے منکریں  
پیش کر دیں مالائی عقائد و انکار کے سلسلے اور توحید سکن نظریات کے حال تھے؟

# رسول اللہ

تیو سوبوس سے جملہ اہل اسلام کا ایمان رہا ہے کہ قرآن حکیم میں جماں کہیں اطیعو  
رسول اللہ الرسول اور عاصم حمد اللہ رسول اور اس کے ہم معنی جتنی آیات میں ان  
 میں رسول سے مراد کتاب نہیں بلکہ خود رسول کی ذات ہے۔ یعنی وہ مقدس انسان جس کو اللہ تعالیٰ نبوت  
 درسالت سے سرفراز ذرتا ہے۔ مگر اب چند نتوں سے منکرین حدیث یہ آواز بلند کر رہے ہیں  
 کہ رسول سے مراد کتاب ہے لہذا اطاعت قرآن کی فرض ہے رسول کی نہیں۔ حالانکہ یامروافعہ  
 ہے اور قرآن پر تذیر و تفکر سے یہ بات بڑی آسانی سے واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ رسول کا اطلاق صرف  
 انبیاء و کرام یا ان ملائکر پر آیا ہے جو رسالت کا کام سر انجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ لفظ رسول  
 کا اطلاق کسی کتاب پر بھی نہیں ہوا۔ یہ الٹی منطق کہ رسول سے مراد قرآن ہے، پر وہی صاحب  
 کی خاص ایجاد ہے ان لوگوں پر یہی بھی آتی ہے اور افسوس بھی جو روزیز کے اس خاذ ساز  
 دعویٰ کو قبول ہی نہیں کر رہے بلکہ اس کی تبلیغ بھی کر رہے ہیں۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بات  
 واضح ہوتی ہے کہ رسول سے مراد کتاب نہیں ہے۔ ملاحظہ کر جئے:-

## حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے:-

لَقَوْمٌ كَسَبُوا بِيَضْلَالِهِ وَلَكِنَّهُمْ  
 أَسَفُوا إِذْ هُوَ يُنذِّرُهُمْ | اسے قومِ امجوہ میں کچھ گراہی نہیں  
 رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ | ہے۔ میں تو اللہ کا رسول ہوں۔

## حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے:-

يَا قَوْمٍ لَسِينَ بِي سَفَاهَةٍ وَلِكَبَتِي | حضرت ہود نے فرمایا۔ اسے قوم میں  
 دَسَوْلُ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ | پر وہاگا رعایم کا رسول ہوں۔

## حضرت موئی علیہ السلام کی زبان سے:-

لَقَوْمٌ لِمَرْتَبِهِنَّى وَقَدْ تَعْلَمُو | اسے قوم مجھ کیوں ایذا دیتے ہو۔  
 حَالَانِكُمْ جَانِ چَكَے ہو کہ میں ممتازی  
 اَنِّي رَسُولُ اللَّهِ | جانبِ اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت مسیح کی زبان سے :-

مسیح ابن مریم تو اللہ کے  
رسول میں۔

الْنَّبِيُّ يَعْصِيَ اللَّهَ  
رَسُولُ اللَّهِ

حضرت جبریل کی زبان سے :-  
قَالَ إِنَّمَا رَسُولَكَ  
رَبُّكَ .

مریم سے جبریل نے کہا۔ میں تیرے  
رب کا رسول ہوں۔

ان آیات میں سیدنا نوح، ہود، موسیٰ، عیسیٰ و جبریل علیہم السلام کو قرآن  
نے رسول بتایا کیا یہاں لفظ رسول سے کتاب مرادی جا سکتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر ان آیات میں جن  
میں حضور شیعہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول فرمایا گیا ہے۔ دہا کتاب کیوں مرادی جائے؟  
ذمیں نہیں وہ آیات درج کی جاتی میں جن میں حضور کو رسول کہا گیا ہے اور سیار ناویا  
بھی رسول سے کتاب مراد نہیں لی جاسکتی۔

• لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ  
الرُّغْيَا بِالْحَقِّ (فتح ع ۳)

ظاہر ہے کہ خواب دیکھنا انسان کا کام ہے کتاب کا نہیں۔ خواب حضور نے دیکھا تھا،  
قرآن نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔

• إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَاتُوا  
لَشَهَدَ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ  
وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ  
(مُنَافِقُونَ ع ۱)

منافقوں کا آنا جانا دربارِ نبوی میں تھا۔ پوچھ حضور ہی کو مخاطب کرتے تھے۔ اللہ نے  
بھی بنی علیہ السلام ہی کو خطاب کیا۔ کیا منافق قرآن کے پاس آتے  
تھے۔ اور قرآن سے کہتے تھے کہ ہم شہادت دیتے میں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔

• بَلْ ظَنَّتُمُّهُ أَنَّمَا لَهُ مَيْقَاتٌ  
ہاں تمہارے بُرے گمان تو یہ تھے

السَّمْوَلُ وَالْمَوْعِنُونَ إِلَى  
أَهْلِهِمْ (فتح ع٢٤)

غور کیجئے! بیہاں رسول کو کنبدار، صاحب اہل و عیال کماگیا ہے۔ جیسا کہ دیگر موسین کے ہی کتبہ اور سیوی نہ کسے ہیں؟ پھر جاتا، پچ رہنا، یہ صفات قرآن کی نہیں ہو سکتیں۔

یہ اور اس مصنفوں کی اور بھی آیات ہیں جن پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے جہاں قرآن پاک میں لفظ رسول آیا ہے۔ اس سے خود قرآن کو مراد کریں اس تدلیل کرنا کہ اس اطاعت قرآن کی فرضی ہے رسول کی نہیں۔ ایک بے جوڑ بات ہی نہیں بلکہ ضحکہ جیز استدلال بھی ہے۔ قرآن حکیم میں رسول اور قرآن کا ذکر کا کچھ بھی آیا ہے۔

• يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ ابْلِغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ۚ

یہ بات توبیدی ہے کہ مَا إِنَّمَاٰ لَكُمْ سَرَادُوحِي الْهَمِی ہے جو فرقان کے نام سے موسوم ہے۔  
گھوپلیٹ اور سلیق کا مصدقہ کوئی ہے؟ وہ رسولِ کریم ہیں۔ جو چیز نازل کی گئی وہ دحی ہے۔  
جس پر نازل ہوئی اور حرس کو اس وجہ کی تبلیغ کا حکم دیا گیا وہ رسول ہیں۔ ثابت ہوا کہ فرقان ایک  
علیحدہ چیز ہے اور رسول سے مراودہ قرآن نہیں ہے۔

• کما آئیں لانا فیکم رَسُولًا  
مِنْكُمْ يَشْلُو عَلَيْهَا ایا تینا  
(لقرہہ ع ۱۸)

ایا نتھا سے مراد قرآن مجید ہے۔ مگر از سلنا رَسُولًا کا مصدقہ ایک علیحدہ ذات ہے۔ قرآن نہیں ہے۔ پھر منکر یہ بھی بتارہا ہے کہ رسول سے مراد قرآن نہیں ہو سکتا۔ اس کی وضاحت ذیل کی آیت سے بھی ہو گی۔

لقد جاءكم رسول من الفسكم  
ایک عظیم الشان رسول تم میں آیا ہے جو تم میں سے ہے۔

من الفسکر یہ تبارا ہے کہ وہ رسول جن یافرشتہ نہیں، بلکہ انسان ہے  
بشرط ہے۔ بگو اس کی انسانیت ساری کائنات کے انسانوں سے بلند و بالا ہے مگر وہ یہے  
السان ————— بیہاں بھی رسول سے قرآن مراد نہیں لیا جاسکتا۔ کیونکہ قرآن اکیں  
حصامت کتاب ہے، ناطق نہیں ہے، لہش اور انسان نہیں ہے۔ غرضیک خود قرآن نے  
فیصلہ کر دیا اور نہایت جرم و قطعیت کے ساتھ تباہی کر قرآن میں جہاں لفظ رسول آیا ہے  
اس سے خود قرآن کو مراد لینا قطعاً غلط ہے بلکہ رسول سے مراد تینا مولانا محمد صلی اللہ علیہ  
و سلم میں جو حالم کے مخدوم اور کائنات کے سلطان ہیں جن کا اتباع فرض ہے۔ جن کی طاعت  
خدا کی طاعت ہے جن کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔

• مَا أَرَسْلَنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا | ہم نے ہر کب رسول کو اس لیے  
مَبْعَثَ كَيْانِا نَاكَر اس کی طاعت ہماری<sup>لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ</sup>

اجازت سے کی جائے۔

• مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ | جس نے اس رسول کی طاعت  
كَيْانِا نَاكَر اس نے اللہ کی طاعت کی۔<sup>أَطَاعَ اللَّهَ</sup>

اس آیت میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یطیع الرسول فرمایا۔ یعنی جس  
نے رسول کی طاعت کی وہ شخص خدا کی طاعت کر رہا ہے۔ مگر نہیں فرمایا من یطیع اللہ  
فقد اطاع الرسول بلکہ جس نے اللہ کی طاعت کی اس نے رسول کی طاعت کی۔ جس سے  
یہ بات واضح ہو گئی کہ طاعت خدا، طاعت و اتباع رسول کے بغیر نامکن ہے۔ اللہ  
کا مطیع وہ ہے جو رسول کا مطیع ہے۔ قرآن کا حامل وہ ہے جو حدیث کا حامل ہے۔ جو  
رسول کو مانتا ہے خدا کو مانتا ہے جو حدیث کو مانتا ہے قرآن کو مانتا ہے مگر جو رسول کو اور  
اس کی حدیث کو نہیں مانتا وہ منکر خدا اور منکر قرآن ہے۔

---

## نبوٰت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے خلوق کی ہدایت کے لیے جن پاک یندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے لئے بھیجا۔ ان کو نبی کہتے ہیں۔ یعنی نبی دہ ریگزیدہ انسان ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔ بیو جی صحیح فرشتہ کے ذریعہ اور کمی فرشتہ کے واسطہ کے بغیر آتی ہے۔ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے وہ گناہوں سے پاک اور حصوم ہوتے ہیں۔ اعلان نبوٰت سے قبل بھی ان سے گناہ نہیں ہوتا۔ صرف انبیاء کرام اور فرشتے مخصوص ہیں۔ اماموں اور اولیٰ کو مخصوص مانا گرا ہی ہے۔ نبی کی عادتیں خصلتیں پاکیزہ اور ان کا نام و نسب، قول و فعل سب اعلیٰ درج کے ہوتے ہیں۔ ان کی عقل کا مل ہوتی ہے۔ نبی کو اللہ تعالیٰ کے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم چھپاتے نہیں۔ انہوں نے اللہ کے ہر حکم کی تبلیغ کر دی۔ نبوٰت اللہ کا افضل ہے۔ اس نے جسے چاہا عطا فرمادی۔ کوئی شخص اپنی کوشش، عبادت یا احتیٰت اور نیک اعمال سے نبوٰت کا مرتب حاصل نہیں کر سکتا۔ ہر نبی منتقل نبی ہے۔ نبوٰت کی کوئی قسم نہیں یعنی نفس نبوٰت میں تمام انجیاں برابر ہیں، مگر مرتب، مقام اور درجہ ہیں فرق ہے۔ انبیاء کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ عقیدہ یہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر انبیاء و مرسیین مخلوق کی ہدایت کے لیے مجبوث فرمائے ہم سب کی نقدی میں کرتے ہیں۔ نبی کی تعظیم و توقیر، اطاعت و فرمانبرداری فرضی ہے۔ ان کی اونی توہین یا انکار کفر ہے۔ ان سے محبت رکھنا عین الیمان ہے۔ جو نبی کی رہبنت لائے تھے ان کو رسول کہتے ہیں۔ سب انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ جس طرح دنیا میں تھے ایک آن کے لیے ان پر نبوٰت طاری ہوئی۔ پھر زندہ ہو گئے۔ اسی لیے ان کا ترک تقسیم نہیں ہوتا۔ ان کی بیویں نکاح شانی نہیں کر سکتیں۔ انبیاء کی زندگی شیبدوں کی زندگی سے بڑھ کر ہے۔ نبی نام مخلوق سے افضل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم ہیں۔ جھیلیں اللہ تعالیٰ نے بغیر بال باب کے پیدا کیا۔ پھر ان سے حضرت حمزہ کو پیدا کیا۔ اپس سے پہلے انسان کا وجود رخفا۔ حضرت آدم سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے ناموں کا علم عطا فرمایا۔ اور فرشتوں کو ان کے لیے بجدہ کا حکم دیا۔ ————— سب آخر میں ہمارے سوال حضور سید المرسلین محدث احمد مجتبی اصلی اللہ علیہ وسلم مجبوث ہوئے جو خاتم النبیین ہیں نبوٰت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گی۔ جو شخص حضور کو آخری نبی شناسے

بیا اپ کے بعد کسی اور کوئی رسول تسلیم کرنے وہ کافر ہے۔

**نبوٰتِ محمدی** حضور مصطفیٰ عالم نورِ عجمؐ محدث علیہ التحیۃ والشان اللہ تعالیٰ کے آخری بنی اسرائیل کا خداوند کے لیے جوت ہے۔ اپ کی نبوت عالمگیر ہے۔ انسان، جن، فرشتے، حیوانات و جہادات غفلکار کائنات کے لیے اپ بھی ہیں۔ اپ نہام نبیوں کے سروار اور نام انہیاً کرام سے انفع دبرتے ہیں۔ اللہ کے محظوظ ہیں اور سب کے مطلوب ہیں۔ تمام مخلوق حنی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی اپ کے نیاز مند ہیں۔ نہام انہیاً کو جو کمالات و محرمات جدا جدائی وہ سب اللہ تعالیٰ نے اپ کی زادت مقدس میں صحیح فرمادیے

حضرت اللہ تعالیٰ کے نائب اکابر خلیفہ اعظم اور اس کی ذات و صفات کے منظر قلم اور اس کے محظوظ مطلق ہیں۔ اپ کا درجہ و ترتیب نہام انہیا کے درجہ سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے لئے کوئی اپنے نور سے پیدا فرایا۔ اپ کو اس وقت نبوت مل چکی تھی جبکہ اوم علیہ السلام پانی و مٹی کے دریاں تھے۔ حضور بالک شریعت ہیں۔ اپنے رب کے سوا کسی کے حکوم نہیں۔ ساری کائنات اپ کی حکوم ہے۔ اپ کا قول فعل شریعت ہے۔ دنیا و آخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے جحضور کی شل خال ہے۔ تمام مخلوق اللہ کی رضا چاہتی ہے اور اللہ تعالیٰ حضور کی رضا چاہتے ہیں۔ اپ کو منصبِ شفاعت کبری حاصل ہے۔ ہر قسم کی شفاعت اپ کے لیے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم مکان و مایکون یعنی روز اول سے لے کر آخر تک دنیا میں جو کچھ ہوا، ہو گیا ہو گا، سب کا علم عطا فرایا، ساری دنیا حضور کے میں نظر ہے۔

حضرت انہیا کے محرمات کے جماعت ہیں۔ کوئی کمال امکوئی خوبی ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور کو نے عطا فرائی ہو۔ اپ اللہ تعالیٰ کی لمحتوں کے تقسیم فرمانے والے ہیں۔ جن کو جملہ جو کچھ لا حضور ہی کے دسیر سے ملا اور ملتا ہے۔ اپ کی بشریت مقرر سفر شتوں کی نورانیت سے افضل واکل ہے۔ ہزار عرب جبریلؐ بھی حضور کے مزبور مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ حضور کریمؐ شمار محرمات عطا ہوتے۔ اپ نے چانکے دو ڈھنڈے لے گئے۔ دو پیسے سو روپاں کی۔ سکریوں کو کھل کر پڑھایا، دو سخت اور پیروں نے اپ کی تعلیم کی۔ یہ اور اسی طرح کبے شمار محرما۔ اسے حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ حضور کا سب سے بڑا محرما۔ قرآن حکیم ہے جو ساری کائنات کے لیے خاطر جیات ہے اور جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

[marfat.com](http://marfat.com)